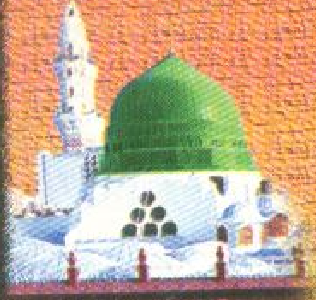
PRINTED BOOK

سہ ماہی

افکار رضا

ممبئی



بیاد امام اہل سنت مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز

جولائی تا ستمبر ۲۰۰۶ء / جمادی الاوّل تا رجب المرجب ۱۴۲۷ھ

''امام احمد رضا قادری نے عشق ومحبت کی زبان میں قرآن حکیم کا ایک ترجمہ کیا ہے جو علمی، ادبی، اعتقادی ہر حیثیت سے معیاری اور قرآن کی حقیقی جھلک کا آئینہ دار ہے۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی علیہ الرحمۃ مصنف بہار شریعت کے شدید اصرار پر ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء میں یہ ترجمہ مکمل ہوا جس کا نام کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن رکھا گیا۔

کتب تفسیر ولغت وغیرہ دیکھے بغیر آپ زبانی فی البدیہہ برجستہ بولتے جاتے اور صدر الشریعہ اسے لکھتے جاتے اور جب صدر الشریعہ ودیگر علما کرام اس ترجمہ کا کتب تفاسیر سے تقابل کرتے تو یہ دیکھ کر دنگ رہ جاتے کہ یہ فی البدیہہ ترجمہ تفاسیرِ معتبرہ کے بالکل مطابق اوران کا ترجمان ہے۔''

(علامہ یٰسین اختر مصباحی)

تحریک فکر رضا

۱۶۷، ڈم ٹمکر روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی. ۴۰۰۰۰۸ (انڈیا)

R.N.I. Registration No.: 71248/99

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کی ترویج کا علمی علم بردار

سہ ماہی افکارِ رضا ممبئی

جولائی تا ستمبر ۲۰۰۶ء جلد ۱۲ شمارہ ۳ (۴۵) جمادی الآخر تا شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ

مدیر : محمد زبیر قادری (موبائل: 98679 34085)

منیجر : محمد اسحٰق برکاتی (موبائل: 93239 54522)

Distributed in Pakistan By :

Markazi Majlis-e-Reza

P.O.Box: 2206, Lahore, Pakistan

Distributed in England By :

THE ISLAMIC TIMES

C/o. 138, Northgate Road,

Edgeley, Stockport, SK3 9NL ENGLAND

Distributed in Australia By :

SHEHZAD ALI

P.O. Box: 51, Lurnea 2170,

NSW, AUSTRALIA

رابطہ کا پتہ: Correspondence Address:

Tehreek-e-Fikr-e-Reza

167, Dimtimkar Road, Nagpada, Mumbai - 400 008.

آفس کا پتہ: **Office Address:**

95, Undria Street (Chowki Mohalla), Nagpada, Mumbai - 400 008 India

Website: www.fikrereza.net Email: editor@fikreraza.net

پرنٹر پبلشر محمد اسحٰق محمد عمر نے پرنٹ ٹاپ پرنٹنگ پریس 18، شنکر بلڈنگ، ناگپاڑہ، ممبئی۔ 400008

سے چھپوا کر دفتر 167، ڈم ٹمکر روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی۔ 008 400 سے شائع کیا۔

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

متوسلینِ رضا

مدحت خیر الانام ﷺ

از: محمد شریف رضا عطاری مضطرؔ

جب سے ہے میری آنکھوں میں روضہ تیرا
کچھ نہیں بھاتا سوا تیرے وَ دَر والا تیرا

تیرے جلوؤں سے ہوا روشن سارا عالم
روشنی مہر و ماہ پہ بٹتا ہے صدقہ تیرا

تیری یاد سے منور ہے زندگی میری
ہوجائے زیست کا عنواں رستہ تیرا

نزع کا عالم ہے جاں ہوتی ہے بلب
کوئی لادے مجھے تلوؤں کا غسالہ تیرا

میری تشنگی بجھے گی تیری دید سے پیارے
کوئی لادے بچ آبِ رحمت کا وہ قطرہ تیرا

تیری آمد سے ہوا ہے عام اجالا عالم میں
تو ہے نورِ خدا نوری ہے گھرانہ تیرا

مشک و عنبر تو گراں ٹھہرے اس کے لیے
جس نے سونگھا کبھی پسینہ ءِ شبہ والا تیرا

آنکھ والوں نے کیا دیکھا ہے کیا دیکھیں گے
دیکھا جبرئیل نے لامکاں جانا تیرا

ہوں بیمار مدت سے شفا چاہتا ہوں
دستِ رحمت ہے پیارے مسیحا تیرا

پھر تو جنت میں بھی ہوں گے اتنے ہی مضطر
دیکھ لیا جو مدینے میں کبھی روضہ تیرا

☆☆☆☆☆

وقتِ دعا ہے

از: قاری محمد مسلم غازی

چاروں طرف سے کفر کی یلغار دیکھیے
اُمت کی سمت سیدِ ابرار ﷺ دیکھیے

دل زخم زخم، آنکھیں خون بار دیکھیے
سرکار دیکھیے، مرے سرکار ﷺ دیکھیے

گھر اہلِ دیں کے کردیئے مسمار دیکھیے
صیہونیوں کے آج یہ اطوار دیکھیے

وقتِ دعا ہے خاصۂ خاصانِ انبیا!
ہے گرم آج ظلم کا بازار دیکھیے

لبنان جو اک خطۂ خوباں تھا وہاں اب
بے گور و کفن لاشوں کے انبار دیکھیے

برباد جس نے کابل و بغداد کو کیا
بیروت میں اب اُس کو شرر بار دیکھیے

شاہانِ وقت نشۂ غفلت کا ہیں شکار
فاقہ کشوں کو برسرِ پیکار دیکھیے

اُمت کو آج دیکھنے والا نہیں کوئی
تنہا جہاں میں اپنے فدا کار دیکھیے

مقہور ہیں اب کابل و بغداد و فلسطین
اب ان کا نہیں کوئی مددگار دیکھیے

ہر سمت ایک شہرِ خموشاں کا ہے منظر
ہر سمت ہے اب زندگی لاچار دیکھیے

کھلتے تھے زندگی کے جہاں ہر گھڑی کنول
اب سانس بھی لینا وہاں دشوار دیکھیے

ہیں منتظرِ لطف بھی آپ ﷺ کے غلام
ان کو نگاہِ لطف سے اک بار دیکھیے!

دستِ دعا اُٹھایئے بہرِ خدا حضور ﷺ!
چھایا ہوا ہے قوم پہ ادبار دیکھیے

اداریہ

محمد زبیر قادری

کچھ علاج اس کا بھی اے چارہ گراں ہے کہ نہیں؟

ان دنوں مسلمانوں پر ساری دنیا میں آفتوں کا نزول کسی نہ کسی شکل میں وارد ہو رہا ہے۔ ابھی ایک مسئلہ سرد نہیں پڑتا ہے کہ دوسرا مسئلہ اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ اسلام دشمن تمام طاغوتی طاقتیں متحد ہو کر اسلام کو ختم کرنے کے درپے آزار ہو چکی ہیں۔

افغانستان میں طالبان حکومت کا خاتمہ اور لاکھوں مسلمانوں کی ہلاکت و تباہی۔ عراق میں صدام حکومت کا خاتمہ، مسلمانوں کی جان، مال، عزت و آبرو کی پامالی، اور تا حال ظلم و تشدد جاری۔ ڈنمارک میں حضور اقدس ﷺ کے کارٹون کے ذریعے اہانت اسلام کی عالمی پیمانے پر سازش، دو یہودی قیدیوں کی رہائی کے عوض لبنان کی اسرائیل کے ہاتھوں بربادی، دنیا بھر میں آئے دن ہونے والے بم دھماکوں کے بعد مسلمانوں کی تفتیش و گرفتاری، ...... اور اب ہند میں بھی دہشت گردی کی ہر واردات کو مسلمانوں سے جوڑنا، یہاں تک کہ مالے گاؤں (مہاراشٹر) کے بم دھماکے میں مسلمانوں کی ہلاکت کے باوجود مسلمانوں کو ہی اس کا ذمہ دار ٹھہرانا، ...... غرض کہ مقامی و بین الاقوامی ہر سطح، ہر محاذ پر مسلمانوں کی ایسی شبیہ بنائی جارہی ہے کہ ہر کوئی ہم سے خائف نظر آتا ہے۔

۱۱ر ستمبر کو ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملوں کی اِمسال پانچویں برسی ہے۔ گذشتہ پانچ سالوں کے دوران دانش وران، مفکرین، تحقیقی اداروں، تفتیش کاروں نے یہ ثابت کردیا کہ ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملہ امریکہ کی اپنی ہی سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ تھا۔ آج دنیا دیکھ رہی ہے کہ اس کے بعد سے ہی مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگوں کا گویا آغاز ہو چکا ہے۔ حالانکہ اس کھیل کی ڈوریاں پسِ منظر سے یہودی شاطر ہلا رہے ہیں۔

کبھی اسامہ بن لادن کو ہیرو بنانے والے امریکہ نے ہی آج اسے "دہشت گردوں کا سردار" قرار دے دیا ہے۔ لیکن حیرت کا مقام یہ ہے کہ دنیا کا پولیس مین اپنے تمام تر وسائل و جدید آلات کا مالک ہونے کے باوجود آج تک اسامہ کا سراغ نہ لگا سکا۔ جب کہ آج ایک معمولی سا ای میل کے ذریعے دھمکی دینے والا فرد بآسانی پکڑا جاتا ہے۔ لیکن آئے دن ویڈیو بیانات کے ذریعے امریکہ کو دھمکی دینے والا اسامہ اور اس کے گرگے کبھی گرفت میں نہیں آتے۔ آخر ایسا کیوں؟ ...... کچھ تو ہے اس پردہ داری میں

میڈیا جس پر یہود و نصاریٰ کا ہی تسلط ہے، پر آئے دن اُسامہ، ایمن الظواہری اور دیگر مطلوبہ افراد (Most Wanted) کے امریکہ کو دھمکی آمیز بیانات نشر کیے جاتے ہیں۔ لیکن ان کی کوئی دھمکی عمل پذیر ہوتی نظر نہیں آتی۔ البتہ ان بیانات کے نشریے کے بعد امریکہ اور اس کے حواریین نے ضرور

مسلمانوں کو ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا ہے، پسِ زنداں ڈال دیا ہے۔ اس سے کوئی کیا نتیجہ نکال سکتا ہے...... یہی نا کہ یہ سب امریکہ کی ہی ایما پر ہو رہا ہے۔ القاعدہ، امریکہ کی ہی تخلیق ہے، جس کو بنیاد بنا کر امریکہ دنیا میں اپنے مفادات حاصل کر رہا ہے۔

ایک طرف مسلمانوں کے احوال دگرگوں ہیں۔ جب کہ دوسری جانب یہ خوش کن خبریں میڈیا کے ذریعے پھیلائی جا رہی ہیں کہ امریکہ اور یورپ میں اسلام بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے، گورے جوق در جوق اسلام قبول کر رہے ہیں۔ لیکن دوسرا پہلو ہمیں بہت زیادہ تشویش میں مبتلا کر رہا ہے۔ جس کا اظہار مشہور عالم دین و مبلغ اسلام سید شاہ صغیر اشرف نے اپنے ایک انٹرویو میں اس طرح کیا ہے: "۹/۱۱ کے بعد بڑی تیزی کے ساتھ یہ بات عام کی جانے لگی کہ امریکہ اور یورپ میں اسلام تیزی سے پھیلنے والا مذہب بن گیا ہے۔ خدا کرے ایسا ہی ہو مگر یہ تصویر کا صرف ایک رُخ ہے۔ تصویر کا دوسرا رُخ جسے جان بوجھ کر نظر انداز کیا جا رہا ہے وہ یہ ہے کہ افغانستان، عراق، وسطی ایشیا کی مسلم ریاستوں، افریقی اور مشرقی یورپ کے اسلامی ملکوں میں مسیحی مبلغین اپنے دین کی تبلیغ بڑے پیمانے پر خاموشی کے ساتھ کر رہے ہیں۔ حد یہ ہے کہ ہندستان کے گرو سوامی شری شری روی شنکر کے رضا کار بھی عراق، فلسطین، چیچنیا اور افغانستان میں اپنے گرو کے مشن کی تکمیل کر رہے ہیں۔" (ماہ نامہ "ماہِ نور" دہلی، صفحہ ۳۹، اگست ۲۰۰۶ء)

حضرت کی بات کی تصدیق ممبئی کے روزنامہ "انقلاب" کی ایک خبر سے بھی ہوتی ہے:

"جنگ زدہ لبنان میں آرٹ آف لیونگ فاؤنڈیشن کی جانب سے دواؤں اور ضروری اشیا کی فراہمی"

دبئی: اسرائیلی بم باری سے متاثر ہونے والے پریشان حال لبنانی شہریوں کو کچھ حد تک راحت پہنچانے کی غرض سے آرٹ آف لیونگ فاؤنڈیشن (Art of Living Foundation) اور اس کی ایک اور تنظیم انٹرنیشنل ایسوسی ایشن آف ہیومین ویلیوز، دبئی (International Association of Human Values, Dubai) سے ایک لاکھ امریکی ڈالر کی مالیت کی دواؤں کے علاوہ ضروری اشیا روانہ کر رہی ہے۔ ان غیر سرکاری عالمی تنظیموں کے بانی عزت مآب شری شری روی شنکر نے اسرائیلی بم باری سے متاثرہ لبنانی علاقوں میں رضا کار بھی روانہ کیے ہیں۔" (روزنامہ "انقلاب" ممبئی ۱۱ر اگست ۲۰۰۶ء)

مذکورہ انکشاف انگیز باتیں پڑھ کر ہمیں چونک جانا چاہیے کہ ہم کس خوش فہمی میں مبتلا ہیں۔ ایک طرف جب ہم اپنی مسلم امّت کو ارتداد کا شکار ہونے سے نہیں روک پا رہے ہیں تو پھر امریکہ و یورپ میں اسلام کس طرح پھیل رہا ہے؟ جب ہم اپنے گھر میں لگی آگ بجھانے سے قاصر ہیں تو غیروں کو آگ سے بچانے کا کام کس طرح ہو رہا ہے؟

یہ خبریں تسلیم کرنا نہایت دشوار ہے۔ یہ بات خود شک و شبہے کی زد میں آ جاتی ہے کہ اگر اسلام کو

دشمنان اسلام کی صفوں سے ہی افراد میسر آرہے ہیں تو پھر اسلام کے ماننے والوں پر عرصہ حیات روز بروز تنگ کیوں ہوتا جارہا ہے؟ نئے نئے فتنے کیوں وجود پذیر ہورہے ہیں؟ دنیا کی کُل آبادی کا پانچواں حصہ ہونے کے باوجود کیا ہم میں ان حملوں کا دفاع کرنے کی کوئی طاقت نہیں؟ کب تک ہم اپنے اوپر ہونے والے مظالم کے خلاف اقوام متحدہ اور سفارت خانوں میں اپنا احتجاج درج کراتے رہیں گے؟ کیا ہوا اگر دنیا کی مسلم حکومتوں کے سربراہان یہود و نصاریٰ کے پٹھو بن گئے ہوں، قوم وملت تو نہیں بک گئی ہے۔

ان حالات میں سواد اعظم اہلسنت و جماعت کے اکابر علما، مشائخ و مفکرین پر بڑی ذمہ داریاں عاید ہوتی ہیں۔ وہ اپنی قوم وملت کی ان حالات میں صحیح رہنمائی فرمائیں۔ اہلسنت و جماعت ایک ایسی جماعت ہے جس کا کوئی چلانے والا نہیں، پھر بھی یہ جماعت چودہ سو سال سے قائم ہے۔ اور الحمدللہ اس کے ماننے والوں کی تعداد روز افزوں فزوں تر ہی ہورہی ہے، باجودیکہ بدمذاہب اور باطل فرقے اپنی تمام تر توانائیاں سواد اعظم کے افراد کو گم راہ کرنے میں لگا رہے ہیں۔..... دنیائے اسلام پر ان چودہ سو سالوں میں وہ وہ آفتیں نازل ہوئیں کہ یوں لگتا تھا جیسے اب اسلام اپنے خاتمے کی طرف گام زن ہے۔ تاریخ نے وہ دور بھی دیکھا ہے جب دنیائے اسلام میں دور خلافت میں کعبۃ اللہ سے قرامطی فرقہ نے حجر اسود اُٹھا کر اپنے قبضے میں کرلیا تھا اور خانہ کعبہ ۱۲ سال تک حجر اسود سے محروم رہا۔ مگر وقت کا خلیفہ کچھ نہ کرسکا۔

بات ساری جذبے کی ہے جو اب ہم میں نہیں رہا۔ اگر روح نہ ہو تو مردہ جسم ایک زندہ چیونٹی کے مقابلے کا نہیں ہے۔ وہ جیسے چاہے اسے کاٹے۔ آج ہم جیسے مردہ بن گئے ہیں تو یہ چیونٹیاں ہمارا گوشت نوچ رہی ہیں۔ اگر روح پڑجائے تو ان چیونٹیوں کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ موجودہ نظام میں ہم دوسروں کو جینے دے سکتے ہیں لیکن طاقت ور فریق سے اپنے جینے کی گارنٹی نہیں مانگ سکتے۔ جب تک اس کا مفاد ہوگا وہ تمہیں زندہ رکھے گا ورنہ چیر پھاڑ کر کھا جائے گا۔ طاقت ور کا مقابلہ سر اُٹھا کر حوصلے سے کیا جاتا ہے۔ سر جھکانے سے صرف ذلت اور موت ملتی ہے۔

ان حالات میں مسلمانوں کو ہاتھ پر ہاتھ دھرے امام مہدی کا انتظار نہیں کرنا ہے۔ ہمارے یہاں کچھ علما یہ کہہ کر اپنی جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ سب قرب قیامت کی نشانی ہے۔ لیکن وہ یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد اب کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ لہٰذا ہمارا ہر قدم قیامت کی طرف ہی بڑھ رہا ہے۔ لیکن یہ کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی۔ اور کیا ہم قیامت کے انتظار میں سب کچھ ایسا ہی چلنے دیں؟

اسلام کا مطلب سلامتی والا دین ضرور ہے، مگر سلامتی کے حصول کے لیے اپنا تحفظ ضروری ہے۔ کیونکہ آپ کا دشمن آپ کو کبھی امن وسکون سے رہنے دینا نہیں چاہتا۔ جب بھی مسلمان امن وسکون سے رہنے لگ جائیں، اسی میں دشمن کی موت وشکست ہے۔ اگر آپ کے پاس خزانہ موجود ہے تو آپ کو ہمیشہ

اس کے تحفظ کی فکر کھائے جاتی رہے گی کہ دشمن لوٹ نہ لیں۔ لیکن ہمارے پاس تو وہ عظیم خزانہ ہے جس کا کوئی نعم البدل ہی نہیں۔ اور وہ ہے "ایمان"۔ اسی بات کی پیش گوئی آج سے سو سال پہلے امام احمد رضا یوں فرما گئے۔

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے ☆ سونے والو! جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

تو دشمن کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہمارے امن و چین کو برباد کرتا رہے۔ اسی طرح ہمارے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ ہم اپنی سلامتی اور امن کے تحفظ و بقا کے لیے جہدِ مسلسل میں لگے رہیں، اپنے دشمنوں کے حملوں کو ناکام بناتے رہیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم میں اتحاد و اتفاق ہو۔ بھلے ہی ہم الگ الگ سلسلوں، اداروں سے کیوں نہ وابستہ ہوں، سُنّیت کے تحفظ و بقا کے لیے ہمیں مسلسل کام کرتے رہنا چاہیے۔

ہمارے ذمہ داران کو مقامی و بین الاقوامی ہر سطح پر نظر رکھتے ہوئے امت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دینا ہے۔ آج وعظ فروش مولویوں اور حصولِ زر کے لیے نعت پڑھنے والوں نے قوم و ملت کا بڑا نقصان کیا ہے۔ جن کا مطمحِ نظر قوم کی اصلاح و فلاح نہیں بلکہ راتوں رات جوشیلی تقریریں اور ماڈرن انداز کی نعتیں سنا کر پیسے بٹورنا ہے۔ ان حضرات نے ہماری قوم کا ذہن اس قدر خراب کر دیا ہے کہ سادہ بیانی سے کی گئیں اصلاحی تقریریں "مزہ" نہیں دیتیں۔ جیسے یہ سب کچھ تبلیغ نہیں تفریح کا ذریعہ ہوں۔

آج ہم جب یہ کہتے ہیں کہ میڈیا پر اغیار کا قبضہ ہے، ہم اپنی آواز دنیا تک کیسے پہنچائیں، اپنا مطمحِ نظر دنیا کو کیسے پیش کریں؟ حالاں کہ اللہ رب العزت نے دین اسلام کو ایسا میڈیا مہیا کیا ہے جو قیامت تک کے لیے کارآمد و کارساز ثابت ہو سکتا ہے، بشرطیکہ ہم اس کا صحیح استعمال کرنے لگیں۔ ہمارے منبر رسول اور اسٹیج ہی سب سے بڑے میڈیا ہیں۔ جہاں سے ہم اپنی قوم و ملت کی صحیح رہنمائی کر سکتے ہیں، ان کی ذہنی تربیت کر سکتے ہیں، جو پیغام دنیا کو دینا چاہیں اس ذریعے سے عام کر سکتے ہیں۔ الحمد للہ مسلمانوں کے لیے یہ میڈیا ہر جگہ موجود ہے، دنیا کے ہر کونے پر میسّر ہے۔ لیکن جب سے اس کا حتی استعمال کیا جانے لگا، ہماری تمام خوبیاں ختم ہوتی جا رہی ہیں۔ ہمارے قول و فعل میں تضادات آ گئے ہیں۔ علما، مشائخ اور اکابرِ امّت بآسانی اس میڈیا کا استعمال کرتے ہوئے اپنا وقار بحال کر سکتے ہیں، اپنی طاقت بنا سکتے ہیں، اپنا اتحاد قائم رکھ سکتے ہیں۔ جس دن ہم اپنے احوال و افعال کو یکساں کرتے ہوئے اس ذریعے کا صحیح استعمال کرنے لگ جائیں ان شاء اللہ بہت جلد ہماری کایا پلٹ سکتی ہے۔ ہمارا مقصد دنیا کی حکومتوں پر قبضہ کرنا کبھی نہیں رہا۔ ہمارے اسلاف نے لوگوں کے دلوں کو فتح کیا، اُن کے دلوں پر حکومت کی، جس کی بدولت دنیا خود بخود ان کے قدموں میں آ گئی۔ ہم اگر آج بھی کوشش کریں تو وہ دن آ سکتے ہیں۔ بس کوشش شرط ہے۔ ......

مجھے امید ہے کہ موجودہ حالات میں علما و مشائخ ضرور اس قوم و ملت کے تحفظ و دفاع کے لیے آگے بڑھیں گے۔ **وما توفیقی الا باللہ**

فتاویٰ رضویہ جلد ۲۹ تا ۲۵: بعض اصلاح طلب پہلو

از: خورشید احمد سعیدی، انٹرنیشنل اسلامک یونی ورسٹی، اسلام آباد

فتاویٰ رضویہ کا کوئی بھی قاری بڑی آسانی سے یہ حقیقت معلوم کرسکتا ہے کہ اس میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قرآنی آیات کا استعمال برمحل اور کثرت سے کیا ہے۔ یہ آیات اگر کسی محقق کو ایک مرتب فہرست کی صورت میں مل جائیں تو اسے کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں جن میں سے ایک اہم فائدہ وقت کی بچت ہے۔ اس تحریر سے پہلے محققین کی خدمت میں فتاویٰ رضویہ کی جلد ۳۰ میں وارد قرآنی آیات کی فہرست پیش کی جا چکی ہے۔ جس کے تعارف میں بعض اخطاء کی نشاندہی بھی کی گئی تھی۔ یہ تحریر بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ **جلد ۲۹** میں وارد قرآنی آیات کی فہرست سازی کے دوران جب بعض اغلاط اور اخطاء کا علم ہوا تو اس تحریر میں اُن کی نشان دہی کرنا ضروری سمجھا گیا۔ ان میں سے اکثر کا تعلق قرآنی آیات کے متن اور حواشی میں دیے گئے حوالوں سے ہے۔ اِن کے علاوہ اخطاء کی کچھ اور اقسام مع امثلہ بھی اس تحریر کے ذریعے سامنے لائی گئی ہیں تاکہ فتاویٰ سے استفادہ کرنے والے اور اس کی آیندہ اشاعت کا اہتمام کرنے والے اپنی اپنی ذمہ داریوں کو پہچان لیں۔

درج ذیل میں **جلد ۲۹** سے پہلے ان عبارات اور مقامات کا ذکر کیا جاتا ہے جہاں اصلاحات کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

قرآنی عبارات میں اخطاء:

صفحہ	سطر	غلط	درست
۷۵	۵	ما جعل اللہ لرجل قلبین فی جوفہ	ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ
۸۰	۸	انا من المجرمون منتقمون	انا من المجرمین منتقمون
۸۱	۲۱	اولئک هم الصدیقون و الشهداء عند ربهم اجرهم	اولئک هم الصدیقون و الشهداء عند ربهم لهم اجرهم
۹۷	۶	قل بفضل اللہ وبرحمته فلیفرحوا	قل بفضل اللہ وبرحمته فبذلک فلیفرحوا
۱۰۰	۱۰	اولئک اعظم درجة من اللذین	اولئک اعظم درجة من الذین
۱۲۱	۳	فان اللہ هو الغنی الحمید	ان اللہ هو الغنی الحمید
۱۲۶	۵	فلما بلغ اشده واستوی	ولما بلغ اشده واستوی

۱۷۹	۱۱	ولم يكن له كفوا احدا○	ولم يكن له كفوا احد○
۱۸۵	۹	وهو معكم اينما كنتم	وهو معكم اين ما كنتم
۲۲۷	۱۵	الذين انفقوا من بعد الفتح وقاتلوا	الذين انفقوا من بعد وقاتلوا
۲۶۷	۱۶	وجاء بقلب سليم ادخلوها بسلام	وجاء بقلب منيب ادخلوها بسلام
۲۹۴	۱۸	اهم يقسمون رحمة ربك	اهم يقسمون رحمة ربك
۲۹۶	۱۸	له الخيرة	لهم الخيرة
۳۵۹	۲۰	وعصى آدم ربه غوى	وعصى آدم ربه فغوى
۳۶۹	۱۱	ثم نبتهل فنجعل لعنت الله على الكذبين	ثم نبتهل فنجعل لعنة الله على الكذبين
۴۱۲	۲	ان جاء فاسق بنبا	ان جاء كم فاسق بنبا
۵۹۷	۱۲	لا يؤده الا ما دمت عليه قائما	لا يؤده اليك الا ما دمت عليه قائما
۶۰۷	۳	بالقسط شهداء الله ولو	بالقسط شهداء لله ولو
۶۱۷	۱۵	ومن نكث فانما ينكث على نفسه	فمن نكث فانما ينكث على نفسه
۶۴۳	۱۴	انّ اولياء ہٗ الا المتقون	انُ اولياء ہٗ الا المتقون
۶۴۸	۱۴	امرنا الله بهذا	والله امرنا بها
۷۳۴	۲۵	لما رأو	لما رأوا
۷۳۵	۱	هنالك الكفرين	هنالك الكفرون

قرآنی آیات کے حوالوں میں اخطاء:

جیسا کہ اس سے سابقہ مضمون میں فتاوی رضویہ جلد ۳۰ کے بارے میں عرض کیا گیا تھا کہ اس میں بعض اغلاط کا تعلق سورتوں کے نمبر سے ہے اور بعض غلطیاں آیات کے نمبروں سے متعلق ہیں یہی حال کافی حد تک جلد ۲۹ میں وارد آیات قرآنی کا ہے۔اس جلد کی وہ آیات جن کے مسائل یہی ہیں انہیں درج ذیل جدول سے ملاحظہ فرمائیں۔

صفحہ نمبر	سورۃ	حاشیہ نمبر	حاشیے میں غلط حوالہ	درست حوالہ
۹۳	هود	۲	القرآن الحکیم ۱۱/۴۵	القرآن الحکیم ۱۱/۴۹
۱۰۱	الانبیاء	۳	القرآن الکریم ۲۱/۱۰۱،۱۰۲	القرآن الکریم ۲۱/۱۰۱،۱۰۲،۱۰۳

۱۰۸	النحل	۲ے	القرآن الکریم ۷۵/۵	القرآن الکریم ۸۹/۱۶
۱۳۶	البلد	۲ے	القرآن الکریم ۱۷/۶۰	القرآن الکریم ۱۷/۹۰
۱۸۴	سبا	۵ے	۵۰/۲۴	۵۰/۳۴
۲۲۱	النساء	۱ے	القرآن الکریم ۴۸/۴، ۱۱۵/۴	القرآن الکریم ۴۸/۴, ۱۱۶/۴
۲۳۷	التوبۃ	۲ے	القرآن الکریم ۶۶/۹	القرآن الکریم ۶۶,۶۵/۹
۲۵۹	ھود	۴ے	۱۰۸/۱۱	۱۰۵/۱۱
۲۶۷	البقرۃ	۱ے	القرآن الکریم ۲/۲	القرآن الکریم ۳/۲
۲۶۷	ق	۵ے	۳۳/۵۰	۳۴, ۳۳/۵۰
۲۸۰	الانبیاء	۱ے	القرآن الکریم ۱۰۱/۲۱، ۱۰۲	القرآن الکریم ۱۰۱/۲۱, ۱۰۳ ,۱۰۲
۳۰۸	الانفال	۲ے	القرآن الکریم ۲۹/۸	القرآن الکریم ۳۹/۸
۳۰۸	البقرۃ	۳ے	۲۵۹/۲	۲۵۱/۲
۳۳۵	الانعام	۱ے	القرآن الکریم ۱۰۴/۶	القرآن الکریم ۱۰۳/۶
۳۹۹	العلق	۱ے	القرآن الکریم ۱۱تا۹/۹۶	القرآن الکریم ۱۲تا۹/۹۶
۴۳۵	الشعراء	۴ے	۲۲۷/۲۷	۲۲۷/۲۶
۴۳۸	الجن	۳ے	۲۷/۷۳	۲۷ ,۲۶/۷۲
۴۵۳	الانعام	۱ے	القرآن الکریم ۳۴/۳۱	القرآن الکریم ۹۱/۶
۴۷۴	الجن	۳ے	القرآن الکریم ۱۰۲/۷۲	القرآن الکریم ۲۷،۲۶/۷۲
۴۸۷	یوسف	۲ے	القرآن الکریم ۱۱۱/۱۳	القرآن الکریم ۱۱۱/۱۲
۵۰۷	الشعراء	۱ے	القرآن الکریم ۲۲۷/۲۷	القرآن الکریم ۲۲۷/۲۶
۵۱۴	الشرح	۱ے	القرآن الکریم ۱۹۴/۱	القرآن الکریم ۱/۹۴
۵۷۲	الاسراء	۱ے	القرآن الکریم ۷۶/۱۷	القرآن الکریم ۷۹/۱۷
۶۳۹	ھود	۴ے	القرآن الکریم ۱۶/۱۱	القرآن الکریم ۴۶/۱۱
۶۴۹	الشعراء	۳ے	۸/۲۶	۹۸/۲۶

آیات اور حواشی:

اس جلد میں کچھ آیات ایسی بھی ہیں کہ جن کا عربی متن تو صاحب فتاویٰ نے بعض وجوہ کی بنا پر نقل نہیں کیا لیکن ان کا مفہوم ذکر کیا ہے۔ اسی لیے محشی نے ان مفاہیم سے متعلقہ آیات کا بھی حاشیے میں حوالہ دیا ہے۔ یہ ایک اچھی بات ہے کیونکہ رضویات کے ایک محقق کو اعلیٰ حضرت کی فکر کو سمجھنے میں یہ حاشیے بھی مدد کرتے ہیں۔ اس قسم کی آیات کا ذکر حواشی میں صفحات ۳۶۰، ۲۷۶ اور ۶۳۶ پر ہے۔ ہم نے جلد ۲۹ کی قرآنی آیات کی جو فہرست تیار کی ہے اس میں ایسی آیات کو شامل نہیں کیا گیا۔

ایک روایت پر توجہ کی ضرورت:

جلد ۲۹ کے صفحہ نمبر ۱۱۶ پر حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک روایت نقل کی گئی ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں: **الاستواء معلوم والکیف مجهول والایمان به واجب والسؤال عنه بدعة** ۔ حالانکہ ان الفاظ اور اس ترتیب الفاظ سے یہ روایت امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ کی ہے جسے امام ترمذی نے **الشمائل المحمدیه** میں درج کیا ہے۔ ہاں حضرت ام المؤمنین ام سلمہ سے اسی موضوع کی ایک روایت ضرور موجود ہے لیکن اس کے الفاظ اور ترتیبِ الفاظ مختلف ہیں۔ حتیٰ کہ فتح الباری ''**کتاب التوحید ،باب وکان عرشه علی الماء**'' جس کا حوالہ دے کر محشی نے تاثر دیا ہے کہ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ روایت فتح الباری شرح البخاری میں ہے، درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ وہاں بھی اس روایت کے الفاظ اور ترتیب الفاظ ایسی نہیں جیسی فتاویٰ میں ملتی ہے۔ اس سے پہلے محشی نے امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کی تفسیر **الدر المنشور** تحت الآیۃ ۷/۵۴ کا حوالہ دیا ہے۔ اس کے مطالعے سے پتا چلا کہ وہاں یہ الفاظ ہیں: **قالت: الکیف غیر معقول، والاستواء غیر مجهول، والاقرار به ایمان، والجحود به کفر**۔ جو کہ فتاویٰ میں منقول الفاظ سے مختلف ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ راوی کا نام حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بتایا گیا ہے لیکن منقولہ الفاظ حضرت امام مالک بن انس کے ہیں۔ اور جو الفاظ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہیں معلوم نہیں انہیں کو ہی یہاں کیوں نقل نہیں کیا گیا؟ علما کی خدمت میں مجھ جیسے ایک ادنیٰ طالب علم کا یہ ایک سوال ہے اور ان سے تسلی بخش جواب کی امید ہے۔

غیر موجود حوالے:

فتاویٰ کی اس جلد ۲۹ کے مطالعے سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ تخریج کرنے والے معزز علما نے بعض جگہوں پر متن میں حاشیے کی طرف اشارہ کرنے والے نمبر ڈالے ہیں لیکن حاشیے میں کوئی عبارت کوئی حوالہ نہیں ہے۔ مثلاً صفحہ نمبر ۲۶۲ پر **الا ما شاء ربک** پر ۳ جبکہ **مادامت السموٰت والارض** پر ۴ تو لکھا ہے لیکن حاشیے میں کچھ نہیں۔ میرا خیال ہے کہ ۳ کے لیے حاشیہ میں ''القرآن الکریم ۱۱/۱۰۷'' اور ۴

کے لیے حاشیہ میں 'القرآن الکریم ۱۱/۱۰۸' لکھنا چاہیے تھا۔

حاشیہ کے نمبر میں غلطی:

اس جلد میں اخطاء کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ حاشیہ میں نمبروں کو ترتیب وار درج نہیں کیا گیا۔ مثلاً صفحہ ۴۴۳ کے حاشیہ میں ایک بار ۲ لکھنے کے بعد دوبارہ ۲ لکھ دیا گیا ہے جبکہ اس کی بجائے ۳ لکھنا چاہیے تھا۔

قرآنی عبارات میں غلطیوں کی ایک منفرد قسم:

صفحہ ۴۹۰ سطر ۴ پر دو قرآنی آیات کے بعض حصوں کو یوں لکھا گیا ہے: فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاعلموا ان اللہ لا یھدی کید الخائنین ۔ محشی نے ولن تفعلوا پر نمبر ا ڈال کر حاشیہ میں لکھا ''القرآن الکریم ۲/۲۴'' اور الخائنین پر نمبر ۲ لکھ کر حاشیہ میں لکھا: ''۱۲/۵۲''۔ یہ تو درست ہے لیکن لفظ ''فاعلموا'' نہ تو سورۃ البقرۃ ۲/۲۴ میں اور نہ ہی سورۃ یوسف ۱۲/۵۲ میں ہے۔ اس کا کیا حل ہے؟ علما سے رہنمائی کی استدعا ہے۔

خالی حاشیے:

اس جلد کے حواشی میں ایک اور نقص کی طرف اشارہ وہ نمبر بھی کرتے ہیں جن کے آگے کچھ نہیں لکھا۔ مثلاً صفحہ ۶۸۵ کے حاشیہ نمبر ا کے آگے کچھ نہیں لکھا بلکہ جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہے۔ میری تلاش سے یہ معلوم ہوا کہ جس عربی عبارت پر یہ نمبر ڈالا گیا ہے وہ واحدی نیشاپوری کی کتاب ''اسباب النزول'' سورۃ التوبہ آیت ۱۱۳ کے تحت صفحہ نمبر ۱۷۷ پر موجود ہے۔ (بحوالہ مکتبہ الشاملہ، اصدار ثانی)

اخطاء کی ایک اور قسم:

اخطاء کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ ایک ہی لفظ کو مختلف جگہوں پر مختلف حروف سے لکھا گیا ہے۔ مثلاً صفحہ ۱۷ اور ۷۲۸ پر علامہ حفنی کی ایک کتاب کا نام ''حاشیہ شرح ہمزیہ'' لکھا گیا ہے مگر صفحہ ۷۲۰ پر اسے ''شرح حمزیہ'' لکھا گیا ہے۔ اہل علم اس سلسلے میں بھی رہنمائی فرمائیں گے۔

اظہار تشکر:

جلد ۳۰ اور ۲۹ دونوں کی فہرست سازی اور اخطاء کی نشاندہی کا بنیادی کام اور ابتدائی کمپوزنگ دارالعلوم حنفیہ ضیاء القرآن اسلام آباد میں میرے مدرس ساتھی مولانا احسان الحق قریشی اور عزیز طلبہ کاشف محمود قریشی متعلم درجہ ثالثہ، محمد عباس چوہدری متعلم درجہ ثانیہ اور محمد فیصل متعلم درجہ ثانیہ نے کیا۔ میں اللہ کی بارگاہ میں ان کے علم و عمل میں برکتوں کی دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے دین کی خدمت کے لیے منتخب فرمائے۔ آمین

ھذا ما استطعت واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ رضویہ جلد ۲۸ کا ایک سرسری مطالعہ: چند اصلاح طلب پہلو

اس تحریر میں جلد نمبر ۲۸ (طبع رضا فاؤنڈیشن، لاہور، جنوری ۲۰۰۵ء) میں وارد قرآنی آیات میں

اصلاح طلب چند اغلاط اور اخطاء کی نشاندہی کی جارہی ہے جو قرآنی آیات کے متن اور حواشی میں دیئے گئے حوالوں میں پائی گئی ہیں۔ امید ہے رضویات کے میدان میں محققین فتاویٰ سے استفادہ کرتے وقت اور اس کی آیندہ اشاعت کا اہتمام کرنے والے علما اپنی اپنی ضرورت کے مطابق اس تحریر سے مستفید ہوں گے۔

درج ذیل میں پہلے ان عبارات اور مقامات کا ذکر کیا جاتا ہے جہاں اصلاحات کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

قرآنی عبارات میں اخطاء:

صفحہ	سطر	غلط	درست
۱۶۳	۸	فاذا فریق منهم یخشون الناس	واذا فریق منهم یخشون الناس
۱۸۴	۱۷	وما بصاحبکم من جنة	ما بصاحبکم من جنة
۱۸۵	۱۱	قرناء فزینو لهم	قرناء فزینوا لهم
۱۸۶	۱۵	بین یدی نجو کم صدقة	بین یدی نجو کم صدقاتٍ
۲۰۱	۱۹	معروضون	معرضون
۲۱۰	۲	طاعة فاذا بررزوا من	طاعة فاذا برزوا من
۲۱۲	۱۲	ان الذین عند ربک	فالذین عند ربک
۳۷۱	۷	فان لم یاتوا بالشهداء	فاذ لم یاتوا بالشهداء
۴۰۰	۸	وما تشاؤن الا ان یشاء الله رب العلمین	وما تشاءُونَ الا ان یشاء الله رب العلمین
۴۹۲	۲۳	وله الحمد فی	له الحمد فی
۵۹۸	۱۳	حسیسها وهم فیما اشتهت انفسهم	حسیسها وهم فی ما اشتهت انفسهم

قرآنی آیات کے حوالوں میں اخطاء:

جیسا کہ اس سے سابقہ مضامین میں فتاویٰ رضویہ جلد ۲۹ اور ۳۰ کے بارے میں عرض کیا گیا تھا کہ اس میں بعض اغلاط کا تعلق سورتوں کے نمبر سے ہے اور بعض غلطیاں آیات کے نمبروں سے متعلق ہیں، یہی حال جلد ۲۸ میں وارد آیاتِ قرآنی کا ہے۔ اس جلد کی وہ آیات جن کے مسائل یہی ہیں انہیں درج ذیل جدول سے ملاحظہ فرمائیں۔

صفحہ نمبر	سورۃ	حاشیہ نمبر	حاشیے میں غلط حوالہ	درست حوالہ
۵۲	الانعام	۲	القرآن الحکیم ۶/۶۴	القرآن الحکیم ۶/۱۶۴
۱۵۶	المطففین	۱	القرآن الکریم ۸۳/۲۶,۲۷	القرآن الکریم ۸۳/۲۶,۲۷

۴۰۰	المطففین	۳	القرآن الکریم ۱۴/۸۱	القرآن الکریم ۱۴/۸۳
۵۰۱	ص	۱	القرآن الکریم ۶۶/۳۸	القرآن الکریم ۷۶/۳۸
۵۶۷	المعارج	۲	القرآن الکریم ۵۵/۵۴	القرآن الکریم ۱۶،۱۵/۷۰
۵۸۸	اللیل	۱	القرآن الکریم ۱۶/۹۲	القرآن الکریم ۱۶،۱۵/۹۲
۵۹۶	ھود	۳	۱۱۵/۱۱	۱۱۴/۱۱
۵۹۶	النجم	۴	۳۲/۵۱	۳۲/۵۳
۶۱۸	الحجرات	۱	القرآن الکریم ۱۳/۳۹	القرآن الکریم ۱۳/۴۹

ایک سہو کی اصلاح:

اس جلد ۲۸ کے صفحہ ۲۰۱ پر حاشیہ میں دو حوالے دیئے گئے ہیں لیکن متن میں حاشیہ نمبر ا کی طرف اشارہ کرنے والا نمبر نہیں ڈالا گیا۔ اسے غالباً سطر نمبر ۱۶ کے آخری لفظ ''القمر'' پر لکھنا چاہیے۔

ھذا ما اسطعت واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ رضویہ جلد ۲۷ کا ایک سرسری مطالعہ: چند اصلاح طلب پہلو

اس تحریر میں فتاویٰ رضویہ کی جلد نمبر ۲۷ (طبع رضا فاؤنڈیشن، لاہور، اگست ۲۰۰۴ء) میں وارد قرآنی آیات، عربی عبارات، ترجمہ، حواشی وغیرہ میں اصلاح طلب **صرف چند** اغلاط اور اخطاء کی نشاندہی کی گئی ہے۔ امید ہے اس کاوش سے رضویات کے میدان میں کام کرنے والے محققین، فتاویٰ سے استفادہ کرنے والے مفتی صاحبان اور اس کی آیندہ اشاعت کا اہتمام کرنے والے علما کرام اپنی اپنی ضرورت کے مطابق مستفید ہوں گے۔

درج ذیل میں پہلے ان قرآنی عبارات اور فتاویٰ میں ان کے مقامات کا ذکر کیا جاتا ہے جہاں اصلاحات کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

قرآنی عبارات میں اخطاء:

صفحہ	سطر	غلط	درست
۱۳۹	۲۰	اَن الحُکُمُ	اِن الحُکُمُ
۱۷۱	۲۱	امرٌ من عندنا [یعنی امر پر دو پیش کے ساتھ]	قرآن میں امرًا من عندنا ہے۔
۲۱۱	۱۰	ولکم فیھا مستقر ومتاع الی حین	ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین
۵۰۶	۱۶	وھو معکم اینما کنتم	وھو معکم این ما کنتم
۵۰۸	۱۳	او اللہ یقدر الیل	و اللہ یقدر الیل

۵۷۲	۸	فوقکم کیف بنینٰھا وزیّنٰھا	فوقھم کیف بنینٰھا وزیّنّھا
۶۳۴	۹	الحمد للہ الذی ھدٰنا ھذا	الحمد للہ الذی ھدٰنا لھذا
۶۶۳	۱۷	علیکم حفظہ	علیکم حفظۃ

قرآنی آیات کے حوالوں میں اخطاء:

فتاوٰی رضویہ کی جلد نمبر ۳۰، ۲۹ اور ۲۸ کی طرح جلد ۲۷ میں بھی قرآنی آیات کے حوالوں میں اخطاء موجود ہیں۔ لیکن یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس جلد میں اس نوعیت کی فروگزاشتیں انتہائی کم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صرف دو مقامات پر اصلاح کی ضرورت ہے۔

صفحہ نمبر	سورۃ	حاشیہ نمبر	حاشیے میں غلط حوالہ	درست حوالہ
۲۰۵	یوسف	۱	القرآن الکریم ۳۳/۴۰	القرآن الکریم ۱۲/۶۴
۴۰۹	المؤمنون	۳	۳/۸۹	۲۳/۸۹

متنوع فروگذاشتیں:

۱۔ اس جلد ۲۷ کے صفحہ ۴۳، سطر ۹ میں "فی الزمان" کی تکرار ہے یعنی اسے دوبار لکھ دیا گیا ہے جبکہ ایک بار لکھنا چاہیے۔ ہاں اس عربی عبارت کے اردو ترجمہ میں تکرار کی غلطی نہیں ہے۔

۲۔ صفحہ ۲۷ پر سطر ۵ ایک عربی شعر ہے۔ اس کا پہلا مصرعہ ہے: "ما اذا اخاضك یا مغرور فی الخطر"۔ اس کا ترجمہ کیا گیا ہے: "اے مغرور! تجھے کس شے نے خطرے میں ڈالا"۔ اگر یہ ترجمہ درست ہے تو عربی عبارت "ما اذا اخاضك" نہیں ہونی چاہیے لیکن اگر عربی عبارت درست ہے تو پھر ترجمہ اصلاح طلب ہے۔

۳۔ صفحہ ۵۲۱، سطر ۱۹ میں سورۃ القصص کی آیت ۳۲ کے کچھ کلمات نقل کیے گئے ہیں اور حاشیے میں ان کا حوالہ "۱ القرآن الکریم ۲۸/۳۲" دیا گیا ہے۔ یہ حوالہ تو درست ہے مگر اِس کی طرف اشارہ کرنے کے لیے اُن کلمات پر نمبر نہیں ڈالا گیا۔ اسی طرح صفحہ ۵۱۹ پر ایک حاشیہ یوں ہے: "۱ شرح ہدایت الحکمت فصل فی الزمان، مطبع مجتبائی دہلی، ص ۲۱۱ و ۲۱۲"۔ یہ کس عبارت کے لیے ہے؟ پورے صفحے پر کہیں کوئی اشارہ نہیں ملتا۔

۴۔ صفحہ نمبر ۶۱۹ کے نمبر کو اُلٹا لکھ دیا گیا ہے۔ اسے سیدھا لکھنے کی ضرورت ہے۔

خالی حواشی:

۱۔ صفحہ ۹۱ پر ایک عربی عبارت کے یہ الفاظ پائے جاتے ہیں: "من افتی فی کل ما استفتی فھو مجنون [۱]"۔ مگر اس کے حاشیے میں صرف نمبر ۱ ڈالا گیا ہے اور اس کے آگے کسی کتاب وغیرہ کا کوئی حوالہ نہیں لکھا گیا۔ شاید تخریج کے وقت ذمہ دار علما کو حوالہ نہیں ملا ہوگا۔ میں نے جب المکتبۃ الشاملۃ کی

۱۸۰۰ کتب میں کمپیوٹر کے ذریعے تلاش کی کوشش کی تو معلوم ہوا کہ یہ عبارت ابن بطة کی ''الإبانة الکبری'' کے باب ''سلونی عما شئتم'' جز نمبرا میں اور طبرانی کی ''المعجم الکبیر'' جز ۸، باب۲ میں پائی جاتی ہے۔

۲۔ صفحہ ۱۶۶ سطر ۶ اَخطل کا ایک شعر ہے۔ اس پر مصدر/مرجع کی طرف اشارہ کرنے لیے نمبر۲ ڈالا گیا ہے لیکن نیچے حاشیے میں کسی مصدر/مرجع کا ذکر نہیں ہے۔ المکتبة الشاملة میں کمپیوٹر کے ذریعے تلاش کیا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ شعر جاحظ کی مشہور کتاب ''البیان والتبیین'' وشاء کی کتاب ''الموشی'' اور محبی کی کتاب ''نفحة الریحانة'' میں پایا جاتا ہے۔

غلط اعراب:

صفحہ ۱۱۶، سطر ۱۴ میں ایک لفظ ''هَبَنُقَه'' ملتا ہے۔ اس کا تلفظ سمجھانے کے لیے اس پر جو اعراب ڈالے گئے ہیں وہ درست نہیں۔ یہ لفظ ''هَبَنَّقَة'' ہے یعنی نون پر شدّ اور زبر کے ساتھ [دیکھیے: مشہور نحوی خلیل بن احمد کی کتاب العین؛ فیروز آبادی کی القاموس المحیط؛ علامہ ابن منظور کی لسان العرب؛ زَبیدی کی تاج العروس من جواهر القاموس وغیرہ]۔ یہ یزید بن ثروان قیسی کا لقب ہے۔ یہ لفظ انتہائی احمق شخص کے لیے بولا جاتا ہے۔ ثعالبی نے اپنی کتاب ''ثمار القلوب فی المضاف والمنسوب'' میں اس کی حماقت کے کئی قصے بیان کیے ہیں۔ اس کا ذکر ابن جوزی نے اپنی کتاب ''اخبار الحَمقٰی والمُغفلین'' میں اور ابن عبدالبر نے اپنی کتاب ''بهجة المجالس'' کے باب ''المال حمدًا وذماً'' میں بھی کیا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ایک بار اس نے گھونگے، ہڈیاں اور ٹھیکریاں جمع کیں اور ان کا ہار بنا کر گلے میں لٹکا لیا۔ جب پوچھا گیا کہ تو نے ایسا کیوں کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا: ''تاکہ میں گم نہ ہو جاؤں''۔ ایک رات اس کے بھائی نے وہ ہار چپکے سے اس کے گلے سے اتار کر اپنے گلے میں ڈال لیا۔ یزید بن ثروان المعروف هَبَنَّقَه جب صبح کو بیدار ہوا اور اپنے ہار کو اپنے بھائی کے گلے میں دیکھا تو پوچھا: 'اخی انت انا فمن انا؟' بھائی تُو تو میں ہوں مگر میں کون ہوں؟ اسی سے وہ احمق مشہور ہو گیا۔ اور بھی کئی قصے ہیں لیکن قارئین کی ضیافت کے لیے صرف اسی ایک واقعہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید (۱۳۰۴ھ):

اس جلد ۲۷ میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا ایک رسالہ ''مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید'' پایا جاتا ہے۔ درج ذیل جدول میں اس کے دو مختلف نسخوں کے باہمی موازنے کے نتیجے میں سامنے آنے والے مختلف الانواع فروق، اخطاء اور اغلاط کی فہرست بھی قارئین، محققین اور ناشرین کے استفادے کے لیے دی جا رہی ہے۔ تاکہ اصح متن سامنے لانے کے لیے سب اپنا اپنا حصہ ڈال سکیں۔

ان دونسخوں میں سے دائیں جانب دی گئی عبارات اور کلمات فتاویٰ رضویہ کی جلد ۲۷ (از صفحہ ۱۰۵ تا ۱۹۴) کی ہیں۔ جبکہ بائیں طرف دیے گئے کلمات اور عبارات اس نسخے کے ہیں جسے جناب محمد سعید نوری صاحب نے رضا اکیڈمی بمبئی کی طرف سے سلسلۂ اشاعت نمبر ۱۲۶ کے تحت رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ میں (مشتمل بر ۶۴ صفحات) شائع کیا تھا۔ تصحیح کے کام کو آسان بنانے کی خاطر پہلے اور آخری کالم میں ان کے صفحے اور سطر نمبر بھی پیش کیے جارہے ہیں۔

ان اختلافات کے سلسلے میں میری فہم کے مطابق بعض جگہ فتاویٰ رضویہ جلد ۲۷ کی عبارات درست ہیں لیکن بعض جگہ رضا اکیڈمی کے طبع شدہ نسخے کی عبارات درست ہیں۔ مگر میں ان چھوٹے بڑے سب اختلافات کو ختم کرنے کا آخری اور حتمی فیصلہ رضویات کے شعبہ سے متعلق اکابر محققین اور فاضل علما کے حوالے کرتا ہوں۔

صفحہ وسطر	نسخہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن	نسخہ مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی	صفحہ وسطر
۱۰۷/۶	المعقول	العقول	۱۰/۱۵
۱۰۷/۶	اھ ملتقطا	اھ ملفقا	۱۰/۱۵
۱۰۸/۷	مسبوق بالعدم	مسبوق بمادةٍ	۱۱/۵
۱۱۲/۱۴	تعالیٰ علیه وسلم	تعالیٰ وسلم	۱۳/۱۷
۱۱۴/۸	او کیفما ما شاء	او کیفما شاء	۱۵/۴
۱۱۴/۱۲	مردے کو زندے سے اور کون تدبیر	مردے کو زندے سے، مومن سے کافر، انسان سے نطفہ، پرندے سے انڈا اور کون تدبیر	۱۵/۷
۱۱۶/۱۳	ہمارے رب تعالیٰ	ہمارے رب تبارک وتعالیٰ	۱۷/۱
۱۱۷/۱۲	بعض وہ جن کے لیے	بعض وہ ہیں جن کے لیے	۱۷/۱۵
۱۱۹/۱۰	اَمِیرُ الخَیْر	امیر الخمیر	۱۹/۱
۱۲۴/۷	انی اخلق لکم من الطین	انا اخلق من الطین	۲۱/۲۰
۱۲۵/۲۲	به بالکفو	به من الکفو	۲۲/۱۲
۱۲۷/۶	رہا سہا بھرم	رہا سہا سب بھرم	۲۳/۷
۱۲۸/۹	قتل کردو	قتل کرو	۲۳/۲۳
۱۳۱/۱۷	الاّ واحد	الاّ الواحد	۲۶/۴
۱۳۲/۴	نقطع بکفر	یقع بکفر	۲۶/۶

۱۳/۱۳۴	من خرج ببدعته	من خرج ببدعة	۵/۲۷
۴/۱۳۶	کانوا مصبئین	کانوا مصبیین	۲۱/۲۷
۳/۱۴۰	سبحٰن الله وتعالیٰ	سبحٰنه وتعالیٰ	۲۳/۳۰
۶/۱۴۲	ونحن قد بینا	وانا قد بینا	۲/۳۲
۱/۱۴۳	او جهل او عبث	او جهل او عیب	۱۲/۳۲
۱۰/۱۴۴	نسألَ اللهَ	نسألَ الله	۱۱/۳۳
۱۷/۱۴۷	وانه اهلک عادا الاولیٰ	و اهلک عاد الاولیٰ	۴/۳۶
۳/۱۴۹	رُؤیتِ الٰہی نہ ہوئے	رُؤیتِ الٰہی نہ ہوئے گی	۳/۳۷
۱۳/۱۴۹	فمضمن مقالاتهم	فمضمن مقالهم	۱۱/۳۷
۱۹/۱۵۳	دائرہ زمان سے باہر قدم	دائرہ زمان سے قدم باہر	۲۱/۳۹
۹/۱۵۶	ولا تفکروا فی الله	ولا تفکروا فی کل شیء ولا تفکروا فی ذات الله	۱۱/۴۱
۱۰/۱۵۶_۲	واخرج ابو الشیخ فی العظمة عن ابن عباس تفکروا فی کل شیء، ولا تفکروا فی ذات الله،	پوری عبارت غائب	۱۲/۴۱
۱۳/۱۵۷	نکفر من دان بغیر ملة المسلمین من الملل	یکفر من لم یکفّر من دان بغیر ملة الاسلام،	۲/۴۲
۱۵/۱۵۷	وان اظهر مع ذلک الاسلام واعتقده ابطال	وان اظهر الاسلام واعتقده واعتقد ابطال	۳/۴۲
۱/۱۶۱	ما عظّم الله	ما عظّم الله تعالیٰ	۵/۴۴
۱۵/۱۶۱	حاجت ہو	حاجت ہوئی	۱۴/۴۴
۲۰/۱۶۴	انه کان یعلم الصحابة هذه الشقاشق	انه کان یعلم الشقاشق	۱۵/۴۶
۱۶/۱۶۵	اس کے اطلاق پر ایہام نقص	اس کے اطلاق میں ایہام نقص	۱/۴۷
۱۸/۱۶۹	عبدللرشید	عبدالرشید	۴/۴۹
۲۰/۱۶۹	و قمع ظلمهم	وقطع ظلمهم	۵/۴۹
۱۷/۱۷۰	اپنے نفس کے لیے ناجائز ہے	اپنے نفس کے لیے ناجائز	۱۵/۴۹

۱۱/۱۷۸	والذی نحرر أنه	انّ الذی تحرر أنه	۴/۵۴
۱۶/۱۷۸	لا یفتیٰ بالتکفیر	لا یُفتٰی بالتکفیر	۶/۵۴
۲۱/۱۸۱_۲۲	فقیل: ما لم یعقد	فقیل: لا ما لم یعقد	۱۷/۵۵
۱۷/۱۸۳	نکل بھی سکی تو یہ بالجزم بین	نکل بھی سکی تو، یہ تو بالجزم بین	۱۸/۵۶
۴/۱۸۷	علم فلسفی میں بَکا لگے	علم فلسفی میں بَکا لگے گا	۱۵/۵۹
۲۴/۱۸۸	اپنے حالات پر غور کرو	اپنے حالات غور کرو	۳/۶۱
۹/۱۹۱	اگر دوبارہ کیا تو سیاہی	اگر دوبارہ کیا تو اور سیاہی	۴/۶۳
۱۰/۱۹۲	وما سوٰی فوسواس	وَمَا سِوٰی ذَاکَ وَسْوَاسٌ	۲۵/۶۳

نوٹ: قارئین اور علما کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ یہ فقیر فتاویٰ رضویہ پر کام کسی اور پہلو سے کر رہا ہے۔ اغلاط اور اختلافات کو محققین کی خدمت میں پیش کرنے کا کام ثانوی طور پر ہوتا جا رہا ہے۔ اس لیے یہ نہ سمجھا جائے کہ میں ان مقالات میں ہر قسم کی غلطی کو سامنے لا رہا ہوں۔ ہر جلد کی سیکڑوں قابلِ اصلاح عبارات میں سے یہ **صرف چند** ہیں۔ ھذا ما اطلعت واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ رضویہ جلد ۲۶ کا ایک سرسری مطالعہ: اصلاح طلب پہلو

زیر نظر تحریر کے ذریعے فتاویٰ رضویہ کی جلد ۲۶ (طبع رضا فاؤنڈیشن، لاہور، مارچ ۲۰۰۴ء) میں وارد قرآنی آیات، عربی عبارات، ترجمہ، حواشی وغیرہ میں اِصلاح طلب **صرف چند** اغلاط اور اخطاء کی نشان دہی کی جارہی ہے۔ امید ہے اس سے رضویات کے میدان میں کام کرنے والے محققین، فتاویٰ سے استفادہ کرنے والے مفتی صاحبان اور اس کی آیندہ اشاعت کا اہتمام کرنے والے علما عظام اور ناشرین کرام اپنی اپنی ضرورت کے مطابق مستفید ہوں گے۔

اس جلد میں مذکور صرف تین قرآنی عبارات میں فروگذاشتیں نظر آئی ہیں۔ درج ذیل میں پہلے انہیں ملاحظہ کیجیے۔

قرآنی عبارات میں اخطاء:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۷۹	۲	فلهن الثمن مما تركتم بعد	فلهن الثمن مما تركتم من بعد
۵۳۱	۳	ومن يعظم حرمت الله فذلك خير عند ربه	ومن يعظم حرمت الله فهو خير له عند ربه
۵۶۹	۲	يسبح له السموٰت السبع والارض	تسبح له السموٰت السبع والارض

قرآنی آیات کے حوالوں میں اَخطاء:

جیسا کہ اس سے سابقہ مضامین میں فتاویٰ رضویہ کی جلد نمبر ۳۰ تا ۲۷ کے بارے میں عرض کیا گیا تھا کہ اُن میں بعض اغلاط کا تعلق سورتوں کے نمبر سے ہے اور بعض غلطیاں آیات کے نمبروں سے متعلق ہیں یہی حال جلد ۲۶ میں وارد آیاتِ قرآنی کا بھی ہے۔ لیکن یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس جلد میں اس نوعیت کی فروگزاشتیں جلد ۲۷ کی طرح انتہائی کم ہیں اور صرف دو مقامات پر اصلاح کی ضرورت ہے۔

صفحہ نمبر	سورۃ	حاشیہ نمبر	حاشیے میں غلط حوالہ	درست حوالہ
۴۲۹	التوبہ یا المنافقون	۱	القرآن الکریم ۱۱/ ۴۶	القرآن الکریم ۹/ ۳۰ یا ۶۳/ ۴
۶۰۴	القصص	۱	القرآن الکریم ۲۸/ ۲۸	القرآن الکریم ۲۸/ ۸۸

بعض عربی عبارات میں غلطیاں:

بعض عربی عبارات میں کچھ غلطیاں سرسری طور پر دیکھنے سے سامنے آگئیں۔ ان کی تصحیح کے لیے میرے پاس الاتقان کا مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، سعودیہ کا طبعہ ثانیہ ۱۹۹۸ء والا نسخہ تھا اور شرح معانی الآثار کے جملے کو مکتبہ شاملہ میں کمپیوٹر کے ذریعے دیکھا تھا۔

صفحہ نمبر	سطر	غلط	صحیح	جس کتاب کی عبارت ہے
۴۴۰	۱۵	لیس من امبر الصیام فی امسفر	لیس من امبر امصیام فی امسفر	شرح معانی الآثار
۴۴۶	۱۴	واکتر لحنا	واکثر لحنا	الاتقان
۴۴۷	۳	ما تقولون فی ھذا القراءۃ	ما تقولون فی ھذہ القراءۃ	الاتقان
۴۴۷	۲۱	لأیات سورۃ علی ما وقفھم	لأیات سُوَرِہٖ علی ما وقفھم	الاتقان
۴۴۸	۲	حین قرؤوہ بلغاتھم	حتی قرؤوہ بلغاتھم	الاتقان
۴۴۸	۸	وان کان قد وسّع فی قراءتہ	وان کان قد وُسِّعَ قراءتہ	الاتقان
۴۴۸	۱۱	ذلک انتھت	ذلک قد انتھت	الاتقان

متنوع فروگذاشتیں:

۱۔ صفحہ ۹۲، سطر ۱۵ میں سورۃ المجادلۃ کی آیت ۲ کے کچھ کلمات نقل کیے گئے ہیں۔ آخری کلمۃ وَلَدْنَھم پر حاشیہ کی طرف اشارہ کرنے والا نمبر ۲ بھی لکھ گیا ہے مگر حاشیے میں حوالہ دیتے وقت صرف ''القرآن الکریم ۵۸/۲'' لکھا ہے۔ یہاں ۲ لکھنے کی ضرورت ہے۔ دوسری بات اس سلسلے میں یہ ہے کہ مترجم نے ان کلمات

کا ترجمہ "ان کی مائیں نہیں مگر وہ جنھوں نے ان کو جنا" لکھا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ ترجمہ اعلیٰ حضرت کے ترجمے "ان کی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں۔" (کنز الایمان) سے بہتر نہیں ہے۔

۲۔ صفحہ ۲۹۱ پر حاشیہ میں اڈال کردہ کتابوں (الرسالة القشيرية اور الحديقة الندية) کا حوالہ دیا گیا ہے۔ یہ حوالہ کس عبارت کے لیے ہے؟ پورے صفحے پر کوئی نشان نہیں ڈالا گیا۔

۳۔ صفحہ ۳۲۸، سطر ۱۱ میں ایک حدیث کے الفاظ کو یوں لکھا گیا ہے: من استعجل اخطاء۔ اس آخری لفظ کو 'اخطا' لکھنا چاہیے جو کہ فعل ہے۔ اسے اگر اخطاء لکھیں گے تو یہ فعل نہیں ہوگا بلکہ خطا کی جمع ہوگی۔ حدیث میں فعل آیا ہے نہ کہ خطا کی جمع۔

۴۔ صفحہ ۴۷۱، سطر ۱۰ میں "يعلم ما بين ايديهم وما خلفهم" لکھ کر اس کے اوپر ۲ لکھا گیا مگر حاشیہ میں اس کے لیے کچھ نہیں لکھا گیا۔

الصمصام على مشكك في آية علوم الأرحام (۱۳۱۵ھ):

جلد ۲۶ میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا ایک رسالہ "الصمصام على مشكك في آية علوم الأرحام" بھی شامل کیا گیا ہے۔ یہ وہ رسالہ ہے جو محترم ریاض شاہد نے اوکاڑہ سے (غالباً اگست/ستمبر ۲۰۰۵ء میں) مجھے بھیجا تھا تاکہ میں اس کا انگریزی ترجمہ کردوں۔ یہ وہ نسخہ تھا جو حضرت علامہ شاہ تراب الحق قادری مدظلہ کے اہتمام سے بزمِ فکر و عمل کراچی نے جمادی الآخر ۱۴۱۰ھ مطابق جنوری ۱۹۹۰ء میں جبکہ رضا اکیڈمی بمبئی نے ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ کو انڈیا سے شائع کیا تھا۔ اور یہی وہ رسالہ ہے جس کے مطالعے کے بعد اس عاجز کا تعلق فتاویٰ رضویہ سے بڑھتا گیا۔

جب اس مرسلہ رسالے کا مطالعہ کیا تو کئی اغلاط وغیرہ نے فہم مطالب میں مشکل پیدا کردی۔ اس رسالے کے کسی دوسرے نسخے کی تلاش کی تو معاونین نے بتایا کہ اسے جلد نمبر ۲۶ میں دیکھ لوں۔ اسے ملاحظہ کیا تو اخطاء و اغلاط کی کچھ اور شکلیں سامنے آگئیں۔ صرف اُنیس صفحے کے اس رسالے میں اغلاط کو ابتدائی مرحلے میں جب مرتب کیا تو یہ تقریباً (۱۲۰) کے عدد کو پہنچ گئیں۔

اہل سنت کی صحیح دینی تربیت کے لیے دردِ دل رکھنے والے مفکرین اور ناشرین کی توجہ حاصل کرنے کے لیے ان اخطاء کو درج ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔ فہرست کے پہلے کالم میں دیا گیا صفحہ نمبر فتاویٰ رضویہ کی جلد ۲۶ کے مطابق ہے، دوسرے کالم میں سطر کا نمبر بھی اِسی جلد کے مطابق ہے، تیسرے کالم میں اسی جلد کے کلمات ہیں جبکہ آخری کالم میں نسخہ مطبوعہ کراچی کے اختلافی کلمات کو درج کیا گیا ہے۔

صفحہ نمبر	سطر	کلمات وعبارات بمطابق فتاویٰ رضویہ جلد ۲۶	بمطابق نسخہ کراچی
۴۶۷	۹	...دست بستہ تسلیم، اس کے بعد...	دست بستہ تسلیم رسانی کے بعد

۴۶۷	۱۱	مسئلہ یہ ہے کہ اللہ پاک قرآن میں فرماتا ہے	ایک پادری کا کہنا ہے کہ قرآن میں ہے
۴۶۷	۱۲	حالانکہ ایک آلہ نکلا ہے	حالانکہ ہم نے ایک آلہ نکالہ ہے
۴۶۷	۱۴	عفاء	عفا
۴۶۸	۱۱	البورۃ	البرارۃ
۴۶۹	۴	نہاں وعیاں	نہاں اور عیاں
۴۶۹	۱۱	اور کوئی جی نہیں جانتا	اور کوئی بھی نہیں جانتا
۴۶۹	۱۳	بیشک اللہ ہی جاننے والا خبردار	بیشک اللہ ہی ہے جاننے والا خبردار
۴۶۹	۱۶	پھر کیا تمھیں جوڑے جوڑے اور	پھر کیا تمھیں جوڑے اور
۴۶۹	۱۷	الا یعلمه	الا بعلمه
۴۶۹	۱۹	مگر یہ سب لکھا ہے	مگر سب لکھا ہے
۴۶۹	۲۲	اللہ ہی کی طرف پھرا جاتا ہے	اللہ ہی کی طرف پھیرا جاتا ہے
۴۷۰	۵	اذ انشاء	اذ انشأ
۴۷۰	۱۰	پیٹ رہتے وقت	پیٹ میں رہتے وقت
۴۷۰	۱۵	سمٹتے پھیلتے ہیں	سمٹتے پھیلتے ہیں
۴۷۰	۱۶	نہ تخصیص ذکورت وانوشت کا ذکر	نہ تخصیص ذکور وانوث کا ذکر
۴۷۰	۱۷	گھڑت	گڑہت
۴۷۰	۱۸-۱۹	کسی طرح تدبیر سے اتنا معلوم نہیں کرسکتا	کسی طرح کسی تدبیر سے اتنا نہیں معلوم کرسکتا
۴۷۰	۱۹	فرمایا ہوتو نشان دو	فرمایا تو نشان دو
۴۷۰	۲۰-۲۱	بعض جہل طویل وعجز مدید بعض	بعد جہل طویل اور عجز مدید کے بعض
۴۷۰	۲۱	فانی وزائل و بے حقیقت	فانی وزائل و بے اصل و بے حقیقت
۴۷۰	۲۲	وہ اسی بارگاہ	وہ بھی بارگاہ
۴۷۱	۳	اللہ جانتا ہے	جانتا ہے
۴۷۱	۷	سر بفلک کشیدہ	سر بفلک کشیدہ
۴۷۱	۸	ایک نہایت قلیل وذلیل	ایک نہایت قلیل رذیل
۴۷۱	۹	اللہ جانتا ہے	اللہ تعالیٰ جانتا ہے
۴۷۱	۱۱	جو کچھ گزرا اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے	جو کچھ آئے گا اور جو کچھ گزرا

۴۷۱	۱۲	عاقل منصف	عاقل مصنف
۴۷۱	۱۷	کسی علم کی حضرت عزّ وجل سے تخصیص	کسی علم کی حضرت عزّ وجل سے تخصیص
۴۷۱	۲۰	کسی آلہٗ جارحہ	کسی آلہ وجارحہ
۴۷۱	۲۲	علم کا وجوب کہ کبھی کسی طرح	علم کا وجوب کہ کسی طرح
۴۷۱	۲۳	علم کا اثبات	علم کا ثبات
۴۷۲	۱	علم کا اقصیٰ غایات کمالات	علم کا اقصیٰ غایت کمال
۴۷۲	۷	ان وجوہ ستہ کا جامع ہو	ان وجوہ ستہ کا ہو
۴۷۲	۱۵	بحقیقت حقیقہ	بحقیقت حقیقیہ
۴۷۲	۱۷	یا لغیر ہو	یا بالغیر ہو
۴۷۲	۱۹	بحضرت عزّت عزت عظمۃ	بحضرت عزّت عظمتہ
۴۷۲	۲۲	علوم عظیمہ عطا فرمائے	علوم عظیمہ ثابت فرمائے
۴۷۴	۴	اپنی اپنی نماز وتسبیح	اپنی نماز وتسبیح
۴۷۴	۱۰_۱۱	یہ سب نامتناہی نامتناہی علوم	یہ سب نامتناہی نامتناہی علوم
۴۷۴	۲۰	ما نحن فیہ میں مولا سبحانہ وتعالی	ما نحن فیہ مولیٰ سبحانہ وتعالی
۴۷۵	۲_۳	ظاہر ایسی صورت میسر نہیں	ظاہر ایسی صورت نہیں
۴۷۵	۳	کہ جنین رحم میں	کہ جنہیں رحم میں
۴۷۵	۴	بعد علوق فم رحم	بعد میں علوق فمِ رحم
۴۷۵	۵	جنین محبوس	جنیں محبوس
۴۷۵	۵_۶	بلکہ خود اس پر	بلکہ اس پر
۴۷۵	۶	ایک غشائے رقیق ملاتی جسم مبین	ایک غشائے رقیق ملاتی جسم جنیں
۴۷۵	۷_۸	بول مجتمع رہتا ہے	بول جمع رہتا ہے
۴۷۵	۸_۹	ایسی حالتوں میں بدن	ایسی حالت میں بدن
۴۷۵	۱۲	جنین کا بیشتر جنبش	جنیں کی پیشتر جنبش
۴۷۵	۱۳	حجم میں اقرائیش	حجم میں افزائش
۴۷۵	۱۶	پشم کبود میں زراوند	پشم کبود میں زراوند
۴۷۵	۱۶	صبح علی اریق حمول	صبح علی الریق حمول

۴۷۵	۱۷	شیریں ہوا یا تلخ	شیریں ہو یا تلخ
۴۷۵	۲۱	بذریعہ قواسر پانچوں حجابوں	بذریعہ قواسر پانچواں حجابوں
۴۷۶	۵	اور طلوع مرئی کہ وہی	اور طلوع حقیقی سے طلوع مرئی کہ وہی
۴۷۶	۶	وقوع حجاب میں کچھ دیر تک	وقوع حجاب بھی کچھ دیر تک
۴۷۶	۷	فقیر غفر اللہ تعالٰی لہٗ نے	فقیر غفر اللہ تعالٰی نے
۴۷۶	۷	مؤامرات ربجیہ	مؤامرات زیجیہ
۴۷۶	۹	حاجت	حاجب
۴۷۶	۱۲	مقدار عُسر قطر تک	مقدار عشر قطر تک
۴۷۶	۱۴	اعضائے جنیں باچناں وچنیں	اعضائے جنیں یاچناں وچنیں
۴۷۶	۲۱	کروڑوں علم عام انسان بلکہ حیوانات	کروروں علم عام انسان بلکہ عام حیوانات
۴۷۷	۲	دیکھو ابھی تمھیں آیت	دیکھو تمہیں ابھی آیت
۴۷۷	۲	ماں کے پیٹ سے نرے جاہل	ماں کے پیٹ سے جاہل
۴۷۷	۷	دُنیا کمانے کی راہ بتائی	دُنیا کمانے کی راہ بتلائی
۴۷۷	۸	ہاتھ جوارح دیئے	ہاتھ جوارح دیئے
۴۷۷	۱۷	کس مرنے کا چکھا	کس مزے کا چکھا
۴۷۸	۵-۶	بعد تصریح عملی	بعد تشریح عملی
۴۷۸	۹	ہر نقطہ ارضی	ہر نقطۂ ارضی
۴۷۸	۹	دور و موجود و حال	دور و موجودہ و حال
۴۷۸	۱۰	بعد بتاؤ یہ لا تعد و لا تحصی	بُعد بتاؤ یہ لا تعداد لا تحصی
۴۷۸	۱۳	کروڑہا کروڑ	کرورہا کرور
۴۷۸	۱۹	دو کلموں کے سرخ میں	دو کلموں کے شرح میں
۴۷۸	۲۲	کہ نامتناہی معدود ومحدود	کہ نامتناہی ہیں معدود ومحدود
۴۷۸	۲۳	اپنے گھر کے کہ آدمی	اپنے گھر کے آدمی
۴۷۹	۱	کتنی دیر بعد کون سی حمل ونقرہ میں	کتنی دیر بعد حمل ونقرہ میں
۴۷۹	۵	رحم شریف کئی بار	رحم شریف کیے بار
۴۷۹	۹	سکندر تھرڈ پر برآمد	سکنڈ تھرڈ پر برآمد

۴۷۹	۱۱	آپ کئی بار زور لگائیں گے	آپ کیے بار زور لگائیں گے
۴۷۹	۱۹	عالم ارحام بننے کے مدعی نہ سہی	عالم ارحام بننے کے بعد مدعی نہ سہی
۴۸۰	۱	کتنی چیونٹیاں کتنے چیونٹے	کتنی چیونٹیاں کے چیونٹے
۴۸۰	۲	خفاش کے سب پرند اور نیز مچھلیاں	خفاش کے سوا سب پرند اور تیز مچھلیاں
۴۸۰	۲	وغیر ہا لاکھوں میں داخل نہ تھے	وغیر ہا لاکھوں جانور کہ انڈے دیتے ہیں پادری صاحب کی حکمت سب جگہ بیکار ہے کیا یہ یعلم ما فی الارحام میں داخل نہ تھے
۴۸۰	۳	پیٹ آلے کے قابل	پیٹ آنے کے قابل
۴۸۰	۴	درگزروں فقط قابل آلہ فقط انسان	درگزرکروں فقط قابل آلہ فقط بلکہ انسان
۴۸۰	۷	میم صاحبہ...کلام کروں اب لو لاکھوں	میم صاحب...کام کروں اب تو لاکھوں
۴۸۰	۸	گھڑیا	گڑھیا
۴۸۰	۹_۱۰	اخصائے اندرونی	اعضائے اندرونی
۴۸۰	۱۳	بولومیس میڈم	بولومس میڈم
۴۸۰	۱۶_۱۷	اور پیر اور دونوں لب بالا چاروں لب زیریں	اور پیڑو اور دونوں لب بالا چار ولب زیریں
۴۸۰	۱۸	کئی درجے دقیقے	کے درجے دقیقے
۴۸۱	۶	اور ہرگز نہ بتا سکو گے	اور اگر ہرگز نہ بتا سکو گے
۴۸۱	۱۱	وقرے کے محصول	وقریے کے محصول
۴۸۱	۱۲	گدیہ گر،...بولا...ہیولے چوزٹوں بل کے	گداگر،...لولا...ہیولی چوزٹوں کے بل
۴۸۱	۱۵	محاصل معادِن و بحار	محاصل معادن و بحار
۴۸۱	۱۷	مسلمانوں نہ فقط مسلمانوں ہر قوم کے عاقلوں	مسلمانو نہ فقط مسلمانو ہر قوم کے عاقلو
۴۸۱	۲۳	بے عطائے سلطان ہو گیا	بے عطائے سلطانی ہو گیا
۴۸۱	۲۳	خزائن شاہی کے برابر ہو لیا	خزائن شاہی کے برابر ہو گیا
۴۸۲	۱	کس ملعون بناء پر	کس ملعون کے بنا پر
۴۸۲	۲	اندھے سے بھی بہت بدتر حالت	اندھے سے بھی بدتر حالت
۴۸۲	۵_۶	ہر متناہی کو دوسری متناہی سے	ہر متناہی کو دوسرے متناہی سے

۴۸۲	۶	ہزار صفر لگا بخلاف	ہزار صفر لگا کر بخلاف	
۴۸۲	۱۲	نہیں خروخوک سب کے منہ پر	نہیں جو خروخوک سب کے منہ پر	
۴۸۲	۱۷	متحیر ہوتے ہیں، سبحان اللہ اللہ اللہ کہاں	متحیر ہوتے، سبحان اللہ۔ اللہ کہاں	
۴۸۲	۱۸	بونگا	لونگا	
۴۸۲	۱۹	ناپاک ناشتہ کھڑے ہوکر	ناپاک ناشتہ کھڑے ہوکر	
۴۸۲	۲۲	کودن	کودھن	
۴۸۳	۱	کنواری پاکیزہ بتول	کواری پاکیزہ بتول	
۴۸۳	۲	گائیں، خدا کا بیٹا	گائیں خدا اور خدا کا بیٹا	
۴۸۳	۳	خون کے پیاسے لوٹیوں کے بھوکے	خون کے پیاسے بوٹیوں کے بھوکے	
۴۸۳	۵	موت کے بعد کفار کو	موت کے بعد کفارے کو	
۴۸۳	۷	بیٹے کو سُولی	بیٹے کی سُولی	
۴۸۳	۱۰_۱۱	بیہودہ کلام گھڑیں	بیہودہ کلام گڑھیں	
۴۸۳	۱۱	مثال	امثال	
۴۸۳	۱۲	باب ۲۳ ورس ۱۵ تا ۸۸	باب ۲۲ ورس ۱۵ تا ۱۸	
۴۸۳	۱۳	اسے چن رکھا	اسے چن رکھنا	
۴۸۴	۱	اشمویل نبی	اسمویل نبی	
۴۸۵	۱	خدا کی دو جوروں کا قصہ	خدا کی دو دو جوروں کا قصہ	
۴۸۵	۱	ان کی بے حد زناکاریوں	ان کے بے حد زناکاریوں	
۴۸۵	۲	پورلیس رسول کا خط کلتیوں کو	پولس رسول کا خط گلتیوں کو	
۴۸۶	۱۸	محل کے رہنے والا پتھر پھینکنے کی ابتدا کرے	محل کے رہنے والو پتھر پھینکنے کی ابتدا نہ کرو	

میں عاجز تو اس رسالے کا انگریزی میں ترجمہ کرنے چلا تھا لیکن اختلاف متن کی گمبھیر گھاٹیوں میں پھنس کر رہ گیا۔ تصحیح متن کے مسئلے نے مجھے جب آگے نہ بڑھنے دیا تو اس فہرست کو ایک طرف میں نے ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی کو بذریعہ ای میل ارسال کیا جسے مکرمی سید وجاہت رسول قادری صاحب زید مجدہ نے جامعہ نظامیہ لاہور میں متعلقہ علما کے پاس بھیج دیا اور دوسری طرف میں نے ۲۱ رنومبر ۲۰۰۵ء کو لاہور میں اپنے استاذ محترم ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی صاحب زید مجدہ کو دو صفحوں پر مشتمل ایک خط اور پانچ صفحوں پر مشتمل یہ فہرستِ اغلاط بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک ارسال کیے۔ لیکن ان کے والد گرامی محسن اہل سنت حضرت علامہ

محمد عبدالحکیم شرف قادری زید مجدہٗ و عنایتہٗ نے مجھ ادنیٰ طالب علم پر خصوصی کرم نوازی فرمائی اور اپنے دست مبارک سے ۳؍دسمبر ۲۰۰۵ء کو چھ صفحات پر مشتمل میرے خط کا جواب لکھا، فہرست اغلاط میں جو کلمات وعبارات درست تھیں ان پر ٹِک کر دیا، بعض جگہوں پر توضیحی الفاظ لکھے اور بعض جگہوں پر معاون نشانات بھی لگائے۔ انہوں نے اصل اپنے پاس رکھی اور اس کی فوٹو کاپی مجھے بھیج دی۔ آپ کی تصحیح کے مطابق مذکورہ بالا فہرست میں سے فتاوی جلد ۲۶ میں شامل اس رسالے میں تقریباً ۶۱ کلمات وعبارات درست ہیں، بقیہ اصلاح طلب ہیں۔ اسی طرح نسخہ کراچی کے ۵۴ کلمات وعبارات درست ہیں بقیہ میں یہ بھی اصلاح طلب ہے۔

رضا فاؤنڈیشن لاہور نے فتاوی رضویہ کا ایک ایڈیشن ربیع الاوّل ۱۴۲۷ھ/ اپریل ۲۰۰۶ء میں جب ۳۰ کی بجائے ۳۳ جلدوں میں شائع کیا تو اس کی جلد نمبر ۲۶ میں موجود ''الصمصام علی مشکک فی آیۃ علوم الأرحام'' میں میری تیار کردہ فہرست اغلاط جو کراچی سے انہیں پہنچی کو سامنے رکھ کر تقریباً ۳۸ جگہوں پر تصحیح کر دی۔ حاشیہ وغیرہ کسی جگہ اس کی اطلاع قارئین کو نہیں دی گئی مگر غور سے دیکھنے والے قارئین تصحیح شدہ مقامات کو ملاحظہ فرما سکتے ہیں کیونکہ انہیں ذرا چھوٹے قلم سے لکھا گیا ہے۔ بہرحال یہ رسالہ اب بھی بقیہ جگہوں پر تصحیح کا متقاضی ہے۔

۳؍دسمبر ۲۰۰۵ء کا محررہ حضور شرف صاحب زید مجدہ کا خط مجھے ملا تو مَیں نے رسالے کا انگریزی میں ترجمہ شروع کیا۔ سوائے ایک دو کلمات کے مَیں نے اُن کی تصحیح پر مکمل اعتماد کیا۔ ترجمہ کے دوران رسالے کے اردو متن میں درج ذیل مزید غلطیاں سامنے آ گئیں۔

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	(میری سمجھ کے مطابق) صحیح
۴۷۵	8	شیمہ	مشیمہ
۴۷۵	۲۱	توسیع وتفریح	توسیع وتفریج
۴۷۶	۱	زجاج عقرب	زجاج اقرب
۴۷۶	۳	علم مناظر انعطاف	علم مناظر اِنعطاف
۴۸۳	۷	باب کی خدائی	باپ کی خدائی
۴۸۶	۱۷	یہ پہلی اپنی ساختہ	یہ پہلے اپنی ساختہ

اس رسالے الصمصام کا میرا کیا ہوا انگریزی ترجمہ کراچی سے ۲۰۰۶ء میں امام احمد رضا کانفرنس سے کچھ دن پہلے شائع ہو گیا۔ قارئین نے پسند کیا، الحمد للہ علی ذلک ۔حضرت مولانا محمد منشا قصوری زید مجدہٗ نے صدر ادارہ محترم جناب سید وجاہت رسول قادری صاحب کو جو خط مؤرخہ ۱۶/ اپریل ۲۰۰۶ء ارسال فرمایا تھا اس کے ساتھ انہوں نے جامعہ نظامیہ لاہور میں الدرجۃ الخامسۃ کے طالب علم محترم جناب حافظ محمد نعیم کشمیری زید علمہٗ کے (الصمصام کے میرے انگریزی ترجمہ پر) چند ملاحظات بھی روانہ

فرمائے تھے۔ ان کی تعداد غالباً ۲۸ تھی۔ اس کے علاوہ انہوں نے آخر میں ایک نوٹ بھی لکھا تھا۔

اس تحریر کے ذریعے میں محترم حافظ صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے نہ صرف میرے ترجمے کو گہری نظر سے ملاحظہ فرمایا بلکہ اپنی سمجھ کے مطابق قابل اصلاح مقامات کو تحریر فرما کر ادارہ کراچی کے ذریعے مجھ تک پہنچایا۔ حافظ صاحب! جزاک اللہ خیر الجزاء فی الدنیا و الآخرۃ۔ اللہ کریم آپ کے علوم، حیاۃ و حسنات میں برکتیں عطا فرمائے، صلحا و اولیا کی معیت نصیب فرمائے، اور دین اسلام کی اس انداز سے خدمت سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے جس کی آج برطانیہ میں سخت ضرورت ہے، آمین۔ لیکن ان کی فہرست میں چند جگہوں پر خفیف سی غلطی کے سوا کچھ غلط معلوم نہیں ہوا۔ اگر وہ اس کی وضاحت بھی فرماتے کہ ان مقامات پر میرے اختیار کردہ کلمات کس طرح غلط اور ان کے تجویز کردہ کس بنا پر درست ہیں تو بہت اچھا ہوتا۔

جو بات حافظ صاحب نے نوٹ میں 'چاروں لب زیریں' کے بارے میں لکھی وہ درست ہے میں ان کے ساتھ اتفاق کرتا ہوں۔ مجھے بعد میں فتاویٰ کی پہلی جلد (مطبوعہ اگست ۱۹۹۱ء، ص ۴۵۰، سطر ۶) کے مطالعے سے معلوم ہوا کہ خود اعلیٰ حضرت نے بھی اس کی وہی وضاحت فرمائی ہے جس کی طرف حافظ صاحب اشارہ کر رہے ہیں، مگر بوقت ترجمہ میں نے حضور شرف قادری صاحب مدظلہ العالی کی وضاحت کے مطابق ترجمہ کیا تھا لیکن آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہونی چاہیے۔

هذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ رضویہ جلد ۲۵ کا ایک سرسری مطالعہ: چند اصلاح طلب پہلو

زیر نظر تحریر کے ذریعے فتاویٰ رضویہ کی جلد نمبر ۲۵ (طبع رضا فاؤنڈیشن، لاہور، ستمبر ۲۰۰۳ء) میں وارد قرآنی آیات، عربی عبارات، ترجمہ، حواشی وغیرہ میں اصلاح طلب **صرف چند** اغلاط اور اخطاء کی نشاندہی کی جا رہی ہے۔ امید ہے اس سے رضویات کے میدان میں کام کرنے والے محققین، فتاوی سے استفادہ کرنے والے مفتی صاحبان اور اس کی آئندہ اشاعت کا اہتمام کرنے والے علما عظام اور ناشرین کرام اپنی اپنی ضرورت کے مطابق مستفید ہوں گے۔

قرآنی عبارات میں اخطاء:

اس جلد میں مذکور صرف دو قرآنی عبارات میں فروگذاشتیں نظر آئی ہیں۔ درج ذیل میں پہلے انہیں ملاحظہ کیجیے۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۳	۱۱	ما سلکم فی سقر	ما سلککم فی سقر

۸۴	۱۰	فوق رؤسھم	فوق رء وسھم

قرآنی آیات کے حوالوں میں اَخطاء:

فتاوٰی رضویہ (جدید) میں بعض اغلاط کا تعلق سورتوں کے نمبر سے ہے اور بعض غلطیاں آیات کے نمبروں سے متعلق ہیں۔ جلد ۲۵ میں اس نوعیت کی فروگزاشتیں بہت کم ہیں اور صرف تین مقامات پر اصلاح کی ضرورت ہے۔

صفحہ نمبر	سورۃ	حاشیہ نمبر	حاشیے میں غلط حوالہ	درست حوالہ
۱۰۵	النور	۲	القرآن الکریم ۲/۵	القرآن الکریم ۲/۲۴
۴۰۸	النساء	۱	القرآن الکریم ۴/۱۱	القرآن الکریم ۴/۱۲
۵۴۳	ھود	۲	القرآن الکریم ۵/۵۴	القرآن الکریم ۱۱/۸۸

عباراتِ احادیث میں اَخطاء:

اس جلد ۲۵ میں کئی احادیث صحیح بخاری سے نقل کی گئی ہیں لیکن ان منقولہ احادیث میں سے بعض کی عربی عبارات میں کمی بیشی دیکھنے میں آئی ہے۔ مثلاً

۱۔ صفحہ ۹۶ تا ۹۷ پر سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ہے۔ اس کا حوالہ یہ دیا گیا ہے: "صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب ما جاء فی الثوم والبصل، قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۸"۔ اس حوالے کے مطابق جو اختلاف متن سامنے آیا ہے اسے درج ذیل میں خط کشیدہ کلمات کی مدد سے ملاحظہ فرمائیے:

فتاوٰی رضویہ جلد ۲۵، ص ۹۶۔۹۷ کی عبارت	صحیح بخاری جلد ۱، ص ۱۱۸، سطر ۱۲ تا ۱۵ کی عبارت
ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قال من اکل ثوما أو بصلا فلیعتزلنا أو قال فلیعتزل مسجدنا ولیقعد فی بیتہ وان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اُتی بقدر فیہ خضرات من بقول فوجد لھا ریحا فقال قربوھا الی بعض اصحابہ وقال کل فانی اناجی من لاتناجی.	ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من اکل ثوما أو بصلا فلیعتزلنا أوفلیعتزل مسجدنا و لیقعد فی بیتہ وان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اُتی بقدرٍ فیہِ خَضِراتٌ مِن بُقول فوَجَدَ لَھا ریحًا فسأل فأُخبِرَ بما فیھا مِنَ البُقول فقَال قَرِّبُوْھا الی بعضِ اصحَابہ کان معہ فلمّا راٰہُ کَرِہَ اکلَھا فقال کُلْ فانّی اُناجِی مَنْ لاتُناجی.

اس حدیث کے لیے (صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب نھی من اکل ثوما وبصلا الخ، قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۰۹) کا حوالہ بھی دیا گیا ہے مگر اس کے کلمات بھی صرف وہ نہیں جو یہاں فتاوٰی میں منقول ہیں۔ لہٰذا فتاوٰی میں نقل شدہ عبارتِ حدیث نہ تو صحیح بخاری اور نہ ہی صحیح مسلم کے ساتھ سو فیصد متفق ہے۔

۲۔ اسی جلد کے صفحہ ۱۰۵ پر آخری سطر میں چھ عربی کلمات [فی کل کبد حراء رطبة اجر] ہیں۔ حاشیے میں حوالے کے ذریعے یہ بتایا گیا ہے کہ یہ صحیح بخاری اور مسند احمد بن حنبل کی حدیث ہے۔ اس کے دو پہلوؤں یعنی متن اور ترجمہ میں اصلاح کی ضرورت ہے۔ میری تلاش کے مطابق یہ حدیث صحیح بخاری کی تین کتب (کتاب المساقاۃ، باب: فضل سقی الماء؛ کتاب المظالم والغصب، باب: الآبار علی الطریق اذا لم یتاذ بھا؛ اور کتاب الادب، باب: رحمۃ الناس والبھائم) میں پائی جاتی ہے لیکن تینوں جگہ اس کے کلمات میں لفظ 'حـــرّاء' نہیں ہے۔ ہاں یہ کلمہ مسند امام احمد والی روایت میں ہے اور ایک روایت میں یہ 'حرّیٰ' بھی آیا ہے مگر وہاں کلمہ 'رطبۃ' نہیں۔

صاحب لسان العرب 'حرّیٰ' کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ فَعلیٰ کے وزن پر 'الحرِّ' سے بنا ہے اور یہ 'حرّان' کی تانیث ہے۔ یہ دونوں مبالغہ کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ معنیٰ یہ کہ وہ [مؤنث] گرمی کی شدت کے سبب پیاسی ہوئی اور پیاس کی وجہ سے سوکھ گئی۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ صاحب لسان العرب نے مکمل حوالہ دیئے بغیر کہا ہے کہ ایک حدیث کے الفاظ 'فی کل کبد حری رطبۃ اجر' ہیں لیکن ساتھ یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اس روایت میں ضعف ہے۔

اس وضاحت سے اب یہ واضح ہو گیا کہ ان کلمات کے کیے گئے ترجمہ "ہر تر جگر والی شیٔ میں ثواب ہے" میں اصلاح کی ضرورت کتنی ہے؟ یعنی اگر ترجمہ ہی درست ہے تو اس کے عربی متن کو بدلنا ہوگا لیکن گر عربی کو درست تسلیم کرنا ہے تو ترجمہ کو درست کرنا پڑے گا مگر یہ پہلو میری رائے میں شاید صحیح نہیں ہوگا۔

۳۔ صفحہ ۲۶۴ پر ایک حدیث مذکور ہے اور حاشیہ نمبر ۳ کے ذریعے یہ بتایا گیا ہے کہ یہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے۔ یہاں موجود متن حدیث کو بخاری کے محولہ مقام والے متن سے موازنہ کریں تو تین درج ذیل اختلافات سامنے آتے ہیں۔ مزید یہ کہ اگر بخاری ہی کے متن کو درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر فتاویٰ میں اس حدیث کے ترجمے پر بھی نظر ثانی کرنی پڑے گی۔

فتاویٰ رضویہ جلد ۲۵، ص ۲۶۴، سطر ۱۴ تا ۱۵ کی عبارت	صحیح بخاری جلد ۱، ص ۳۷۷، سطر ۱۴ سے عبارت
...فھو باطل ان کان مائة شرطا فقضاء الله...	فھو باطل وان کان مائة شرطٍ قضاء الله

۴۔ صفحہ ۴۶۴ پر ایک حدیث مذکور ہے اور حاشیہ نمبر ۱ کے ذریعے یہ بتایا گیا ہے کہ یہ صحیح بخاری، ابواب المظالم والقصاص، باب لا یظلم المسلم الخ، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/۳۳۰ پر ہے۔ یہاں موجود متن حدیث کو بخاری کے محولہ مقام والے متن سے موازنہ کریں تو درج ذیل اختلاف سامنے آتا ہے۔

فتاویٰ رضویہ جلد ۲۵، ص ۴۶۴، سطر ۲۲ تا ۲۳ کی عبارت	صحیح بخاری جلد ۱، ص ۳۳۰، سطر ۲۴ تا ۲۵ سے عبارت
من فرّج عن مسلم کربة فرج الله عنه کربات یوم القیٰمة	من فرّج عن مسلم کربة فرّج الله عنه کربةً من کُرُبات یوم القیٰمة

۵۔ صفحہ ۹۷ پر ایک حدیث صحیح مسلم کی مذکور ہے اور حاشیہ نمبر ۲ کے ذریعے یہ بتایا گیا ہے کہ یہ اس کی کتاب الاشربۃ، باب اکل الثوم الخ، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۲/۱۸۳ پر ہے۔ فتاویٰ میں موجود متن حدیث کو صحیح مسلم کے محولہ مقام والے متن سے موازنہ کریں تو درج ذیل اختلافات سامنے آتے ہیں۔

فتاویٰ رضویہ جلد ۲۵، ص ۹۷، سطر ۵ تا ۱۰ کی عبارت	صحیح مسلم جلد ۲، ص ۱۸۳، سطر ۴ سے عبارت
كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اذا اتى بطعام أكل منه وبعث بفضله الىّ وانه بعث الىّ يوما بفضلة لم ياكل منها لان فيها ثوما فسالته حرام هو	كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اتى بطعام أكل منه وبعث بفضلة الىّ وانه بعث الىّ يوما بفضلة لم ياكل منها لان فيها ثُوما فسالته أحرام هو

متنوع فروگذاشتیں:

۱۔ صفحہ ۸۳ پر صحیح بخاری کی ایک حدیث پر حاشیے کی طرف اشارہ کرنے والا نمبر ۱ ہے۔ حاشیے میں اس کا حوالہ بھی درست ہے لیکن حاشیے میں ۲ لکھ کر صحیح مسلم کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ اس صفحے پر یہ کس عبارت کے لیے ہے؟ اس کا پتہ نہیں کیونکہ اس صفحے کی کسی عبارت پر ۲ نہیں ڈالا گیا۔

۲۔ صفحہ ۹۳ کے چار مقامات پر حاشیے ڈالے گئے ہیں۔ پہلے حاشیے کی طرف اشارہ کرنے والا نمبر ۱ پہلی سطر کے لفظ 'الیھا' پر ہے۔ دوسرے حاشیے کی طرف اشارہ کرنے والا نمبر پانچویں سطر کے لفظ 'درایات' پر ہے لیکن یہ نمبر ۲ نہیں بلکہ ۱ ہے۔ تیسرے حاشیے کی طرف اشارہ کرنے والا نمبر نویں سطر کے لفظ 'معانیہ' پر ہے اسے ۳ ہونا چاہیے تھا مگر یہ ۲ ہے۔ اور چوتھے حاشیے کی طرف اشارہ کرنے کے لیے سترہویں سطر کے لفظ 'الشامی' پر نشان ہے مگر یہ صرف '' ہے یہاں کوئی نمبر نہیں۔

ھذا ما اطلعت بنظرۃ سریعۃ، واللہ اعلم بالصواب

000000

بقیہ: اعلیٰ حضرت امام بریلوی اور اردو ادب

اردو ادب کے دوسرے ماہرین ماہنامہ "المیزان" کی شہادت کے مطابق اعلیٰ حضرت کی اردو ادب کی مہارت پر حیران ہیں، مگر بُرا ہو جذبۂ مخالفت کا کہ برسوں گزر جانے کے بعد حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کے مشاہدہ و تسلیم اور عقیدت و قول کے خلاف انھیں کے ماننے والوں کو اب کیڑے نظر آنے لگے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کا قول زبان دانی کے خلاف ہے اور آپ کے علوم اور تجدیدی کارناموں کو اردو زبان جاننے سے کوئی لگاؤ ہی نہ تھا، لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

شاید ان ناقدین کے نزدیک بغیر زبان دانی کے ہی علم میں بلکہ بکثرت علوم میں ایسی مہارت حاصل ہوجاتی ہے کہ مقامِ تجدید و احیاءِ دین تک وہ پہنچ جاتا ہے اور اپنے ملک وملت کے ہزاروں مسائل دینیہ ان کی زبان میں سمجھانے پر وہ قادر ہوجاتا ہے۔ 000

فتاویٰ رضویہ اور مُقفّٰی و مُسَجَّع الفاظ کا خوبصورت التزام

از: محمد شریف رضا عطاری، کراچی، پاکستان

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ الرحمن کے متعلق کسی بھی تحریر یا تقریر میں "تعریفانہ" وتوصیفانہ، تمہیدی کلمات کا تغزل، قلم کاروں و واعظوں کی ایک روایاتی رسم بن چکی ہے۔ جس کے توسط سے وہ اپنے مقالوں اور اپنی تقریروں کو زینت بخشتے ہیں۔ درحقیقت تعریفِ رضا ہی تشہیرِ مُحِبّانِ رضا ہے۔ اسی طرح روایاتِ قدیمہ کو برقرار رکھتے ہوئے میں بھی قبل از شروعِ مقالہ چند افتتاحیہ تمہیدانہ کلمات سے اپنے مضمون کا آغاز کرتا ہوں۔

صحن چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا ☆ وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے

آپ کو عُبقری و نابغہ روزگار و ہشت پہلو شخصیت، مجدِ دِ دین و ملت، شیخ الاسلام، کا تلقب، آپ کی تعلیمات وافکار کی ترویج، آپ کے ۵۵ سے زائد علوم میں کارناموں کا چرچا، آپ کی علمی وجاہت، اور آپ کی دینی خدمات کی بنا پر کیا جاتا ہے۔ اور آپ کی دینی و علمی خدمات کو دہرانا مجھ جیسے بے بضاعت و ناقص العلم کے لیے سورج کو چراغ دکھلانے کے مترادف ہوگا۔ کہ آپ کی علمی خدمات کا ایک بہت بڑا طبقہ معترف ہے۔ جیسا کہ صاحب زادہ خورشید گیلانی صاحب فرماتے ہیں۔

"بلا شبہ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ عبقری عصر اور نابغہ روزگار شخصیت تھے، جن کی علمی تحقیقات سے استفادہ کرنے کے لیے بذاتِ خود تحقیقی ذہن درکار ہے، روایتی ذہن تو دو چار قدم چل کر ہانپ جاتا ہے۔ میری بات پر اعتبار نہ آئے تو ان کی تصنیفات کی فہرست ملاحظہ کر لیجیے۔ متن تو دور کی بات، کتابوں کے نام سمجھنے کے لیے "المنجد" جیسی لغت کی ہمہ وقت ضرورت لاحق رہتی ہے۔ مثلاً علم لوگارثم، علمِ تکسیر، علمِ زیجات، علمِ ارثماطیقی، علمِ توقیت اور ٹریگومیٹری پر ان کی تخلیقات پڑھنے اور سمجھنے والے لوگ اس خطے میں کتنے ہوں گے؟ شاید بڑی آسانی کے ساتھ انگلیوں پر گنے جاسکیں۔"

﴿سالنامہ معارف رضا ۱۹۹۵ء صفحہ ۹۵، مطبوعہ ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی﴾

جناب سید محمد جیلانی بن سید محامد اشرف ایڈیٹر "المیزان" آپ کی زندگی کے متعلق یوں رقم طراز ہیں کہ "اگر ہم ان کی علمی و تحقیقی خدمات کو ان کی 66 سالہ زندگی کے حساب سے جوڑیں تو ہر 5 گھنٹے میں امام احمد رضا ایک کتاب ہمیں دیتے نظر آتے ہیں۔ ایک متحرک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا جو کام تھا امام احمد رضا نے تن تنہا انجام دیکر اپنی جامع شخصیت کے زندہ نقوش چھوڑے۔"

﴿بحوالہ المیزان، امام احمد رضا نمبر، مارچ، ۱۹۷۶ء﴾

اسی طرح مولانا کوثر نیازی صاحب رقم طراز ہیں۔

"جامع صفات شخصیات تو بہت گزری ہیں مگر انصاف کی بات یہ ہے کہ جب ایک غیر جانب دار مبصر کم سے کم برصغیر پاک و ہند کو دیکھتا ہے تو اتنی جامع صفات شخصیت جیسے حضرت شاہ احمد رضا خاں کی ہے اور دوسری کوئی نظر نہیں آتی۔ کون سا علم تھا جس میں ان کو دسترس نہ تھی۔ وہ علمِ قرآن ہو، علمِ حدیث ہو، علمِ فقہ ہو، علمِ تفسیر ہو، علمِ ہندسہ ہو، علمِ ارضیات ہو، علمِ مناظرہ ہو، علمِ فلسفہ ہو، جس میں انہیں عبور حاصل نہ ہو۔ وہ بیک وقت سیاست دان بھی تھے، فقیہ بھی، متکلم بھی تھے، مفسر بھی، مفکر بھی تھے، ادیب بھی، خطیب بھی تھے، محدث بھی اور جس جس میدان میں انہوں نے قدم رکھا اس میدان میں جو انہوں نے پرچم گاڑ دیے وہ آج تک لہرا رہے ہیں۔"

﴿عاشقِ رسول امام احمد رضا صفحہ نمبر ۴۸۹﴾

چونکہ ہمارا موضوع فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے ہے۔ اس لیے آپ اس مایا ناز علمی ذخیرے کے متعلق اہلِ علم کے تاثرات ملاحظہ فرمائیں، جو کہ محققین کے لیے مشعل راہ ہیں۔

چنانچہ پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، چیئرمین شعبۂ عربی پنجاب یونی ورسٹی فرماتے ہیں۔

"فتاویٰ رضویہ کی مطبوعہ مجلدات پر ایک اجمالی نظر ڈالنے سے جو مجموعی تاثر ملتا ہے، وہ یہ ہے کہ فاضل بریلوی دیگر مفتیانِ برّ اعظم پاک و ہند میں ایک نہایت بلند اور منفرد مقام رکھتے ہیں اور ان کے یہ فتاویٰ اپنی عظیم تر افادیت کے ساتھ ساتھ ایک ایسی انفرادیت بھی رکھتے ہیں جو تنوع، ایجاد، جامعیت اور باریک بینی کے علاوہ ایک مصنف کے کمالِ فن، وسعتِ نظر، عمقِ بصیرت، ظرافتِ طبع اور جزئیات میں کلّیات اور کلّیات میں جزئیات کو ایک خاص رنگ میں پیش کرنے کی فقیہانہ مہارت سے قاری کی قوتِ فیصلہ اور قلب اور روح کو متاثر کرتی نظر آتی ہے۔ یہ وہ انفرادیت و امتیاز ہے جو برِّعظیم پاک و ہند کے مفتیانِ عظام کے حصے میں بہت کم آیا ہے مگر فتاویٰ رضویہ کے مصنف کے ہاں کثرت و مقدارِ وافر کے ساتھ میسر ہے۔"

اسی طرح آگے مزید فرماتے ہیں۔

"فتاویٰ رضویہ کی ایک انفرادیت یہ بھی ہے کہ ان کا فاضل مصنف کوئی عام عالمِ دین یا محض مفتی و فقیہ نہیں بلکہ ایک کثیر الجوانب عبقری یعنی ورسٹائل جینیئس (Versatile Genius) ہے' اس لیے نہ تو ان کی نظر محض فقہی پہلو پر محدود و مرکوز رہتی ہے اور نہ ہی ان کی بات میں کسی پہلو کی تشنگی یا اسے نظر انداز کرنے کا احساس ہوتا ہے۔ بلکہ ان کے اندازِ بیان سے منقولات اور معقولات کے ہر علم و فن کے تقاضوں کی تسکین ہوتی ہے۔"

﴿فتاویٰ رضویہ، جلد نمبر ۶، صفحہ نمبر ۱۰، ۱۱﴾

مجددِ اعظم باوجود اپنی کمالِ تبحر علمی کے ایک دوسرے مایا ناز وصف سے بھی متصف تھے، اور وہ ہے آپ کی "عاجزی"، آپ کی عاجزی و انکساری کا عالم تو یہ ہے کہ خود آپ اپنے "فتاویٰ" میں ایک استفتاء

کے جواب میں فرماتے ہیں۔ (جس میں سائل نے آپ کو "مجدد" کے لقب سے موسوم کیا تھا)

"مولانا المکرم اکرمکم اللہ تعالیٰ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، فقیر حاش للہ اس لفظ

گراں مایہ مہین پایہ کے ہزارویں لاکھویں حصے کا لائق نہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

حضرات علمائے کرام اہلسنّت اپنے کرم سے جن الفاظ عالیہ سے چاہتے ہیں نوازتے ہیں۔"

﴿فتاویٰ رضویہ جلد ۲۷، صفحہ ۱۴۱، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور﴾

یہ تو آپ علیہ الرحمہ کے تقویٰ کی ایک جھلک ہے، اور یہی علمائے محققین کا وطیرہ بھی رہا ہے۔ جو کہ باوجود تبحرِ علمی، شان وشوکت، جاہ وجلال کے عاجزی وانکساری کے پیکر ہوتے ہیں۔

خیر اتنی لمبی تمہید کے بعد اصلِ موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں جو آپ علیہ الرحمہ کے ضخیم فتاویٰ رضویہ کی وہ علمی ابحاث ہیں جن میں آپ نے دفعتاً ہم قافیہ الفاظ کے پیرائے میں اپنے سخن کو ایک نیا رنگ دیا ہے۔ موضوع کو شروع کرنے سے پہلے قافیے کی تعریف اور اس کے متعلق چند اہم معلومات ملاحظہ فرمالیں۔

مقفّٰی کی تعریف :۔

"کل عروض وضرب تساویا بل تغییر."

﴿الشافی، صفحہ ۲۹، مطبوعہ بیت المعمار﴾

حقیقت قافیہ :۔

"اتفاقیہ من اخر فی ساکن البیت الی اقرب متحرک یلیہ ساکن وھی قد تکون بعض الکلمۃ."

﴿المحیط الدائرہ، صفحہ ۸۳، مطبوعہ حقانیہ﴾

خلاصہ و توضیح :۔

قافیہ "قفو" بمعنی پیروی کرنے سے نکلا ہے، جس کے لغوی معنی "پیچھے آنے والے" کے ہیں۔ بقول اخفش قافیہ "شعر کا آخر کلمہ" ہے۔ لیکن یہ تعریف جامع نہیں۔ سکاکی کے نزدیک ساکن مقدم سے پہلا حرف مع حرکت قافیہ کہلاتا ہے۔ خلیل کی تعریف یوں ہے، شعر میں سب سے آخری ساکن سے پہلے جو ساکن آئے اس کے ماقبل متحرک سے آخر تک سب کچھ قافیہ ہے۔ جہاں عربی زبان کا تعلق ہے یہ تعریف صحیح ہے، لیکن ہماری زبان کے معاملے میں یہ درست نہیں بیٹھتی۔ اردو میں قافیہ ان حروف اور حرکات کا مجموعہ ہے جو مختلف الفاظ کے ساتھ غیر مستقل طور پر شعر یا مصرعے کے آخر میں بار بار آئے۔ (اختلاف کی تین صورتیں ہیں (اوّل) معنی اور الفاظ دونوں مختلف ہوں مثلاً "درد" اور "زرد"۔ (دوم) الفاظ وہی ہیں صرف معنی میں اختلاف ہو مثلاً "باز" بمعنی "پرندہ" شکاری اور "باز" بمعنی پھر۔ (سوم) صرف لفظی اختلاف ہو مثلاً اطراف اور اکناف) یہ مجموعہ کبھی کبھی مہمل معلوم ہوتا ہے لیکن اس کا کچھ مضائقہ نہیں بالعموم اس پورے لفظ کو جس میں یہ مجموعہ آتا ہے قافیہ کہہ دیتے ہیں چونکہ قافیہ ابیات کے آخر میں واقع ہوتا ہے یا

ایک قافیہ دوسرے قافیہ کے پیچھے آتا ہے لہٰذا اس نام سے موسوم ہوا۔

ہمارے نزدیک قافیہ کی واضح ترین تعریف یہ ہے کہ قافیہ وہ مجموعۂ حروف و حرکات ہے جو اواخرِ ابیات میں دو یا دو سے زیادہ لفظوں کی صورت میں بطور وجوب یا استحسان مقرر لایا جاتا ہے۔

قافیے کے بعد جو حرف، کلمہ یا کلمات مستقل طور پر بار بار آئیں انہیں ردیف کہتے ہیں۔

﴿فنِ شاعری اور روحِ بلاغت، صفحہ ۱۶۷، مکتبہ دانیال، لاہور﴾

مثال:۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہہِ بطحا تیرا = نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

مجرم کو نہ شرماؤ احباب کفن ڈھک دو = منہ دیکھ کے کیا ہوگا پردے میں بھلائی ہے

خدائے قہار ہے غضب پر کھلے ہیں بدکاریوں کے دفتر = بچالو آکر شفیعِ محشر تمہارا بندہ عذاب میں ہے

شعر اولیٰ میں ''بطحا'' اور ''والا''، شعر ثانی میں ''بھلائی'' اور شعر ثالث میں ''عذاب'' قافیے ہیں۔ اس ضمن میں ہم نے آپ کے فتاویٰ ذی شان کی تیسوں جلدوں (جدید) کے چند اقتباسات سے اُن جملوں کی (جن میں مقفّیٰ الفاظ آئے ہیں) نشاندہی کی ہے۔ جو کہ آپ کے فتاویٰ میں جگہ جگہ مستعمل ہوئے ہیں۔

ھدایات:۔

یہ فہرست ''مکمل'' نہیں ہے۔ بلکہ اس میں فتاویٰ رضویہ کی ۳۰ جلدوں میں اہم اہم مقامات کی نشان دہی کی گئی ہے بذریعہ خط (Under Line) مقفّیٰ و مسجّع الفاظوں کی۔

☆ جن جن سطروں میں زائد مقفّیٰ و مسجّع الفاظ آئے ہیں، اُن پوری لائنوں کو Underline کر دیا گیا ہے۔

☆ یہاں آپ کے فتاوے سے چند اقتباس درج کیے گئے ہیں۔ اصل فتوے کی تفہیم مقصود نہیں بلکہ ''مقفّیٰ و مسجّع'' الفاظ کی نشان دہی مقصود ہے۔

جلد نمبر ۱:۔

ملک العلما حضرت مولانا ظفر الدین بہاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک سوال جو وضو کے فرضِ اعتقادی و واجبِ اعتقادی عملی کے متعلق تھا۔

''مجتہد جس شے کی طلبِ جزمی، حتمی اذعان کرے، اگر وہ بدرجہ یقین معتبر فی اصول الدین ہو (اور اس تقدیر پر مسئلہ نہ ہوگا۔ مگر مجمع علیہ جمیع ائمہ دین) تو وہ فرض اعتقادی جس کا منکر عند الفقہا مطلقاً کافر اور متکلمین کے نزدیک (منکر اس وقت کافر ہے جبکہ مسئلہ ضروریاتِ دین سے ہو، اور یہی عند المحققین احوط و اسد (زیادہ احتیاط والا اور زیادہ درست ہے ۱۲ ق) ہمارے اساتذۂ کرام کا معول و معتمد (وثوق اور اعتماد والا ہے)۔''

﴿فتاویٰ رضویہ، جلد اوّل۔ صفحہ ۱۸۰، ۱۸۱﴾

اسی طرح دوسری جگہ سونے چاندی میں مالکیہ کے موقف کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''مالکیہ کے نزدیک مرد کے لیے چاندی کی انگوٹھی بقدر جائز کہ اُن کے مذہب میں دو درم شرعی ہے اور عورت کے لیے سونے چاندی کے مطلقاً 'گہنے' چھلّے 'انگوٹھیاں' علی بند' حسین بند' آرسی' پہنچیاں' کنگن' چھپن' بنانے جائز ہیں۔'' ﴿جلد اوّل، صفحہ ۲۰۶﴾

اسی طرح آگے اسی رسالے میں پاؤں دھونے کے متعلق فرماتے ہیں۔

''چہارم پاؤں کہ شرائط شرعیہ موزہ شرعی کے اندر نہ ہوں انہیں ناخنوں سے پنڈلی اور پاؤں کے جوڑ تک جو وسطِ قدم میں چار طرف جداگانہ تحریر سے ممتاز ہے، جہاں عربی لغال کا دوال باندھا جاتا ہے۔ اور نیچے کروٹوں اور ایڑیوں سب پر پانی پہنچتا ہے۔''

﴿جلد اوّل، صفحہ ۲۱۰﴾

اسی میں آگے چھلّے وغیرہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

''عورتوں کے لیے چھلّے وغیرہ جائز گہنوں کے نیچے کہ مالکیہ عفو کرتے ہیں۔''

﴿جلد اوّل، صفحہ۔ ۲۱۱﴾

جلد نمبر ۲:۔

علامہ رملی کے ایک قول کی توضیح میں فرماتے ہیں۔

''علامہ رملی نے کنواں بھی اسی حکم میں داخل کیا جبکہ سوتوں سے پانی اُبل رہا' ادھر سے ادھر نکل رہا ہو۔ اسی حالت میں نجاست سے ناپاک نہ ہوگا۔'' ﴿جلد دوم، صفحہ ۳۵۵﴾

اسی جلد میں آپ اپنے ایک تحقیقی رسالے "عطا النبی لاضافة احکام ماء النبی" میں فرماتے ہیں۔

''نابالغ کا بھرا ہوا پانی یہ بہت طویل الذیل وکثیر الشقوق کتابوں میں اس کی تفصیل تام درکنار بہت صورتوں کا ذکر بھی نہیں۔ فقیر بتوفیق القدیر امید کرتا ہے کہ اُس میں کلام شافی و کافی ذکر کرے فاقول وباللہ التوفیق، پانی تین قسم ہیں۔ ۱) مباح غیر مملوک ۲) مملوک غیر مباح ۳) مباح مملوک۔

اوّل دریاؤں، نہروں کے پانی تالابوں، جھیلوں، ڈبروں کے برساتی پانی مملوک کنویں کا پانی کہ وہ بھی جب تک بھرا نہ جائے کسی کی ملک نہیں ہوتا۔'' ﴿جلد دوم، صفحہ ۴۹۴﴾

جلد نمبر ۳:۔

اس جلد میں ایک جگہ اہل سنّت کے نزدیک ترکیب اجسام کے متعلق فرماتے ہیں۔

''اہلسنت حفظہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ترکیب اجسام اگرچہ جواہر فردہ متجاورہ غیر متلاصقہ سے ہے اور یہی حق ہے۔ فقیر نے بحمد اللہ تعالیٰ اپنے فتاویٰ کلامیہ میں اسے قرآنِ عظیم سے ثابت کیا ہے۔

اسی طرح اسی جلد میں "تیمم" کے ایک مسئلے میں "اطباء" کے ایک قول کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اس تقدیر پر بلا شبہ غلبہ تراب ضرور اور ظہور اثر کی قید مہجور اور قول شامی منصور۔"

﴿جلد ۳، صفحہ ۵۴، ۵۵﴾

آگے "کامل الطھارۃ" کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"پانزدہم۔ کامل الطھارۃ کے یہ معنی کہ اُس جنسِ ارض کو کبھی نجاست نہ پہنچی ہو یا پہنچی تو پاک ہوگئی ہو یعنی اصلاً اُس کا کوئی حصّہ نہ رہا ہو جیسے پانی سے دُھل کر یا آگ سے جل کر اجزائے نجاست سب نکل یا جل جائیں دُھوپ یا ہوا سے خشک ہوکر جبکہ نجاست کا کوئی اثر رنگ و بُو نہ رہے تو وہ شئی نماز کے لیے پاک ہو جاتی ہے مگر اُس سے تیمم جائز نہیں ہوتا کہ دھوپ یا ہوا استیصالِ نجاست نہیں کرتی کچھ اجزائے خفیفہ باقی رہ جاتے ہیں جو نماز میں معاف ہیں اور تیمم میں معاف نہیں۔"

﴿جلد ۳، صفحہ ۷۰۶﴾

جلد نمبر ۴:۔

اعلیٰ حضرت اپنے مایا ناز رسالے "الاحلی من السکر لطلبة سکر روسر" میں بعد خطبے کے فرماتے ہیں: "اما بعد اس مسئلہ سے سوال مکرر آیا اور آرائے عصر کو مضطرب پایا اور حاجت ناس اس طرف ماس اور دفع ہوا۔"

﴿جلد ۴، صفحہ ۴۷۴﴾

جلد نمبر ۵:۔

"کتاب الصلوٰۃ" کے شروع میں ایک مسئلے کے تحت نماز پنج گانہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

"نماز پنج گانہ اللہ عزوجل کی وہ نعمت عظمٰی ہے کہ اس نے اپنے کرم عظیم سے خاص ہم کو عطا فرمائی ہم سے پہلے کسی امت کو نہ ملی، بنی اسرائیل پر دو ہی وقت کی فرض تھی وہ بھی صرف چار رکعتیں دو صبح دو شام، وہ بھی ان سے نہ نبھی۔

﴿جلد پنجم، صفحہ ۴۴﴾

میکشی کے متعلق "حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا" قول بیان فرماتے ہیں۔

"ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ حضور پُر نور (ﷺ) اُسے میکشی کا حکم دیتے ہیں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور نے میکشی سے نہی فرمائی تیرے سننے میں اُلٹی آئی۔

﴿جلد ۵، صفحہ ۱۰۰﴾

اسی طرح آگے مسجد میں اذان دینے کی توضیح میں فرماتے ہیں۔

"باوصف قدرت بندوبست واستعانت بحکومت مجرد خوف یا کاہلی یا خودداری یا رعایت یا نئی تہذیب یا صلح کلی کی پالیسی سے اتباع شرع چھوڑ بیٹھنا جائز نہیں ہوسکتا"

﴿جلد ۵، صفحہ ۴۰۷﴾

جلد نمبر ۶:۔ ستر عورت کے بارے میں توضیح فرماتے ہیں۔

(۱) ''ذکر کہ مع اپنے سب پرزوں یعنی حشفہ وقصبہ وقلفہ کے ایک عضو ہے۔''

﴿جلد ۶، صفحہ ۳۲﴾

اسی جلد میں مُردے کو نہلانے اور اس کی قبر کھودنے وغیرہ کی اجرت کے متعلق فرماتے ہیں۔

''اور مُردے کو نہلانے یا اُٹھانے یا قبر کھودنے کی اُجرت لینے میں صورتیں ہیں''۔

﴿جلد ۶، صفحہ ۴۸۵﴾

ندویوں (ندوۃ العلماء والے) کے پیچھے نماز پڑھنے کے متعلق فرماتے ہیں۔

''ندویوں میں کچھ نیچری ہیں، کچھ منکرانِ ضروریاتِ دین رافضی یہ بلا جماع کافر مرتد ہیں اور ان کے پیچھے نماز محض باطل، کچھ غیر رافضی وہابی تفضیلی غیر مقلد وغیرہم بد مذہب ہیں کچھ وہ نئے بگھوے گمراہ ہیں جنھوں نے اب ندوہ جا کے اپنے دین کی بیخ کنی کی 'ندوے کی روداووں لکچروں میں جن کے کلمات ضلالت چھاپے گئے یہ سب ضال مضل گمراہ بددین ہیں''

﴿جلد ۶، صفحہ ۴۹۸﴾

جلد نمبر ۷:۔

''باب المفسدات'' کے تحت ایک مسئلے میں فرماتے ہیں۔

''مولنا الجبل المکرم المخم بعلہ المولٰی سبحنہ وتعالٰی کاسمہ عمر الدین آمین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مجمع البرکات مولنا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ کی تصنیف ہے اگر یہ عبارت اُس کے کسی نسخۂ صحیحہ میں ہو تو اُس سے مراد نمازِ قلبی کا فساد ہوگا' نہ نمازِ فقہی کا کہ ادائے فرض ودفع کبیرہ ترک کے لیے باذنہٖ تعالٰی کافی ہے، ظاہر ہے کہ فعلِ غیر پر رضا عملِ قلیل بھی نہیں کثیر در کنار، تو فسادِ نمازِ فقہی ناممکن ہے ہاں نمازِ قلبی تذلل و تضرع وتخشع ہے کمافی الحدیث (جیسا کہ حدیث میں ہے۔ت) اور یہ امر نوع تجبر پر دال ہے لہٰذا اس میں تخل ہوسکتا ہے اگر اُس کی نیت خود استخدام اور نماز میں اعظام ہو تو یقیناً مفسدِ نمازِ قلب ہے ورنہ مفسد کی صورت ہے لہٰذا احتراز درکار ہے پنکھا کہ کل کے ذریعہ سے چلے گا اگر اُس کے مسالے میں مٹی کا تیل وغیرہ بدبُو دار چیزیں ہوں تو ایسی اشیا کا مسجد میں لے جانا حرام ہے ورنہ کم از کم ناپسند وخلاف مصالح ہے پنکھے کا مسئلہ فتاویٰ فقیر میں مفصل ہے فلیرجع (اس کی طرف رجوع کیا جائے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔'' ﴿جلد ۷، صفحہ ۲۵۴﴾

جلد نمبر ۸:۔

اسی طرح کتاب ''ترکیب الصلوۃ'' کے ایک مسئلے کے تحت فتوے میں تحریر فرماتے ہیں۔

”وقت میں قضا کہنے کی تو کوئی حاجت اُس میں بھی نہیں جبکہ جیتے جاگتے قصداً معاذ اللہ قضا کر دی ہو، بلکہ ہمارے علما تصریح فرماتے ہیں کہ قضا بہ نیت ادا بہ نیت قضا دونوں صحیح ہیں مگر اُس ممانعت کی کوئی وجہ نہیں جبکہ وہ یقیناً قضا ہے تو قضا کہنے میں کیا مضائقہ رکھا ہے، رہا ادا کا ثواب ملنا یہ اللہ عزوجل کے اختیار میں ہے۔“ ﴿جلد ۸، صفحہ ۱۶۱﴾

دوسری جگہ آپ اپنے رسالہ مبارکہ ”وشاح الجید فی تحلیل معانقة العید“ میں اسماعیل دہلوی کے رد میں فرماتے ہیں:۔

”ایک وہ، طائفہ ہا مانعین جس کے خُوگر ہیں یعنی ہفواتِ باطلہ وخرافاتِ عاطلہ میں دہلوی مذکور کو امامِ اکبر مانتے ہیں اور جو باتیں وہ بعلتِ مناقضت جس کا اس کے یہاں حد سے زاید جوش وخروش ہے اصول فروغِ طائفہ کے خلاف لکھتا ہے دیوار مارتے ہیں۔“

﴿جلد ۸، صفحہ ۲۳۸﴾

جلد نمبر ۹:۔

”الصواعق المحرقه“ کے حوالے سے امام علی رضا کا ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں۔

”جب امام علی رضا رضی اللہ عنہ نیشاپور میں تشریف لائے، چہرہ مبارک کے سامنے ایک پردہ تھا، حافظانِ حدیث امام ابو زرعہ رازی و امام محمد بن اسلم طوسی اور ان کے ساتھ بے شمار طالبانِ علم و حدیث حاضر خدمت ہوئے اور گڑگڑا کر عرض کیا کہ اپنا جمالِ مبارک ہمیں دکھایئے اور اپنے آبائے کرام سے ایک حدیث ہمارے سامنے روایت فرمایئے، امام نے سواری روکی اور غلاموں کو حکم فرمایا کہ پردہ ہٹالیں خلق کی آنکھیں جمالِ مبارک کے دیدار سے ٹھنڈی ہوئیں۔ دو گیسو شانہ مبارک پر لٹک رہے تھے۔ پردہ ہٹتے ہی خلق کی یہ حالت ہوئی کہ کوئی چلاتا ہے، کوئی روتا ہے، کوئی خاک پر لوٹتا ہے، کوئی سواری مقدس کا سُم چومتا ہے۔ اتنے میں علما نے آواز دی: خاموش۔ سب خاموش ہو رہے۔“ ﴿جلد ۹، صفحہ ۱۳۳﴾

جلد نمبر ۱۰:۔

رویتِ ہلال کے مسئلے کے ذیل میں فرماتے ہیں:

”جب منجمین مسلمین ثقات عدول کے بیان کا یہ حال تو آج کل کی جنتریوں جو عموماً ہنود وغیرہم کفار شائع کرتے ہیں یا بعض نیچری نام کے مسلمان یا بعض مسلمان بھی، تو وہ بھی انہی ہندوانی جنتریوں کی پیروی سے‘ کیا قابلِ التفات ہوسکتی ہیں؟ فقیر نے بیس برس سے بڑی بڑی نامی جنتریاں دیکھیں، اوّل مصرانی ہیئت ہی ناقص و مختل ہے، پھر ان جنتری سازوں کو اس کی بھی پوری تمیز نہیں، تقویماتِ کواکب میں وہ وہ سخت فاحش غلطیاں دیکھنے میں آئیں جن میں کوئی

سمجھ دار بچہ بھی نہ پڑتا پھر یہ کیا اور ان کی جنتری کیا' اور ان کی دوج اور پَروا کی کسے پروا!

ششم قیاسات وقرائن، مثلاً چاند بڑا تھا روشن تھا دیر تک رہا تو ضرور کل کا تھا، آج بیٹھ کر نکلا تو ضرور پندرھویں ہے، اٹھائیسویں کو نظر آیا تھا مہینہ بتیس کا ہوگا، اٹھائیسویں کو بہت دیکھا نظر نہ آیا مہینہ انتیس کا ہوگا۔ یہ قیاسات تو حسابات کی وقعت بھی نہیں رکھتے، پھر ان پر عمل محض جہل وزلل۔" ﴿جلد ۱۰، صفحہ ۴۲۸﴾

جلد نمبر ۱۱:۔

ایک بالغہ شیعہ لڑکی (جو سُنّی مذہب بھی قبول کر چکی ہے) کے سُنّی لڑکے سے اپنے والدین کی اجازت بغیر شادی کرنے کے مسئلے میں فرماتے ہیں۔

"بالغہ پر ولایتِ جبریہ کسی کی نہیں خصوصاً اس حالت میں وہ سُنّیہ ہے اور باپ رافضی، عدم کفائت کی وجہ کوئی سائل نے نہیں لکھی۔" ﴿جلد ۱۱، صفحہ ۶۷۱﴾

جلد نمبر ۱۲:۔

حدیث مبارکہ "ولا تنکحو ھن الا باذنھن" عورتوں کا نکاح نہ کرو جب تک ان کی مرضی نہ ہو، کے متعلق فرماتے ہیں:

"امام حافظ زکی الملۃ والدین عبد العظیم منذری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند جید اور اس کے سب راوی ثقات مشہورین ہیں انتہیٰ، سبحان اللہ اس حدیث جلیل کو دیکھیے دختر نا کتخدا کو نکاح سے انکار، باپ کو اصرار، باپ حضور کی بارگاہ میں شکایت کرتے ہیں، صاحبزادی دربار اقدس میں قسم کھاتی ہیں کبھی نکاح نہ کروں گی۔ اس پر حضور اقدس (ﷺ) نہ اُس انکار کرنے والی پر ناراض ہوتے ہیں نہ یہ اعتراض کرتے ہیں بلکہ اولیا کو ہدایت فرماتے ہیں کہ جب تک ان کی مرضی نہ ہو ان کا نکاح نہ کرو، کہاں یہ ارشاد ہدایت بنیاد کہاں وہ جبروتی حکم زبردستی کا ظلم کہ اگرچہ ایک بار نکاح ہو چکا اب بیوہ ہوگئی خواہی نخواہی دوبارہ نکاح پر جبر کرو اور پھر بیوہ ہو تو پھر سہ بارہ گلا دباؤ اگر مان لے تو خیر اور انکار کرے تو کافرہ ہوگئی، اور ساتھ لگے اولیا کی بھی خیر نہیں اگر وہ خواہ مخواہ نکاح نہ کردیں تو اُن پر بھی معاذ اللہ عزوجل غضب ٹوٹے عیاذاً باللہ یزید پلید کی طرح غارت ہوں، مرتے وقت ایمان جانے کا اندیشہ، مزہ یہ کہ ان حضرات کے نزدیک ایک حکم شریعت مطہرہ کا انہوں نے چھوڑا دوسرے حکم فرض قطعی کے ترک کی یہ مسلمانوں کو تاکید کرتے ہیں کہ وہ مرجائیں تو ان کی نماز جنازہ نہ پڑھو۔" ﴿جلد ۱۲، صفحہ ۲۹۹﴾

جلد نمبر ۱۳:۔

کاروکاری کے ایک مسئلے کے متعلق فرماتے ہیں:

"جناب مولنا المکرّم ذی الفضل الاتم والمجد دوالکرم دامت مکارمہ، اس سلسلہ میں اضطراب کثیر ہے اور وُہ جو فقیر کو کتبِ معتمدہ دلائلِ معتمدہ دلائلِ شرعیہ سے تحقیق ہُوا یہ ہے کہ صورت ثانیہ میں ان مرد وزن کا قتل محض حرام ہے، فقط آنے جانے اُٹھنے بیٹھنے کی سزا شریعت نے بھی قتل نہ رکھی نہ اس قدر خلوت کو مستلزم، اور حق یہ کہ مجرد خلوت بلکہ دواعی پر بھی شرع مطہر نے قتل نہ رکھا' اور سیاست کا اختیار غیر سلطان کو نہیں بلکہ سلطان کو بھی علی الاطلاق نہیں۔"

﴿جلد ۱۳، صفحہ ۶۲۸﴾

جلد نمبر ۱۴:۔

مبتدعین وہابیہ کے امتِ اجابت، یا دعوت ہونے کے متعلق فرماتے ہیں:

"بعد وضوحِ صواب کشف حجاب بحمد الوہاب امامت و ولایت و جلالت شان و رفعت مکان حضرات عالیہ ائمہ اربعہ علیہم الرضوان پر اُمت اجابت کا اجماع منعقد ہولیا خبثائے مبتدعین وہابیہ و رافضیہ وغیر مقلدین اُمتِ اجابت سے نہیں کافروں کی طرح اُمتِ دعوت سے ہیں، والہذا اجماع میں ان کا اختلاف معتبر نہیں۔" ﴿جلد ۱۴، صفحہ ۲۸۵﴾

جلد نمبر ۱۵:۔

آپ اپنے "سماجی فلاح و بہبود" پر ایک مایہ ناز مشہور زمانہ رسالہ "تدبیر فلاح و نجات و اصلاح" میں آیتِ مبارکہ "ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم و اموالھم بانّ لھم الجنۃ ." ﴿القرآن الکریم ۱۱/۳۳﴾ بیشک اللہ نے مسلمانوں کے جان اور مال خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے (ت) کے تحت فرماتے ہیں۔

"مگر ہم ہیں کہ مبیع دینے سے انکار اور ثمن کے خواستگار' ہندی مسلمانوں میں یہ طاقت کہاں کہ وطن و مال و اہل وعیال چھوڑ کر ہزاروں کوس دُور جائیں اور میدانِ جنگ میں مسلمانوں کا ساتھ دیں مگر مال تو دے سکتے ہیں، اس کی حالت بھی سب آنکھوں دیکھ رہے ہیں وہاں مسلمانوں پر یہ کچھ گزر رہی ہے یہاں وہی جلسے ہیں وہی رنگ' وہی تھیٹر وہی امنگ' وہی تماشے وہی بازیاں' وہی غفلتیں وہی فضول خرچیاں، ایک بات کی بھی کمی نہیں۔"

﴿جلد ۱۵، صفحہ ۱۴۳﴾

جلد نمبر ۱۶:۔

مسجد میں گرمی کی روک تھام کے لیے سقفی بادکش لٹکانے کے متعلق استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں:

"موسمِ گرما ہمیشہ سے آتا ہے اور عرب شریف میں آتا تھا اور مکہ معظمہ میں گرمی یہاں سے سخت تر تھی اور ہے اس میں نہ کوئی معذوری ہے نہ مجبوری، ورنہ ہر زمانے اور ہر مقام میں اس کا

علاج ملحوظ ہوتا کہ انسان سے معذور و مجبور کبھی نہیں رہا جاتا، نماز عبادت بندگی ہے اور بندگی کمال تذلل و فروتنی، نہ کہ مخدوم بننا۔"
﴿جلد ۱۶، صفحہ ۳۳۲﴾

جلد نمبر ۱۷:۔

سیونگ بنک میں پیسے جمع کرانے کے ایک استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں:

"سود مطلقاً حرام ہے "قال اللہ تعالیٰ وحرم الربٰو" اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: حرام کیا ہے اللہ تعالیٰ نے سود کو۔ت) ہاں اگر کسی کا اپنا مطالبہ واجبہ یا مباحہ جائزہ زید پر آتا ہو۔"
﴿جلد ۱۷، صفحہ ۳۷۶﴾

جلد نمبر ۱۸:۔

ایک مسئلہ (جس میں ذکر کیا گیا ہے کہ ایک شخص کی دو بیویاں ہیں، اور ہر بیوی سے ایک لڑکا ہے، لیکن اس نے اپنی دوسری بیوی کی خاطر پہلی بیوی کی اولاد کو ورثہ سے محروم کیا ہے، جبکہ پہلی بیوی کا لڑکا اس کے ساتھ کاروبار میں شریک بھی رہا ہے) کے متعلق فرماتے ہیں:

"تجارت زراعت وغیرہا جس کام میں فرزند نے اپنے باپ کی اعانت و مددگاری کے طور پر کچھ کمایا وہ صرف ملکِ پدر ہے یعنی جب تک اس کا خورد و نوش ذمہ پدر تھا اور اپنا کوئی ذاتی مال و کسب جداگانہ نہ رکھتا تھا بلکہ اسے حرفت پدری میں جس طرح سعید بیٹے اپنے باپ کی اعانت کرتے اور اسے کام کی تکلیف سے محفوظ رکھتے ہیں اس کا معین و مددگار تھا تو جو کچھ ایسی وجہ و حالت میں کمایا سب باپ کا ہے جس میں بیٹے کے لیے کوئی حق ملک نہیں۔"
﴿جلد ۱۸، صفحہ ۱۲۶﴾

جلد نمبر ۱۹:۔

ایک باعمل باصلاحیت عالمِ دین واعظ کا وظیفہ مقرر کرنے کے متعلق فرماتے ہیں:

"اگر فی الواقع وہ شخص علمائے اہلسنت و جماعت ایدہم اللہ تعالیٰ سے ہے اور جو باتیں حقیقۃً شرک ہیں انھیں کے معتقد کو مشرک کہتا ہے اور احکامِ مشرکین میں داخل کرتا ہے، اور جو نو پید باتیں مخالفِ شریعت و مزاحمِ سنت ایجاد کی گئیں انھیں کو بدعتِ شرعیہ و مذمومہ و شنیعہ جانتا اور ان سے نہی و تحذیر کرتا ہے، اور شعائر اسلام صلوٰۃ و صیام وغیرہا کے احکام صحیح صحیح سکھاتا، اور برعایت شرائط و قواعد احتساب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بجالاتا ہے، اور وعظ میں روایاتِ باطلہ و خرافات مخترعہ، و بیاناتِ مشیرہ، اوہام و مفسدہ خیالات عوام سے احتراز رکھتا، اور علم کافی و فہم صافی کے ساتھ ہدایت و ارشاد میں ٹھیک معیار شرع پر چلتا ہے تو اسے نہ صرف عالم بلکہ اس زمانہ میں ارکینِ دین و سنت و خلفاے رسالت علیہ افضل علیہ الصلوۃ والتحیۃ و اولیاے جناب ربّ

المشرقین وخوشنودی سید الکونین ہے جل جلالہٗ وﷺ۔" ﴿جلد ۱۹، صفحہ ۳۳۳﴾

جلد نمبر ۲۰:۔

"عجائب المخلوقات" کے حوالے سے ایک استفتاء (جس میں ایک ایسی مچھلی کے متعلق دریافت کیا گیا تھا، جو عورت کے مشابہ ہوتی ہے) کے متعلق فرماتے ہیں:

"یہ مچھلی "عجائب المخلوقات" میں ذکر کی اگر اس کا وجود ہر دو عالم مثالی وخیالی سے باہر ثابت ہو تو ان نوادر سے ہے جو مرور دہور کبھی کسی سیاح کی نظر پڑے اور عامۃ الناس ان کے رسم واسم سے آگاہ نہیں۔" ﴿جلد ۲۰، صفحہ ۳۳۴﴾

جلد نمبر ۲۱:۔

خلافتِ ترک کے متعلق ایک استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں:

"ترک اور تونے کیا جانا کیا ترک۔ صدہا سائل سے حامیان دین متین اور حافظان بیضہ دین خادمان حرمین محترمین اور مالکان قلب وعین اُن کے اخیار نہ خلفا کہ بیسوں خلفا کہلانے والوں سے افضل واعلیٰ خیر خواہی ونصیحت اور بقدر قدرت اعانت کی فرضیت لفظِ خلافت پر موقوف جاننا جہالت اور اُس کے لیے محض بلاوجہ احادیث متواترہ واجماع صحابہ واجماع تابعین واجماع ائمہ دین وعقیدہ ہاجملہ اہلسنت وجماعت کا رد کرنا اور خارجیوں معتزلیوں کا دامن پکڑنا ضلالت۔"

﴿جلد ۲۱، صفحہ ۲۶۲/۲۶۳﴾

جلد نمبر ۲۲:۔

اس جلد میں رسالہ "مروج النساء لخروج النساء" جو کہ عورتوں کے پردہ کے متعلق تحریر کیا گیا ہے، اس میں ویسے تو کافی مقامات پر آپ نے ہم قافیہ الفاظ استعمال کیے ہیں جو کہ رسالے کی زینت کو مزید ابھارتے ہیں۔ ان میں سے ایک اقتباس یہ ہے۔

"رہے وہ مواضع جو محارم واجانب کسی کے مکان نہیں اگر وہاں تنہائی وخلوت ہے تو شوہر یا محرم کے ساتھ جانا ایسا ہی ہے جیسے اپنے مکان میں شوہر ومحارم کے ساتھ رہنا اور مکان قید وحفاظت ہے کہ ستر وتحفظ پر اطمینان حاصل اور اندیشہائے فتنہ یکسر زائل تو یوں بھی حرج نہیں، اس قید کے بعد استثناء ایک روزہ راہ کی حاجت نہیں کہ بے معیت شوہر یا مرد محرم عاقل بالغ قابل اعتماد حرام ہے اگرچہ محل خالی کی طرف وجہ یہ کہ عورت کا تنہا مقام دور کو جانا اندیشۂ فتنہ سے عاری نہیں تو وہی قید اس کے اخراج کو کافی اور اگر مجمع جلوت ہے تو بے حاجت شرعی اجازت نہیں، خصوصاً جہاں فضولیات وبطالات وجہالات کا جلسہ ہو جیسے سیر تماشے، باجے، تاشے، ندیوں کے پن گھٹ، ناچ گانے کے جمگھٹ، بے نظیر کے میلے، پھول والوں کے جھمیلے، نوچندی کی

بلائیں، مصنوعی کربلائیں، علم تازیوں کے کاوے، تخت جریدوں کے دھاوے، حسین آباد کے جلوے، عباسی درگاہوں کے بلوے، ایسے مواقع مردوں کے جانے کے بھی نہیں۔"

﴿جلد۲۲، صفحہ ۲۲۴۔ ۲۲۵، واحکامِ شریعت صفحہ ۳۰۹ مطبوعہ شبیر برادرز، لاہور﴾

آپ نے اسی میں شرطِ ہفتم کے تحت اُن شرائط کا بھی ذکر فرمایا ہے جن میں خواتین کا گھر سے نکلنا جائز ہے۔ ان سب کو ایک ترتیبی وزن کے ساتھ نہایت ہی خوب صورت انداز میں مزین فرمایا ہے۔

۱) قابلہ ۲) غاسلہ ۳) نازلہ ۴) مریضہ ۵) مضطرہ ۶) حاجہ ۷) مجاہدہ ۸) مسافرہ ۹) کاسبہ۔ ﴿ایضاً﴾

اس کے علاوہ مزید تین صورتیں اور بھی بیان فرمائیں۔ ۱) شاہدہ ۲) طالبہ ۳) مطلوبہ۔

﴿جلد۲۲، صفحہ ۲۲۶﴾

جلد نمبر ۲۳ :۔

مجلسِ ذکرِ شہادت کے متعلق فرماتے ہیں:

"مجلسِ ذکرِ شہادت اگر روایاتِ باطلہ سے ہو تو مطلقاً ناروا' اور روایاتِ صحیحہ سے ہو تو اگر تجدیدِ غم و جلبِ بکاء مقصود ہے بیشک نامحمود ہے اور اگر ذکر فضائل محبوبانِ خدا' مراد ہے تو موردِ رحمتِ جواد ہے۔"

﴿جلد۲۳، صفحہ ۷۴۶﴾

جلد نمبر ۲۴ :۔ ایک شعر ؎

لی خمسة اطفی بها حر الوباء الحاطمه ÷ المصطفٰی و المرتضیٰ و ابناهما و الفاطمه

کے متعلق جواب استفتاء میں فرماتے ہیں:

"مضمون شعر فی نفسہٖ حسن ہے اور محبوبانِ خدا سے توسّل محمود اور ذکر خمسہ پر شبہہ مردود کہ بعد حضور اقدس (ﷺ) چار میں حصر غیر مقصود، عدد نافی زیادت نہیں۔" ﴿جلد۲۴، صفحہ ۱۸۰﴾

جلد نمبر ۲۵ :۔

حقہ کے متعلق فرماتے ہیں:

"بالجملہ عند التحقیق اس مسئلہ میں سوا حکم اباحت کے کوئی راہ نہیں ہے خصوصاً ایسی حالت میں کہ عجماً و عرباً عام مومنین بلاد و بقاع تمام دُنیا کو اس سے ابتلا ہے تو عدمِ جواز کا حکم دینا عامۂ امتِ مرحومہ کو معاذ اللہ فاسق بنانا ہے جسے ملتِ حنفیہ سمحہ سہلہ غرا بیضا ہرگز گوارا نہیں فرماتی۔"

﴿جلد۲۵، صفحہ ۸۹﴾

جلد نمبر ۲۶ :۔

وہ علوم جن کی تخصیص صرف باری تعالیٰ کی ذات سے ہے، ان کے متعلق فرماتے ہیں:

"علم کا اقصیٰ غایات کمالات پر ہونا کہ معلوم کی ذات ذاتیات اعراض احوال لازمہ مفارقہ ذاتیہ

اضافیہ ماضیہ آیندہ موجودہ ممکنہ سے کوئی ذرہ کسی وجہ پر مخفی نہ ہو سکے۔" ﴿جلد ۲۶، صفحہ ۴۷۲﴾

جلد نمبر ۲۷:۔

رسالہ "معین مبین بھر دور شمس و سکون زمین" کے آخر میں فرماتے ہیں:

"بالفرض یہ سب کچھ سہی پھر آفتاب کے داغوں کو زمین کے زلزلوں، طوفانوں، بجلیوں، بارشوں سے کیا نسبت ہے۔ کیا یہ احکام منجموں کے لیے بے سروپا خیالات کے مثل نہیں کہ فلاں گرہ یا جوگ یا پچھتر کے اثر سے دُنیا میں یہ حادثات ہوئے جس کو تم بھی خرافات سمجھتے ہو اور واقعی خرافات ہیں، پھر آفتاب کیا امریکہ کی پیدائش یا وہیں کا ساکن ہے کہ اُس کی مصیبت خاص ممالک متحدہ کا صفایا کردے گی۔ کل زمین سے اس کو تعلق کیوں نہ ہوا، بیانِ منجم پر اور مواخذات بھی ہیں مگر ۱۷دسمبر کے ۱۷ پر ہی اکتفا کریں۔" ﴿جلد ۲۷، صفحہ ۲۴۲﴾

جلد نمبر ۲۸:۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیدائشی مسلمان ہونے کے متعلق استفتاء میں فرماتے ہیں:

"حضرت امیر المومنین، مولی المسلمین، امام الواصلین، سیدنا علی المرتضیٰ مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الاسنیٰ اور حضرت امیر المومنین امام المشاہدین افضل الاولیا المحمدیین سیدنا و مولانا صدیق اکبر عتیق اطہر علیہ الرضوان الاجل اظہر دونوں عالمِ ذرّیت سے روزِ ولادت، روزِ ولادت سے سنِ تمیز، سنِ تمیز سے ہنگامِ ظہورِ پُرنور آفتابِ بعثت، ظہورِ بعثت سے وقتِ وفات، وقتِ وفات سے ابد الآباد تک بحمد اللہ موحد و مُوقن و مسلم و مومن و طیّب و زکی و طاہر و نقی تھے اور ہیں اور رہیں گے۔"

﴿جلد ۲۸، صفحہ ۴۵۸﴾

جلد نمبر ۲۹:۔

ابو طالب کے کفر کے متعلق اپنے رسالہ کی فصل ہشتم میں فرماتے ہیں:

"جب ابو طالب کا کفر ادلہ کالنہار سے آشکار تو "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کہنے کا کیونکر اختیار، اگر اخبار ہے تو اللہ عزوجل پر افترا، کفار کو رضائے الٰہی سے کیا بہرہ، اور اگر دُعا ہے کما ہو الظاھر (جیسا کہ ظاہر ہے ت۔)" ﴿جلد ۲۹، صفحہ ۷۳۸﴾

جلد نمبر ۳۰:۔

مولانا عبدالوحید صاحب کے ایک دریافت کردہ استفتاء کے جواب میں فتوے کے شروع میں آپ نے چند القاب "حضرت ممدوح" کی طرف موسوم کیے ہیں۔

"حامی سنن، ماحی فتن، ندوہ شکن، ندوی فگن، مولانا وحید زمن، صین عن الفتن و حوادث الزمن امین یا ذالمسنن !۔" ﴿جلد ۳۰، صفحہ ۷۲﴾

◆◆◆◆◆

اہلِ علم کی خدمت میں تحفۂ کاظمی

از تبرکات: غزالی زماں علامہ سیّد احمد سعید کاظمی قدس سرہٗ السامی

لنڈن ڈیری، شمالی آئرلینڈ میں ایک اہم مقام ہے، وہاں گرمیوں کے موسم میں چند راتیں ایسی آتی ہیں کہ غروبِ آفتاب کے بعد فوراً طلوع صبح صادق ہوجاتا ہے نمازِ عشاء کا وقت نہیں آتا، تو یہاں عشاء کی نماز کیسے پڑھی جائے؟ ایسا ہی غالباً ناروے (یورپ) میں بھی ہوتا ہے۔

زیرِ نظر مضمون شمالی آئرلینڈ میں بسنے والے مسلمان بھائیوں کی طرف سے آنے والے ایک استفتا کا جواب ہے، جو امام اہل سنت غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے مخصوص محققانہ انداز میں تحریر فرمایا ہے۔

اس مسئلہ میں امام بقالی علیہ الرحمۃ اور صاحبِ کنز الدقائق علیہ الرحمۃ ایسے مقتدر اور جلیل القدر فقہا کرام کے نماز کے عدم وجوب کے اقوال موجود ہیں، اور انہوں نے اوقاتِ صلوٰۃ کو اسبابِ صلوٰۃ گردانتے ہوئے مذکورہ علاقہ میں نمازِ عشاء کے عدم وجوب کا قول فرمایا ہے، اور اس پر بہت وزنی دلائل بھی پیش کیے ہیں، تاہم علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ نے اپنی تحقیق و تبع کے بعد ترجیحی پہلو پر روشنی ڈالی ہے، مضمون خالصتاً علمی بحث پر مشتمل ہے، علمی حلقوں میں یقیناً اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

تحریک فکر رضا، ممبئ

استفتاء

۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شمالی آئرلینڈ میں ایک مقام کا نام لنڈن ڈیری ہے۔ جس کا عرض البلد شمالی ۵۵ درجہ ہے اور طول البلد غربی ۷ درجہ ۲۰ دقیقہ ہے، وہاں موسمِ گرما کی چند راتوں میں غروب آفتاب سے لے کر صبح صادق ہونے تک تقریباً سوا تین گھنٹے کا زمانہ ہوتا ہے اور ان راتوں میں وہاں غروب آفتاب سے لے کر آدھی رات کو صبح صادق ہوجاتی ہے، اگر کوئی آدمی وہاں ان راتوں میں مغرب کی نماز پڑھ کر فوراً عشاء کی نماز پڑھ لے تو عشاء کا فرض ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

۲۔ اگر کوئی آدمی وہاں ان راتوں میں غروب آفتاب کے گھنٹہ یا سوا گھنٹہ کے بعد عشاء کی نماز پڑھ لے تو عشاء کا فرض ادا ہوجائے گا یا نہیں؟

۳۔ ان ایام میں وہاں عشاء کی نماز کس وقت پڑھی جائے؟ نمازِ تراویح کا حکم بھی بتایا جائے۔

نوٹ: ہر سوال کا جواب جدا جدا صرف قرآن و حدیث کے حوالہ سے ہی مطلوب ہے، فقہ کے حوالے سے نہیں، کیونکہ بعض فقہا کا قول ہے کہ ایسی جگہ ان ایام میں عشاء کی نماز فرض ہی نہیں ہے جب کہ قرآن

وسنت میں کسی نماز کی معافی کا کوئی تصور نہیں ہے۔

سائل: محمد مسعود، آئرلینڈ

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلیٰ آلہٖ و اصحابہ اجمعین

پہلے سوال کی عبارت میں تعارض معلوم ہوتا ہے مگر اس سے قطع نظر کرتے ہوئے تینوں سوالوں کے جواب نمبر وار تحریر کیے جاتے ہیں۔

(۱) وہاں مغرب کی نماز پڑھنے کے فوراً بعد اگر عشاء کی نماز پڑھی گئی تو عشاء کا فرض ادا نہ ہوگا۔

(۲) صورتِ مسئولہ میں عشاء کی نماز کا وجوب طلوعِ فجر کے بعد ہی ہوگا اس لیے طلوعِ فجر سے پہلے عشاء کی نماز پڑھی گئی تو ذمہ سے ساقط نہ ہوگی۔

(۳) عشاء کی نماز طلوعِ فجر کے بعد پڑھی جائے گی، ترتیب کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے عشاء کی نماز پڑھیں، اس کے بعد فجر کی نماز ادا کریں، اس مسئلہ میں علما کا اختلاف ہے، بعض کا قول یہ ہے کہ جب تک نماز کا وقت متحقق نہ ہو نماز فرض نہیں ہوتی، گویا وقت کا ہونا نماز کی فرضیت میں ان کے نزدیک اصل ہے لیکن بعض دوسرے فقہا کہتے ہیں کہ اوقات اصل نہیں بلکہ صلوات خمس کا وجوب اصل ہے ان کا کہنا ہے کہ دراصل پانچ نمازیں فرض کی گئی ہیں جن میں سے ایک کا کم ہونا بھی دلائلِ قطعیہ کے خلاف ہے، بخاری شریف میں حدیث اسراء کے لفظ "فقال ھی خمسون لایبدل القول لدیّ" اور اس کے علاوہ بے شمار احادیث میں پانچ نمازوں کا فرض ہونا وارد ہے، وہ اتنی کثیر التعداد ہیں جن کا مضمون حدِ تواتر تک پہنچ گیا ہے، پھر اُمت کا اجماع قطعی بھی پانچ نمازوں کی فرضیت پر ہے جس کے پیش نظر ایک نماز کی کمی بھی متصور نہیں ہوسکتی، ان فقہا کی تحقیق یہ ہے کہ جس جگہ کسی نماز کا وقت خاص نہ آئے وہاں نماز فرض ہوگی وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ نماز فرض موقت ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا "ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا" نمازوں کے اوقاتِ خاص کا ذکر بے شمار احادیث میں وارد ہے اور اس پر اُمت کا اجماع بھی ہے، مگر ان اوقاتِ مخصوصہ کو یہ فقہائے کرام بطور علامت مانتے ہیں۔ جہاں وہ اوقات پائے جائیں گے پانچ نمازیں ان پر تقسیم کردی جائیں گی۔ اور اگر کسی مقام پر کسی نماز کا وقت خاص متحقق نہ ہو تو نماز کا نفس وجوب ان کے نزدیک ساقط نہ ہوگا اور تقدیری وقت میں اس نماز کا پڑھنا واجب ہوگا۔ جیسے بلغاریہ کا وہ مقام جس کے متعلق سوال کیا گیا ہے کہ وہاں وقتِ مغرب کے بعد طلوعِ فجر ہو جاتا ہے اور عشاء کا وقت نہیں آتا، نفی وجوب کے قول پر کنز، دُرر اور ملتقی میں جزم کیا اور بقالی نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا، حلوانی اور مرغینانی نے اسی کے ساتھ اتفاق کیا، شرنبلالی اور حلبی نے اسی کو راجح قرار دیا اور اس مسئلہ میں ان دونوں نے وسیع کلام کیا، حلوانی پہلے

وجوب کا فتویٰ دیتے تھے پھر انہوں نے امام بقالی کی موافقت کرلی لیکن امام برہان کبیر مسئلہ مذکورہ میں عشاء کا وقت نہ آنے کے باوجود بھی نماز عشاء کی فرضیت کے قائل ہیں، کمال الدین امام ابن ہمام صاحب فتح القدیر نے امام برہان کبیر کے قول کو اختیار کیا اور ابن الشحنہ نے امام ابن ہمام کی اتباع کی اور ان کے قول کی تصحیح فرمائی۔ محقق ابن امیر الحاج اور علامہ شیخ قاسم نے بھی امام ابن ہمام کے قول کو برقرار رکھا۔

یہ درست ہے کہ مسئلہ مذکورہ میں نماز عشاء کے وجوب اور عدم وجوب کے دونوں قولوں کی تصحیح کی گئی ہے لیکن وجوب کا قول صاحب مذہب مجتہد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے مؤید ہے اور اس مسئلہ میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ان کا کوئی قول یا مذہب منقول نہیں، جتنے اقوال ہیں سب فقہاء حنفیہ کے اقوال ہیں۔ ہمارے نزدیک مسئلہ زیر بحث میں قائلین فرضیت صلوٰۃ کا قول راجح ہے کیونکہ اس کی ترجیح کے دلائل اقویٰ ہیں، دجال سے متعلق ایک حدیث بھی اس کی روشن دلیل ہے۔ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دجال کے زمین میں ٹھہرنے کی مدت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اربعون یوماً یوم کسنة ویوم کشهر ویوم کجمعة وسائر ایامه کایامکم قلنا یارسول الله فذلک الیوم الذی کسنة أ تکفینا فیه صلوٰة یوم قال لا اقدروا له قدرہ۔ (صحیح مسلم، ج ۲، ص ۴۰۱، جامع ترمذی، ج ۲، ص ۴۷)

اس حدیث میں تقدیر اوقات کا حکم صراحۃً وارد ہے اور اسے خروج دجال کے ایام کے ساتھ خاص کرنا بلا دلیل ہے۔ تقدیر وقت سے مراد نماز کے وقت خاص کا فی الجملہ وجود فرض کرنا ہے، عام اس سے کہ اس کے فرضی وجود کے بعد اسے پھر معدوم فرض کرلیا جائے جیسا کہ ایام بلغار میں نماز عشاء کے وقت خاص کی تقدیر کے معنی یہی ہیں کہ یہ فرض کرلیا گیا کہ ''نماز کا وقت آیا اور گزر گیا'' یا اس کے فرضی وجود کے بعد اسے موجود ہی فرض کیا جائے جیسا کہ ایام دجال میں نمازوں کے ''فرضی اوقات خاصہ'' کو موجود فرض کیا جائے گا اور اسی لیے ان ایام کی نمازیں ادا قرار پائیں گی۔

بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے کہ وہ صورتِ مسئولہ میں ''تقدیر اوقات باقرب البلاد'' کے قائل ہیں۔

چونکہ ''وجوب ادا''، ''نفس وجوب'' کی فرع ہے اس لیے حدیث دجال کو قائلین وجوب نے دلیل وجوب قرار دیا ہے اور تقدیر اوقاتِ خاصہ کو ''وجوب ادا'' کے لیے سبب مانا ہے، اگر نفس وجوب ان کے نزدیک منتفی ہو تو وجوب ادا کے لیے تقدیر اوقات کی حاجت نہیں رہتی۔ بنابریں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی قائلینِ وجوب کا مؤید پاتا ہے۔ اس تفصیل سے یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ صورتِ مسئولہ میں اُن قائلین وجوبِ صلوٰۃ کے نزدیک جو اس کے وقت کا آنا اور گزر جانا فرضی مانتے ہیں، نماز عشاء پڑھنے والا ادا یا قضا کی نیت نہ کرے گا کیونکہ ادا کا وقت متحقق نہیں ہوا اور قضا فرع ہے ادا کی، اصل کے بغیر فرع کا تحقق کیسے ہوگا؟ لہٰذا ادا یا قضا کی تعیین کے بغیر عشاء کے فرض پڑھے جائیں گے۔ عند اللہ قضا ہو یا ادا، بہرصورت

نمازی بری الذمہ ہو جائے گا، "وتر" "فرضِ عشاء" کے تابع ہیں اس لیے فرضِ عشاء کی طرح ان کا پڑھنا بھی واجب ہے لیکن نمازِ تراویح نہ پڑھیں گے کیونکہ یہ فرض کرلیا گیا ہے کہ نمازِ عشاء کا وقت آیا اور گزر گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ صورتِ مسئولہ میں نمازِ عشاء کا قول ہمارے نزدیک صحیح ہے اور اس مسئلہ میں ہم امام برہان الدین کبیر اور محقق علی الاطلاق امام کمال الدین ابن ہمام صاحب فتح القدیر اور ابن شحنہ اور صاحب تنویر الابصار ماتن درمختار کی اتباع کرتے ہیں، محقق ابن امیر الحاج اور علامہ شیخ قاسم اور علامہ ابن عابدین شامی وغیرھم نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

اگر حدیث دجال کو بالعموم تقدیرِ وقت کی دلیل قرار نہ دیا جائے تو ایسے مقامات جہاں سورج غروب ہوتے ہی طلوعِ فجر ہوجاتا ہے، رات آتی ہی نہیں وہاں نمازوں کے علاوہ روزے کا مسئلہ بھی سامنے آئے گا۔ نصِ قرآنی "فمن شهد منكم الشهر فليصمه" کے مطابق وہاں بھی شہود شہر کے متحقق ہونے کی وجہ سے روزہ فرض ہوگا مگر طلوعِ فجر سے غروبِ شمس تک وہاں روزہ رکھنا ہلاکت کا موجب ہے کیونکہ رات کا وقت بھی دن میں شامل ہوگیا، اس کا حل تقدیرِ وقت سے ہی ہوسکتا ہے جو صرف حدیثِ دجال سے مستفاد ہے۔

اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ ماہِ رمضان المبارک میں کسی قوم پر سورج کو روک لے تو نمازوں کے علاوہ روزہ کا مسئلہ بھی پیدا ہوگا، وہاں کیوں کر روزہ رکھا جائے گا اور طلوع وغروبِ شمس سے جو احکامِ شرعیہ متعلق ہیں مثلاً بیوہ عورت کی عدّت، بیع سلم کی مدّت کیونکر شمار ہوسکے گی، تقدیرِ وقت کے سوا اس کا کوئی حل نہیں جس کی دلیل حدیث دجال ہی ہے۔ مختصر یہ کہ ہمارا یہ جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح ہے جس کی تائید فقہا کے ایک گروہ کے اقوال سے بھی ہوتی ہے، اختلافِ اقوال ہمارے جواب کے حق میں مضر نہیں، کیونکہ وجوہ ترجیح ہم وضاحت کے ساتھ بیان کرچکے ہیں۔

اب ہم عباراتِ فقہیہ اور اقوالِ فقہا نقل کرتے ہیں، وہ ہمارے اس جواب سے متعلق ہیں۔

۱۔ (وفاقد وقتهما) كبلغار فان فيها يطلع الفجر قبل غروب الشفق فى أربعينية الشتاء (مكلف بهما فيقدر لهما) ولاينوى القضاء لفقد وقت الاداء به أفتى البرهان الكبير واختاره الكمال وتبعه ابن الشحنة فى ألغازه فصححه فزعم المصنف انه المذهب (وقيل لا) يكلف بهما لعدم سببهما وبه جزم فى الكنز والدرر والملتقى وبه أفتى البقالى ووافقه الحلوانى والمرغينانى ورجحه الشرنبلالى والحلبى وأوسعا المقال ومنعا ما ذكره الكمال قلت ولا يساعده حديث الدجال لانه وإن وجب أكثر من ثلثمائة ظهر مثلا قبل الزوال ليس كمسألتنا لان المفقود فيه العلامة لا الزمان وأما فيها فقد فقد الامران، اه (الدر المُختار على هامش رَدّ المُحتار۔ (کوئٹہ: المكتبة الماجدية، ۱۳۹۹ھ)، ج ۱، ص ۲۶۶ تا ۲۶۹)

۲۔ (قوله فى أربعينية الشتاء) صوابه فى أربعينية الصيف كما فى الباقانى.

(ردالمحتار۔ جلد اوّل، ص ۲۶۶)

۳۔ (قوله فيقدر لهما) هذا موجود فى نسخ المتن المجردة ساقط من المنح ولم أرمن سبقهُ اليه سوى صاحب الفيض حيث قال ولو كانوا فى بلدة يطلع فيها الفجر قبل غيبوبة الشفق لايجب عليهم صلاة العشاء لعدم السبب، وقيل يجب ويقدر الوقت اهـ. بقى الكلام فى معنى التقدير، والذى يظهر من عبارة الفيض أن المراد أنه يجب قضاء العشاء بان يقدر أن الوقت أعنى سبب الوجوب قد وجد كما يقدر وجوده فى أيام الدجال على ما يأتى لأنه لا يجب بدون السبب، فيكون قوله ويقدر الوقت جواباً عن قوله فى الاول لعدم السبب. وحاصله أنا لاتسلم لزوم وجود السبب حقيقة بل يكفى تقديرهُ كما فى أيام الدجال. ويحتمل أن المراد بالتقدير المذكور هو ما قاله الشافعية من أنه يكون وقت العشاء فى حقهم بقدر ما يغيب فيه الشفق فى أقرب البلاد اِليهم، والمعنى الأوّل أظهر، كما يظهر لک من كلام الفتح الآتى حيث ألحق هذه المسئلة بمسئلة أيام الدجال، ولأنّ هذه المسئلة نقلوا فيها الاختلاف بين ثلاثة من مشائخنا وهم البقالى والحلوانى والبرهان الكبير، فأفتى البقالى بعدم الوجوب، وكان الحلوانى يفتى بوجوب القضاء، ثم وافق البقالى لما أرسل اِليه الحلوانى من يسئله عمن أسقط صلاة من الخمس أيكفر؟ فاجاب السائل بقوله من قطعت يداه أو رِجلاه كم فروض وضوئه فقال له ثلاث لفوات المحل، قال فكذلک الصلوٰة، فبلغ الحلوانى ذلک فاستحسنه ورجع اِلى قول البقالى بعدم الوجوب. وأما البرهان الكبير فقال بالوجوب، لكن قال فى الظهيرية وغيرها لاينوى القضاء فى الصحيح لفقد وقت الاداء. ر اعترضه الزيلعى بأن الوجوب بدون السبب لايعقل، وبأنه اِذا لم ينو القضاء يكون أداء ضرورة، وهو: أى الاداء فرض الوقت ولم يقل به أحد، اِذ لايبقىٰ وقت العشاء بعد طلوع الفجر اِجماعاً اهـ، وأيضاً فاِن من جملة بلادهم مايطلع فيها الفجر كما غربت الشمس، كما فى الزيلعى و غيره، فلم يوجد وقت قبل الفجر يمكن فيه الاداء. اِذا علمت ذلک ظهرلک أن من قال بالوجوب يقول به على سبيل القضاء لا الأداء، ولو كان الاعتبار بأقرب البلاد اِليهم لزم أن يكون الوقت الذى اعتبرناه لهم وقتا للعشاء حقيقة بحيث تكون العشاء فيه اداء، مع أن القائلين عندنا بالوجوب صرحوا بأنها قضاء وبفقد وقت الاداء، وأيضاً لوفرض أن فجرهم يطلع بقدر ما يغيب الشفق فى أقرب البلاد اِليهم لزم اتحاد وَقْتَى العشاء والصبح فى حقهم، أو أن الصبح لايدخل بطلوع الفجر. اِن قلنا اِنّ الوقت للعشاء فقط ولزم أن تكون العشاء نهارية لايدخل وقتها اِلّا بعد طلوع الفجر، وقد يؤدى أيضاً الى أن الصبح اِنما يدخل وقته

بعد طلوع شمس هم وكل ذلك لايعقل فتعين ما قلنا فى معنى التقدير مالم يوجد نقل صريح بخلافه. وأما مذهب الشافعية فلا يقضى على مذهبنا، ثم رأيت فى الحلية ذكر ما ذكره الشافعية، ثم اعترضه بأن ظاهر حديث الدجال يفيد التقدير فى خصوص ذلك البلد، لأن الوقت يختلف باختلاف كثير من الاقطار، وهذا مؤيد لما قلنا، ولله الحمد، فافهم۔

قوله: (ولاينوى القضاء الخ) قد علمت ما أورده الزيلعى عليه من أنه يلزم من عدم نية القضاء أن يكون اداء ضرورة الخ، فيتعين أن يحمل كلام البرهان الكبير على وجوب القضاء كما كان يقول به الحلوانى. وقد يقال: لامانع من كونها لا أداء ولا قضاء كما سمّى بعضهم ما وقع بعضها فى الوقت اداء وقضاء، لكن المنقول عن المحيط وغيره أن الصلوٰة الواقع بعضها فى الوقت وبعضها خارجهٗ يسمّٰى ما وقع منها فى الوقت أداء، وما وقع خارجه يسمّٰى قضاء اعتبارا لِكل جزء بزمانه، فافهم۔ (ردالمحتار، جلد اوّل، ص ۲۶۶ـ۲۶۷)

۲۔ ومن لا يوجد عندهم وقت العشاء كما قيل يطلع الفجر قبل غيبوبة الشفق عندهم أفتى البقالى بعدم الوجوب عليهم لعدم السبب وهو مختار صاحب الكنز كما يسقط غسل اليدين من الوضوء عن مقطوعهما من المرفقين وأنكره الحلوانى ثم وافقه وأفتى الامام البرهانى الكبير بوجوبها ولا يرتاب متأمل فى ثبوت الفرق بين عدم محل الفرض وبين سببه الجعلى الذى جعل علامة على الوجوب الخفى الثابت فى نفس الامر وجواز تعدد المعرفات للشىء فانتفاء الوقت انتفاء المعرف وانتفاء الدليل على شىء لايستلزم انتفاءهٗ لجواز دليل آخر وقد وجد وهو ما تواطأت أخبار الاسراء من فرض الله تعالٰى الصلوة خمسا بعد ما أمروا أولاً بخمسين ثم استقر الامر على الخمس شرعاً عاما لاهل الآفاق لاتفصيل فيه بين أهل قطر وقطر وما روى ذكر الدجال رسول الله صلى الله عليه وسلم قلنا مالبثه فى الارض قال أربعون يوماً يوم كسنة ويوم كشهر ويوم كجمعة وسائر أيامه كايا مكم فقيل يارسول الله فذلك اليوم الذى كسنة أيكفينا صلاة يوم قال لا اقدر واله رواه مسلم فقد أوجب أكثر من ثلاثمائة عصر قبل صيرورة الظل مثلا أومثلين و قس عليه فاستفدنا أن الواجب فى نفس الامر خمس على العموم غير أن توزيعها على تلك الاوقات عند وجودها ولايسقط بعدمها الوجوب وكذا قال صلى الله عليه وسلم خمس صلوات كتبهن الله على العباد ثم هل ينوى القضاء الصحيح انه لاينوى القضاء لفقد وقت الاداء ومن أفتىٰ بوجوب العشاء يجب على قوله الوتر ايضاً اهـ [فتح القدير (کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ)، جلد اوّل، ص ۱۹۷، ۱۹۸؛ مزید دیکھیے: ردالمحتار، ج ۱، ص ۲۶۸]

فتح القدیر کا جواب جو حلبی نے دیا علامہ شامی اسے نقل کرنے کے بعد محشی درمختار فاضل ابراہیم حلبی کا جواب نقل کرتے ہیں، فرماتے ہیں!

"وقد كرّ عليه الفاضل المحشي بالنقص وانتصر للمحقق بما يطول فمن جملة ذلك انه قال ان ما فعلناه ليس من باب القياس بل من باب الالحاق دلالة وقول البرهان الحلبي ان ما نحن فيه لم يوجد زمان يقدر للعشاء فيه وقت خاص ممنوع وذلك لان من يقدر يجعل لكل صلوٰة وقتا يختص بها لايشاركها فيه غيرها ا ھ اقول لا يخفىٰ أن القائلين بالوجوب عندنا لم يجعلوا لتلك الصلوٰة وقتاً خاصاً بها بحيث يكون فعلها فيه اداء وخارجها قضاء كما هو فى أيام الدجال لان الحلوانى قال بوجوبها قضاء والبرهان الكبير قال لاينوى القضاء لعدم وقت الاداء وبه صرح فى الفتح أيضاً فأين الالحاق دلالة مع عدم المساواة فلو كان بطريق الالحاق أو القياس لجعلوا لها وقتاخاصا بها تكون فيه اداء وانما قدروه موجوداً لايجاب فعلها بعد الفجر وليس معنى التقدير ما قاله الشافعية كما علمت والالزم كونها فيه اداء قد علمت قول الزيلعي انه لم يقل به أحد أى بكونها أداء لانه لايبقىٰ وقت العشاء بعد الفجر والاحسن فى الجواب عن المحقق الكمال بن الهمام أنه لم يذكر حديث الدجال ليقيس عليه مسئلتنا أو يلحقها به دلالة وانما ذكره دليلا على افتراض الصلوات الخمس وان لم يوجد السبب افتراضاً عاما لان قولهٗ وماروى معطوف على قوله ما تواطأت عليه أخبار الاسراء وما أوردهٗ عليه من عدم الافتراض على الحائض والكافريجاب عنه بما قاله المحشي من ورود النص باخراجهما من العموم هذا وقد أقرماذكره المحقق تلميذاه العلامتان المحققان ابن اميرحاج والشيخ قاسم والحاصل أنهما قولان مصححان ويتأيد القول بالوجوب بانه قال به امام مجتهد وهو الامام الشافعي كما نقله فى الحلية عن المتولى عنه ا ھ (قوله حديث الدجال) هو ما قدمناه فى كلام الكمال قال الاسنوى فيستثنىٰ هذا اليوم مما ذكر فى المواقيت ويقاس اليومان التاليان له قال الرملى فى شرح المنهاج ويجرى ذلك فيما لو مكثت الشمس عند قوم مدة اھ ح قال فى امداد الفتاح قلت وكذلك يقدر لجميع الآجال كالصوم و الزكاة والحج والعدة وآجال البيع والسلم والاجارة وينظرابتداء اليوم فيقدر كل فصل من الفصول الاربعة بحسب مايكون كل يوم من الزيادة و النقص كذا فى كتب الائمة الشافعية ونحن نقول بمثله اِذْ أصل التقدير مقول به اجماعا فى الصلوات ا ھ (ردالمحتار، ج ۱، ص ۲۶۸)

(قوله فقد الامران) أى العلامة وهى غيبوبة الشفق قبل الفجر الزمان المعلم

وهوما تقع الصلوة فيه اداء ضرورة أن الزمان الموجود قبل الفجر هوزمان المغرب وبعدهٔ هو زمان الصبح فلم يوجد الزمان الخاص بالعشاء وليس المراد فقد أصل الزمان كما لايخفىٰ نعم اذا قلنا بالتقدير هنا يكون الزمان موجودا تقديرا كما في يوم الدجال فلا يرد على المحقق والله تعالىٰ اعلم۔

لم أرمن تعرض عندنا لحكم صومهم فيما اذا كان يطلع الفجر عندهم كما تغيب الشمس أوبعدهٔ بزمان لايقدر فيه الصائم على أكل مايقيم بنيته ولا يمكن أن يقال بوجوب موالاة الصوم عليهم لانه يؤدى الى الهلاك فان بوجوب الصوم يلزم القول بالتقدير وهل يقدرليلهم باقرب البلاد اليهم كما قاله الشافيعة أيضاً أم يقدرلهم بما يسع الاكل والشرب أم يجب عليهم القضاء فقط دون الاداء كل محتمل فليتأمل ولا يمكن القول هنا بعدم الوجوب أصلاً كالعشاء عند القائل به فيها لان علة عدم الوجوب فيها عند القائل به عدم السبب وفي الصوم قد وجد السبب وهو شهود جزء من الشهر وطلوع فجر كل يوم هذا ماظهر لى والله تعالىٰ اعلم۔ (ردالمحتار، ج۱،ص۲۶۹)

فقہا ومجتہدین کے اختلافِ اقوال کی بنا پر ان کے حق میں بدگمانی سخت معصیت ہے، ہر مجتہد کا قول اس کے حق میں صواب کا حکم رکھتا ہے، خواہ وہ دوسرے مجتہد کے قول سے مختلف ہی کیوں نہ ہو، اس لیے ان کے اختلاف پر انہیں ملامت کرنا شرعاً نہایت مذموم اور گناہ ہے۔ بخاری ومسلم کی متفق علیہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو بنوقریظہ کی طرف روانہ فرمایا اور انہیں تاکید فرمادی کہ عصر کی نماز ان میں سے کوئی شخص بنوقریظہ پہنچے بغیر نہ پڑھے۔ رسول اللہ ﷺ کا تاکیدی فرمان ہر صحابی کے پیش نظر تھا لیکن جب صحابہ نے دیکھا کہ اگر حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق بنوقریظہ پہنچ کر نماز پڑھی جائے تو قضا ہو جائے گی، تو بعض صحابہ نے بنوقریظہ پہنچنے سے پہلے ادا نماز پڑھی اور بعض نے بنوقریظہ پہنچ کر قضا پڑھی۔ جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں واپس پہنچے تو دونوں جماعتوں نے اپنا یہ اختلاف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کیا (چونکہ سب مجتہد تھے اس لیے) رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے کسی پر بھی ملامت یا سختی نہیں فرمائی، حدیث کے لفظ ہیں "فلم يعنف واحداً منهم"۔

(صحیح بخاری، ج۱،ص۱۲۹۔ج۲،ص۵۹۱. صحیح مسلم، ج۲،ص۹۶)

خلاصہ یہ کہ امام برہان الدین کبیر، امام ابن الہمام صاحب فتح القدیر اور صاحب تنویر الابصار، علامہ قاسم ابن قطلو بغا، ابن امیر الحاج، ابن الشحنہ، علامہ شامی وغیرہم کے اقوال کی ترجیح وتصویب کی بنا پر یہی درست ہے کہ صورت مسئولہ میں عشاء کی نماز قضا یا ادا کی نیت کے بغیر طلوع فجر کے بعد پڑھی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(سید احمد سعید کاظمی غفرلہ. ۲۱/ ستمبر ۱۹۸۱ء)

ایں رہِ نعت است نہ صحراست

از: پروفیسر فاروق احمد صدیقی، بہار

میرے مقالے کا عنوان عرفی شیرازی کے درج ذیل شعر سے مستعار ہے:

عرفی مشتاب ایں رہِ نعت است نہ صحراست ÷ آہستہ کہ رہ بردم تیغ است قدم را

عرفی کے اس شعر کو نعت گوئی کے سلسلہ میں ایک رہ نما اصول کی حیثیت سے تسلیم کرلیا گیا ہے۔ یعنی تمام علمائے نقد و نظر اور صاحبانِ علم و فن کا اتفاق ہے کہ نعت کی راہ شاعروں کی سخت ترین راہ ہے اور تمام اصنافِ سخن میں سب سے مشکل صنف، صنفِ نعت ہی ہے۔ یہ تیز تلوار کی دھار پر قدم رکھنے کے مترادف ہے۔ شاعر جب تک اقلیمِ عشق کا تاج دار، اسرارِ شریعت کا راز دار اور ساتھ ہی موید من اللہ نہیں ہو، اس صنف کی مشکلات سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔ یہاں کسی فکر و خیال کو فنی پیکر عطا کرنے سے پہلے احتیاط کی چھلنی میں سو بار چھان لینا پڑتا ہے۔ کیوں کہ افراط و تفریط دونوں خطرے سے خالی نہیں اور خطرہ بھی جان کا نہیں ایمان کا۔ رسولِ گرامی وقار کی بارگاہِ قدس، جہاں آواز بلند کرنا بھی ضبطِ اعمال کا باعث ہے۔ وہاں تخیل کی بے راہ روی اور غیر ذمے دارانہ سخن سازی کی گنجایش کہاں۔ الوہیت اور رسالت کے درمیان جو نازک رشتہ ہے اُسے نبھانا ہر شخص کے حوصلے اور مقدر کی بات نہیں۔ جب تک فضلِ خداوندی اور کرمِ مصطفوی ﷺ شاملِ حال نہ ہو، اس وادیِ پُر خار کو طے نہیں کیا جاسکتا۔ افراط و تفریط کس طرح خطرۂ ایمان بن جاتے ہیں، اس کی ایک ایک مثال ملاحظہ ہو:

توحید کے پلّے میں، وحدت کے سوا کیا ہے ÷ جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمد سے

(افراط)

مجھے دی ہے حق نے بس اتنی بزرگی ÷ کہ بندہ بھی ہوں اُس کا اور ایلچی بھی

(تفریط)

پہلے شعر کے کفرِ صریح ہونے میں بڑے سے بڑے محتاط اہلِ فتویٰ کو تامل نہیں ہوسکتا اور دوسرے شعر کے منصبِ رسالت کے منافی ہونے میں کسی اہلِ علم و دانش کو تذبذب نہیں ہوگا۔ جب کہ ڈاکٹر سید وحید اشرف کچھوچھوی رقم طراز ہیں:

"نبی اور ایلچی ایک دوسرے کے مرادف نہیں اور یہاں نبی کو ایلچی کہنے کی کوئی ضرورت نہ تھی، جب کہ یہاں قافیہ کی بھی تنگی نہ تھی اور یہاں مصرع میں بڑی آسانی سے بجائے ایلچی کے نبی کا لفظ لایا جاسکتا ہے۔"[1]

جناب جمال پانی پتی لکھتے ہیں:

''انھوں (مولانا حالی) نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی بے مثال بشریت اور عبدیتِ کاملہ کو ہم جیسے عام انسانوں کی سطح کے برابر لانے سے نعت گوئی کا حق تو رہا در کنار، خود ایمان کی سلامتی بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔'' ۲

جس لفظ کا انتساب ہم خود اپنی ذات کے لیے اور اپنے آبا و اجداد کے لیے روا نہیں رکھ سکتے، رسولِ معظم ﷺ کے لیے اس کا اطلاق کیسے جائز ہوگا؟ ہر صاحبِ ایمان خود ہی فیصلہ کرسکتا ہے۔ پھر یہ کہ عقاید و ایمانیات کے باب میں نظریۂ جمہوریت بھی کام نہیں آسکتا۔ کسی شاعر نے ایک لاکھ اشعار نعت کے کہے ہوں، ان میں سے ننانوے ہزار، نو سو ننانوے اشعار بالکل بے غبار ہوں، صرف ایک شعر میں شاعر نے لفظی یا معنوی سطح پر ٹھوکر کھائی ہو تو سب پر پانی پھر جائے گا۔ یہ دلیل کام نہیں آسکتی کہ شاعر نے اس کے علاوہ تمام اشعار نہایت ایمان افروز اور روح پرور کہے ہیں۔ آیت پاک لاتقولوا راعنا وانظرنا (الخ) اور لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی (الخ) کا تو یہی اعلان و انتباہ ہے۔ یعنی حضور پاک ﷺ کے تعلق سے جو لفظ بھی بولا یا لکھا جائے، وہ عظمت و تقدیس کا مظہر ہو۔ اس میں شانِ رسالت سے فروتر ہونے کا امکان بعید بھی نظر نہ آئے ورنہ خیریت نہیں۔

کبھی کبھی شعر فہمی کی غلطی بھی غلط نتایج پر پہنچا دیتی ہے۔ یعنی شعر تو قرآن و احادیث کی روشنی میں بالکل ٹھوکا بجایا ہوتا ہے۔ لیکن قاری یا ناقد کا علم و فہم ہی محدود و ناقص ہوتا ہے، اس لیے وہ شعر کی غلط تاویل و تشریح کر کے شاعر کو طنز و طعن کا نشانہ بنا دیتا ہے۔ اس سلسلے میں جناب ظہیر غازی پوری کی یہ رائے ملاحظہ ہو:

> ''مگر نعتیہ شعر و ادب کا مطالعہ کرتے وقت اکثر جگہوں پر نظر رکی ہے۔ بعض افکار کو ذہن قبول نہیں کرتا، لیکن کہیں کہیں اپنی کم علمی یا بے بساطی کا بھی گمان گزرتا ہے۔'' ۳

اس اقتباس کا آخری ٹکڑا بڑا اہم اور بڑے دیانت دارانہ احساس پر مبنی ہے۔ واقعی بعض لوگ اپنے مطالعے کی محدودیت اور نارسائی کا اعتراف کرنے کے بجائے جوشِ انتقاد میں احتیاط کی حدوں سے گزر جاتے ہیں۔ اس مقام پر جناب شمس بریلوی کی یہ دل چسپ تحریر ملاحظہ ہو:

''عوام کے ذہن جب کسی ایسی عالمانہ تلمیح کی تصریح و تشریح سے قاصر رہتے ہیں تو اپنے علمی افلاس کو چھپانے کے لیے کہہ اُٹھتے ہیں کہ جناب شعر بے معنی ہے۔ خود میرے ساتھ ایک ایسا ہی معاملہ اس تلمیح کے سلسلے میں گزرا ہے کہ میں نے ایک شعر کہا اور اس میں ایک مذہبی تلمیح کو استعمال کیا۔ شعر یہ تھا:

اب زمانے میں کریں ہم شمس کس کس پر اعتماد ÷ اک عصا نے فاش سب رازِ سلیماں کردیا

اس تلمیح کو جو حضرت سلیمان کے عصا سے تھی، جس پر آپ ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے تھے اور جس روز ہیکلِ سلیمانی جنات نے مکمل کی اس روز یہ عصا جس کو ایک عرصے سے دیمک لگ گئی تھی، ٹوٹ کر گر پڑا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا جسدِ خاکی زمین پر آ گیا۔

اس وقت تمام جنات کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام واصل بہ حق ہو چکے ہیں۔

میرے شعر کو جناب سیماب اکبر آبادی نے مہمل قرار دیا کہ اُن کو صرف عصائے موسیٰ علیہ السلام یاد تھا عصائے سلیمان علیہ السلام سے وہ ناواقف تھے۔'' ؎

اب آیندہ صفحات میں اسی طرح کی عدم واقفیت کی عبرت ناک مثالیں ملاحظہ ہوں۔

اردو کا مشہور و بلند پایہ نقاد پروفیسر کلیم الدین نے اپنی کتاب ''اقبال ایک مطالعہ'' میں اقبال کی غزلوں کا محاسبہ کرتے ہوئے اُن کے اشعار تین حصوں میں نقل کیے ہیں۔ تیسرے حصے میں یہ اشعار رکھے گئے ہیں:

کہ برفتراک صاحب دولتے بستم سرِ خودرا — عجب کیا گر مہ و پرویں مرے نخچیر ہو جائیں

غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیِ سینا — وہ دانائے سُبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے

وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسین، وہی طٰہٰ — نگاہِ عشق و مستی میں، وہی اوّل وہی آخر

اب ان کی تنقید ملاحظہ ہو:

''رہا تیسرا حصہ تو وہ orthodox مسلمانوں کی نظر میں questionable نہیں بلکہ کفر ہے، وہ نگاہِ عشق و مستی میں یا نگاہِ باخبر میں، پیغمبر اسلام کو وہی اوّل، وہی آخر، وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسین، وہی طٰہٰ کہنا درست نہیں جب کہ ھو الاوّل و الآخر والظاھر و الباطن خدا کے لیے آیا ہے اور ہمیشہ پیغمبرِ اسلام نے اس بات پر زور دیا ہے کہ انا بشر مثلکم (الخ)'' ؎

کلیم صاحب کی قابلیت مسلّم، وہ اردو اور انگریزی جتنی بھی جانتے ہیں، لیکن قرآن و احادیث کے تعلق سے ان کی معلومات بھی سطحی اور سرسری ہی کہی جائے گی۔ اگر انھوں نے قرآن پاک کا مطالعہ جمہور اہلِ اسلام کی تفسیروں کے حوالے سے کیا ہوتا تو ایسا کم زور اور لچر اعتراض نہ کرتے۔ اب ملاحظہ ہو حضور پاک صاحب لولاک ﷺ کو نگاہِ عشق و مستی میں ہی نہیں، نگاہِ باخبر میں کیوں اوّل و آخر کہا جاتا ہے۔

آیتِ پاک ھو الاوّل و الآخر و الظاھر و الباطن وھو لکل شیٔ علیم میں تو صفاتِ خداوندی کا بیان ہے ہی، لیکن ان سارے الفاظ کا انطباق خود ذاتِ رسالت مآب کے لیے بھی جائز و مستحسن ہے اور اس آیت میں حضور کی نعت بیان کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل باتیں ملاحظہ ہوں۔

(آپ اوّل مخلوقات ہیں یعنی مخلوقات میں سب سے پہلے آپ کی تخلیق ہوئی۔ حدیث میں ہے اوّل ما خلق الله نوری (اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو وجود بخشا)

(۲) آپ کی نبوت سب پر مقدم ہے۔ حدیث پاک میں ہے۔ کنت نبیا و آدم بین الطین و الماء (میں اس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم آب و گل کی منزلیں طے کر رہے تھے)

(۳) روزِ میثاق الست بربکم کے جواب میں سب سے پہلے آپ نے ہی بلیٰ کہا۔

(۴) سب سے پہلے آپ خدا پر ایمان لائے، چنانچہ خود آپ کا ارشاد ہے: اوّل من امن باللہ و بذالک امرت و ان اوّل المومنین (بہ حوالہ، مدارج النبوۃ) (اللہ پر جو سب سے پہلے ایمان لایا اور اس کے حکم کی تعمیل کی ان میں سب سے پہلا میں ہوں)

(۵) روزِ قیامت جب زمین شق ہوگی اور لوگ اس سے نکلیں گے تو سب سے پہلے آپ جلوہ نما ہوں گے۔

(۶) روزِ قیامت سب سے پہلے آپ ہی کو سجدے کرنے کی اجازت ہوگی۔

(۷) بابِ شفاعت سب سے پہلے آپ ہی کے لیے کھلے گا۔

(۸) سب سے پہلے آپ ہی جنت میں داخل ہوں گے۔

اتنے واضح ارشادات و حقایق کی روشنی میں علامہ اقبال کی نگاہِ باخبر نے حضور پاک ﷺ کے لیے صفتِ اوّل استعمال کی ہے۔

اسی طرح آپ کے اسم صفتِ آخر کے لیے یہ دلیلیں ملاحظہ ہوں:

(۱) تخلیق میں اوّل اور دیگر محاسن و تفاصیل میں سب پر فائق ہونے کے باوصف آپ کی بعثت و رسالت آخر میں ہوئی۔ چناں چہ خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین (لیکن آپ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں)

(۲) کتابوں میں آپ کی کتاب قرآن کریم آخری اور تمام ادیان میں آپ کا دین آخری ہے۔ چناں چہ آپ نے فرمایا، نحن آخرون السابقین (یعنی تمام سبقتوں کے باوجود بعثت میں ہم آخر ہیں)

مزید اطمینان کے لیے ایک حدیث بھی نقل کی جاتی ہے جس سے حضور انور ﷺ کے صفاتی ناموں میں اوّل و آخر کے ساتھ ساتھ ظاہر و باطن کا ہونا بھی ثابت ہوتا ہے اور اس طرح سورۂ حدید کی مذکورہ بالا آیت ھو الاوّل والآخر. (الخ) کی تفسیر بھی ہو جاتی ہے۔

حدیث کے مطابق حضرت جبرئیل علیہ وسلام نے صلوٰۃ وسلام کے بعد بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے اپنے نام سے آپ کا نام اور اپنی صفت سے آپ کی صفت مشتق فرمائی اور آپ کا نام اوّل رکھا، کیوں کہ آپ تخلیق کے اعتبار سے اوّل الانبیا ہیں اور آپ کا نام آخر رکھا کیوں کہ آپ زمانے کے اعتبار سے آخر الانبیا ہیں اور امتوں کے اعتبار سے خاتم الانبیا ہیں۔ آپ کا نام باطن رکھا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام آپ کے اب حضرت آدم کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے جن کی کوئی غایت و انتہا نہیں ساق عرش میں نورِ احمر سے لکھ رکھا ہے۔ اس نے مجھے حکم دیا کہ میں اس طرح آپ کو سلام کروں تو میں نے ہزاروں سال آپ پر درود بھیجا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بشیر و نذیر اور داعی الی اللہ اور سراج منیر بنا کر بھیجا اور آپ کا نام ظاہر رکھا کیوں کہ اس نے آپ کے زمانے میں آپ کو سارے ادیان پر غالب کیا اور آپ کی شریعت و فضیلت سے آسمان و زمین والوں کو واقف کرایا تو کوئی ایسی شے نہیں جس نے آپ پر

درود و سلام نہ بھیجی ہو۔ تو آپ کا رب محمود اور آپ محمد ہیں اور آپ کا رب اوّل و آخر، ظاہر و باطن ہے اور آپ بھی اوّل و آخر ظاہر و باطن ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "شکر اُس خدا کا جس نے مجھے تمام نبیوں پر فضیلت دی، یہاں تک کہ میرے نام اور صفات میں بھی۔

اس بحث کو میں جناب ابوالخیر کشفی کی اس رائے پر ختم کرتا ہوں، "اکثر ذہنوں میں اوّل و آخر سے خلش ہوتی ہے، لیکن الجھن ہماری پیدا کردہ ہے۔ حضور ﷺ خلق میں اوّل ہیں اور رسالت میں آخر۔"

(نعت رنگ: شمارہ ۹، صفحہ ۳۵)

اب اہلِ نظر غور فرمائیں کہ اقبال نے نعتِ رسول میں غلوے عقیدت سے کام لیا ہے یا خود ناقد محترم کی چشمِ غلط بیں کا فساد ہے! کلیم صاحب کے اعتراضات کی فہرست طویل ہے۔ مندرجہ بالا مباحث کی روشنی میں آپ ان کے دینی مطالعے کی سطحیت اور محدودیت کا اندازہ کرسکتے ہیں۔ قیاس کن زگلستانِ من بہارمرا۔

اس طرح کی ایک اور عبرت ناک مثال ملاحظہ ہو:

امامِ عشق و محبت حضرت رضا بریلوی کا شعر ہے:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب ☆ کیوں کہ محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

اس کے بارے میں پاکستان کے ایک دانش ور جناب ابوالخیر کشفی رقم طراز ہیں:

"رسول اللہ ﷺ مالک کے حبیب ہیں مگر مالک نہیں۔ حکم اور امر صرف اللہ کا ہے اور اللہ کے لیے ہے۔ الفاظ کے معانی اپنے ماحول اور محلِ استعمال سے بدل جاتے ہیں۔ حضور ﷺ روزِ جزا کے مالک نہیں ہیں۔ لیکن آپ ﷺ کے لیے مالک کا لفظ استعارے کے طور پر استعمال ہوسکتا ہے: آپ ﷺ تو میرے قلب و نظر کے مالک ہیں۔ لیکن جب مالک کا لفظ لغوی طور پر استعمال کیا جائے جیسے اس مصرع میں:

روزِ جزا کے مالک و آقا تمہی تو ہو

(یا)

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب

تو بات اپنی حدود سے نکل جائے گی۔ شاعر اس غلو سے اس وقت بچ سکتا ہے جب اُسے آقائے جان و دل کی حقیقی عظمتوں کا دھیان ہے اور ان عظمتوں کا علم قرآن پاک و احادیث ختم الرسل سے ہوتا ہے۔" [۶]

پھر صفحہ ۱۸ پر لکھتے ہیں:

"آپ بشر تھے مگر ایسے کہ اپنی حدوں میں مالک بھی ہیں اور مختار بھی۔" [۷]

پہلی بات تو یہ کہ موصوف کو لغوی معنی کی حدود بیان کرنی چاہیے تھی کہ وہ کیا ہیں تا کہ دیکھا جاتا کہ

حضور نبی کریم ﷺ کے لیے اس کے استعمال سے بات حدود سے کس طرح نکل رہی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب موصوف یہ تسلیم کرتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنی حدوں میں مالک بھی ہیں اور مختار بھی تو اب اختلاف کیا باقی رہا۔

دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں جو لغوی معنی میں حضور کو مالک قرار دیتا ہو، بلکہ جس نے بھی کہا ہے بطور استعارہ ہی کہا ہے جس کی صحت کا ان کو بھی اعتراف ہے۔

ہاں حضور پاک ﷺ کو جس نے کہا ہے کہ: روز جزا کے مالک و آقا تمہی تو ہو

یقیناً اس نے اطلاق میں حدود شریعت سے تجاوز کیا ہے، لیکن اس کے ساتھ ''میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب'' کو بھی خلاف شرع قرار دینا اپنی فکر وفہم پر دانستہ ظلم ڈھانے کے مترادف ہے۔ ذمے داری کا تقاضا تو یہ تھا کہ شاعر کا پورا شعر نقل کیا جاتا لیکن انھوں نے معلوم نہیں کس مصلحت کی بنا پر ایسا نہیں کیا، شاید اس لیے کہ اُن کے پاس اعتراض جڑنے کے لیے کم زور سہارا بھی باقی نہ رہتا۔ بہر کیف پورا شعر یہ ہے:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب کیوں کہ محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

اس کا صاف اور سیدھا مفہوم یہی ہے کہ میں آپ کو مالک اس لیے کہوں گا کہ آپ مالک کے حبیب ہیں اور محبت میں یہ دستور ہے کہ محبوب و محبّ کے درمیان ملک و مال میں یا لین دین میں میرا تیرا کا سوال نہیں پیدا ہوتا۔ لیکن کشفی صاحب اگر اتنے سے مطمئن ہو جاتے تو پھر یہ اعتراض ہی کیوں کرتے۔ اس لیے آیئے ذرا تفصیل سے باتیں ہو جائیں:

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ سماع، علم، تکلم، حیات وغیرہ سب اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں۔ ھـــو السمیع العلیم، کلمه الله موسیٰ تکلیما، هو الحی القیوم وغیرہ صدہا آیات اس پر شاہد ہیں۔ مگر اس نے اپنے بندوں کو بھی سماع، علم، تکلم اور حیات عطا فرمائی۔ اس لیے بندوں کو بھی سامع، عالم، متکلم اور حی کہا جائے اور اس کہنے میں ساری دنیا شریک ہے۔ کسی انسان کو سامع، عالم، متکلم اور حی کہا جاتا ہے تو کوئی یہ نہیں سمجھتا کہ اسے خدا کہا جا رہا ہے بلکہ سبھی یہ سمجھتے ہیں کہ بندوں کی طرف یہ اسناد عطاے خداوندی کی وجہ سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاے کرام نے عزیز، رشید اور علی بندوں کے نام رکھنے کو جائز قرار دیا ہے۔ (حالاں کہ قرآن کریم میں یہ سب اسماے باری تعالیٰ کے طور پ آئے ہیں) اور صاف لکھا ہے کہ جب ان الفاظ کا اطلاق خدا کے لیے ہو تو ان کے حقیقی و ذاتی معنی مراد ہوں گے اور بندوں کے لیے ہو تو عطائی اور اشتراک صرف اشتراک لفظی ہوگی۔

'درمختار' کتاب الحظر اور 'ابن ماجہ' میں ہے، جاز التسمية بعلی و رشید من الاسماء المشتركة يراد فی حقنا غير ما يراد فی حق الله تعالیٰ 'اس کے تحت شامی میں ہے۔ 'الفاظ فی

التاتار خانیه عن السراجیه التسمیة باسم یوجد فی کتاب الله تعالیٰ کالعلی و الکبیر الرشید والبدیع جائزہ' (الخ) ومثله فی المنع عنها و ظاهره الجواز ولو معرفا بال'۔

یہی حال لفظ مالک کا بھی ہے۔ دیہات کے مزدور کام کرانے والے کو بالعموم مالک کہتے ہیں۔ کرایہ دار، مکان والے کو مالکِ مکان کہتا ہے۔ بچے اپنی کاپی اور کتاب پر لکھتے ہیں اس کاپی و کتاب کا مالک۔ فقہاے کرام نے غنی کے لیے یعنی جس پر زکوۃ واجب ہے، اس کی تعبیر نصاب کے بقدر مال کے مالک سے کی ہے۔ ہدایہ کی شرح فتح القدیر میں ہے، 'تجب علی المسلم البالغ المالک النصاب ملکا تاما' کفایہ میں ہے، 'لا بد من ملک النصاب لان المال انما صار سببا بغنی المالک۔ یوں ہی جو شخص کسی چیز کو خریدے اسے بھی مالک سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ 'بحر الرائق' میں ہے، 'ومـلـک قریب محرم ولو کان المالک صبیا او مجنونا' خرید و فروخت اور وراثت و ہبہ کے ذریعے کسی چیز کے حاصل ہونے کی تعبیر رسولِ پاک ﷺ نے بھی لفظِ مالک یعنی مالک ہوا کے ذریعے فرمائی ہے۔ 'مـن ملک ذا رحم محرم عنه عتق علیه'۔

قرآن پاک میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ملک کا اثبات ہوا ہے۔ جس سے مشتق ملک آتا ہے جس کو مفسرین نے مالک سے عام قرار دیا ہے۔ چناں چہ صاوی جلد ۴ میں ہے:

قیل ملک عام و ابلغ من مالک، کل ملک مالک و لا عکس و لان امرنا الملک نافذ علی المالک فی ملکه حتی لا تصرف المالک الاعن تدبیر الملک.

پھر یہ کہ مالک کا معنی ہے المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف منشاء ۔ (مالک وہ ہے جو اپنے منشا کے مطابق مملوک کی چیزوں میں تصرف کرے) اور یہ صفت حضور پاک ﷺ کو ساری کائنات میں سب سے زیادہ عطا فرمائی گئی ہے اور آپ کے صدقے میں ہی حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنایا گیا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنی 'تفسیر عزیزی' میں اس موضوع پر بڑی تفصیلی بحث فرماتے ہوئے یہ ثابت فرمایا ہے کہ پوری کائنات میں مالک علی الاخلاق کہلانے کے مستحق صرف حضور نبی کریم ﷺ ہیں۔ اس لیے امام احمد رضا نے کہا ہے کہ:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب ☆ کیوں کہ محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

علامہ فاسی نے مطالع المسرات اور علامہ صاوی نے 'صاوی' میں فرمایا ہے کہ 'من لم یر نفه تحت ولایته لم یذق حلاوة الایمان.' جس نے اپنی جان کو حضور انور ﷺ کے زیرِ تصرف نہیں گردانا اس کو فی الحقیقت ایمان کا مزہ ملا ہی نہیں۔

اس شعر کا ڈانڈا شرک سے ملانا کسی ایسی ہی ذہنیت کا کام ہوسکتا ہے جس کے دماغ میں شرک بھرا ہوا ہے۔ امام احمد رضا نے تو بعطاے الٰہی حضور پاک ﷺ کو مالک کہا ہے۔ لیکن مولوی شاہ اسمٰعیل دہلوی

نے 'صراط مستقیم' میں تو اولیاے کرام تک کے لیے یہ صفت ثابت کی ہے، ملاحظہ ہو:

''عنایتِ غیبی اُس کو (اپنے ولی کو) برگزیدہ کرکے بمنزلۂ چیلۂ خاص کے کردیتی ہے جس طرح کے بادشاہانِ ذوالاقتدار اپنے بعض مطیعین کو تمام رعایا سے ممتاز کرکے چیلۂ خاص کا خطاب اُسے دے دیتے ہیں۔ سب جس طرح چیلۂ خاص کو اپنے مولیٰ کی امتہ واقمشہ (مال واسباب) میں تصرف کرنے کی مطلق اجازت ہوتی ہے اور اپنے مولیٰ کی تمام سلطنت کو اپنی طرف نسبت دے سکتا ہے، مثلاً بادشاہ ہندستان کے چیلۂ خاص کو (حق) پہنچتا ہے کہ کہے ہماری سلطنت شہر کابل سے لے کر سمندر کے کنارے تک ہے۔ اسی طرح ان مراتبِ عالیہ اور مناصب رفیعہ کے صاحبان عالمِ مثال اور عالمِ شہادت میں تصرّف کرنے کے مطلق ماذون و مجاز ہوتے ہیں اور ان بزرگواروں کو پہنچتا ہے کہ تمام کلیات کو اپنی طرف نسبت کریں، مثلاً ان کو جائز ہے کہ کہیں: عرش سے فرش تک ہمارے مولیٰ کی سلطنت ہے۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری، کے تحت اب تو زیرِ بحث شعر کی صحت سے متعلق کسی شبہ کی گنجایش باقی نہیں رہ جاتی ہے۔ خلاصۂ گفتگو یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت اور اس کا ہر کمال ذاتی، حقیقی اور لافانی ہے۔ جب کہ رسول ﷺ کا ہر کمال وہبی عطائی، محدود اور فانی ہے۔ اس لیے کوئی ایسا شخص نہیں جو لفظ مالک کو بعینہٖ اس معنی مفہوم میں استعمال کرتا ہو جیسا کہ ذات واجب الوجود کے لیے بولا جاتا ہے۔ چہ جاے کہ وہ عالمِ ربانی اور عاشقِ رسول، لفظِ مالک کو لغوی اور حقیقی میں استعمال کرے گا جو علم و فضل کے بحرِ بے کراں اور فقیہِ اعظم کی حیثیت سے سارے عالم میں مشہور و متعارف ہے اور جس کے ماہرِ علومِ شریعت ہونے کی قسم کعبۃ اللہ میں کھائی جاسکتی ہے۔

حواشی:

☆۱۔ ماہنامہ، 'المیزان'، امام احمد رضا نمبر، ص ۴۵۸

☆۲۔ 'نعت رنگ'، شمارہ ۶، ص ۲۷

☆۳۔ 'گلبن احمد آباد' نعت نمبر، ص ۴۹

☆۴۔ 'کلامِ حضرت رضا کا تحقیقی و ادبی جائزہ'، ص ۱۸۳

☆۵۔ 'اقبال ایک مطالعہ'، ص ۲۷۹۔۲۸۰

☆۶۔ 'امتناع النظیر'، از علامہ فضل حق خیرآبادی، ص ۲۲۵، حاشیہ الاولیہ المکیہ بالمادیۃ الغیبہ، ص ۳۹۸

نوٹ: علامہ قسطلانی 'مواہب' میں، علامہ زرقانی نے اس کی شرح میں اور ملا علی قاری نے شفا قاضی عیاض' کی شرح میں بھی اس حدیث کو نقل کیا۔

☆۷۔ نعت رنگ: شمارہ ۹ ص ۳۵

(بشکریہ: کتابی سلسلہ ''سفیرِ نعت'' شمارہ نمبر ۵، کراچی، پاکستان)

شیخ ملّا جیون علیہ الرحمۃ کی حیات و خدمات

از قلم: محمد شریف رضا عطاری

ایک دفتر باطل ہوں تو تاریخ بھلا دے
میں حرفِ صداقت ہوں تو دہرائے مجھے بھی

دنیا میں کچھ شخصیات ایسی ہوتی ہیں، جن کو بھلایا نہیں جاتا۔ اور نہ ہی ان کے ناموں کو کتابوں کے نقوش سے محو کیا جاتا ہے۔ بلکہ تاریخ اُن کے علمی کارناموں اور ان کی خدمات کے سبب ان کو بار بار دُہراتی ہے اُنھی شخصیات میں سے ایک معتبر و مستند عالم دین کے حوالے سے معروف شخصیت ملاّ جیون علیہ الرحمہ کی بھی ہے۔

ہندستان میں معروف وہمہ جہت شخصیت ہونے کے اعتبار سے آپ کا نام علمی حلقوں میں کسی تعارف کا محتاج نہیں رہا، کہ آپ کی زندہ جاوید کتاب ''نورالانوار'' اور مایہ ناز تفسیر ''تفسیراتِ احمدیہ'' علم پسند لوگوں میں اپنی شناخت بنائے ہوئے ہیں، نیز شہنشاہ اورنگ زیب کے استاد کی حیثیت سے بھی آپ کی شخصیت کافی معروف ومتداول ہے۔ ان شاء اللہ عزوجل زیر مضمون میں ملاّ جیون علیہ الرحمۃ کی شخصیت و خدمات کے حوالے سے چند سطریں سپرد قلم کروں گا۔

اسم گرامی و ولادت باسعادت: آپ کا اصل نام احمد ہے، ملاّ جیون اور شیخ احمد کے نام سے آپ معروف ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب کچھ اس طرح ہیں، شیخ احمد بن ابوسعید بن عبد اللہ بن عبد الرزاق بن شاہ مخدوم خاصہ۔ بعض لوگوں کے نزدیک آپ کا سلسلہ نسب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے۔ ۲۵ رشعبان ۱۰۲۷ھ/۱۶/ اگست ۱۶۱۸ء کو لکھنو کے ایک قصبہ امیٹھی میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت، حافظہ، استاذ گرامی: آپ علیہ الرحمہ نے ابتدائی تعلیم، اپنے ہی قصبہ امیٹھی میں حاصل کی، سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرلیا تھا، آپ کا حافظہ بھی کافی قوی تھا کہ آپ دورانِ حفظ قرآن مجید کو اعراب سے واقف نہ ہونے کی صورت میں جملے اور صحیح عبارتیں پڑھ لیتے تھے۔ آپ کے حافظہ کے بارے میں کہا جاتا ہے۔ کہ آپ ایک بار کوئی قصیدہ پڑھ لیتے تو آپ کو وہ یاد ہوجاتا۔ بقول شاعر ؎

میں نے آنکھوں سے لے لیا اس کو　　پھول جو دستِ باغباں سے گرا ہے

آپ نے بائیس سال کی عمر میں علوم عقلیہ ونقلیہ سے فراغت حاصل کی۔ آپ کے استاذ گرامی میں ملاّ لطف اللہ کوڑہ آبادی، وشیخ صادق ترکھی کے نام معروف ہیں۔

آپ کی تصنیفات:

۱) **تفسیرات احمدیہ:** فقہی تفاسیر کے مجموعے میں تفسیرات احمدیہ ایک قابلِ قدر اضافہ ہے۔ جو کہ علما و فقہا کے لیے اپنے اندر کافی فقہی رموز و دقائق کا خزینہ سموئے ہوئے ہے۔ تفسیر اگرچہ مختصر ہے مگر جامع انداز میں آیت

مبارکہ کی محققانہ تشریح کی گئی ہے، جس کے ذریعے کلام اللہ کو سمجھنے میں اور فقہی مسائل میں کافی معاونت و رہنمائی حاصل ہوجاتی ہے۔

نوٹ: اس کتاب کا اردو ترجمہ "علامہ عبد اللطیف نقشبندی (انگلینڈ)" نے کردیا ہے جو کہ جلد ضیاء القرآن (لاہور) سے طبع کیا جارہا ہے۔

۲) نور الانوار: مدینہ منورہ کے قیام کے دوران لکھی جانے والی اصول فقہ کی مختصر مگر جامع کتاب "المنار" کی ب سے کارآمد شرح ہے۔ جسے آپ نے بغیر کسی معاون کتاب کے دیکھے صرف چالیس دن کی قلیل مدت میں رقم کیا۔ جو کہ درسِ نظامی میں آج تک شامل نصاب ہے۔ اس کتاب پر کافی شروحات بھی لکھی جاچکی ہیں۔ جن میں علامہ عبدالحلیم لکھنوی علیہ الرحمہ کی "قمر الاقمار" کافی معروف ہے۔

۳) آدابِ احمدی، تصوف کے موضوع پر ایک جامع تصنیف ہے۔

۴) رسالہ در علم تجوید

۵) خطباتِ جمعہ وعیدین

۶) مناقبِ اولیا (فارسی)

سعادتِ حج: آپ نے ۵۵ سال کی عمر میں پہلی بار حج ادا کیا۔ اور پانچ سال حرمین طیبین میں قیام کرکے دکن میں پھر اس کے بعد حج بدل کیا اس کی صورت یہ ہوئی کہ آپ نے خواب میں اپنے والدِ محترم کی زیارت کی انہوں نے آپ سے حج کا ارشاد فرمایا۔ تین سال قیام کرکے پھر دکن لوٹے۔

ملا جیون علیہ الرحمہ اور اورنگ زیب کی پہلی ملاقات: کہا جاتا ہے کہ جتنی اچھی تربیت استاد کی سرپرستی میں چند لمحوں میں ہوجاتی ہے، شاید اس کی تکمیل ماں باپ کے ہاں پوری زندگی نہیں ہوپاتی۔ یہی احوال تاریخ میں ہمیں ملا جیون اور اِن کے شاگرد شہنشاہ عالمگیر اورنگ زیب کی شخصیات میں ملتا ہے۔

یہ اُن دنوں کی بات ہے، جب دکن میں کسی مہم میں کے سلسلے میں سلطان اورنگ زیب آمادہ ہوئے تھے۔ اسی زمانے میں ملا جیون علیہ الرحمہ کا شاہی فوج سے تعلق ہوا، پھر یہیں اورنگ زیب نے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ آپ علیہ الرحمہ سے کافی کتابیں پڑھیں، اور آپ سے کافی فیض یاب ہوئے۔

......زیرِ مقالہ کے لیے مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا ہے......

۱) نور الانوار ۔ ملا جیون

۲) تفسیراتِ احمدیہ ۔ ملا جیون

۳) ماثر الکرام ۔ غلام آزاد بلگرامی

۴) بزمِ تیموریہ ۔ صباح الدین عبدالرحمن

۵) تذکرہ علمائے ہند ۔ رحمان علی

احسن العلما: ایک بے مثال شخصیت

از: مفتی ولی محمد رضوی، باسنی، ناگور، راجستھان

الحمدللہ اس ملّتِ پاک کو مشائخ حضرات سے بڑا روحانی فیض ملتا رہا ہے اور بے شمار لوگوں کی قسمت اِن حضرات نے بدلی ہے۔ گناہوں کی تاریکی سے توبہ کرا کے عملِ صالح کی فضاؤں میں لاکر دل کو روشن کرتے ہیں، مٹی کو سونا یہ بناتے ہیں، قطرے کو دریا یہ بناتے ہیں، ذرّے کو آفتاب کی طرح چمکا دیتے ہیں۔ مشائخ کرام کی دست گیری بہت بڑی چیز ہے۔ ہر دور میں اہلِ علم و فضل اس کے قائل و عامل رہے ہیں۔ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ؎

مشائخ چوں دیوار مستحکم اند ☆ مریداں بقوت زطفلاں کم اند

خاندانِ مارہرہ مطہرہ مرکزِ برکات ہے۔ اس مقدّس گھرانے میں آفتاب و ماہتاب ہوئے ہیں۔ روحانیت کے تاج داروں نے اس خاک کو رشکِ آسمان بنا دیا ہے۔ برِصغیر میں اس مبارک سلسلے سے روحانی فیض رِم جھم رِم جھم برس رہا ہے۔ بڑے بڑے اس آستانہ کی عقیدت پر ناز کرتے ہیں۔ مجدّدِ اعظم امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان یوں نغمہ ریزی کرتے ہیں۔ ؎

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا ☆ بول بالے میری سرکاروں کے

۱۴ ویں صدی کے آخری و پندرہویں صدی کے ابتدائی دور میں اس بافیض گھرانے کے چشم و چراغ شیخ طریقت مقتدائے اہل سُنّت حضور سیدی شاہ علاّمہ مفتی حیدر حسن میاں صاحب قبلہ المعروف بہ احسن العلما علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت گوناگوں خوبیوں سے ممتاز نظر آتی ہے۔ لاکھوں عقیدت مند آپ سے منسلک ہوکر سلسلۂ برکاتیہ میں داخل ہوئے۔ آپ کے مقدس روئے زیبا سے دینی، روحانی رعب وجلال ٹپکتا تھا۔ جس نے ایک بار زیارت کرلی ہمیشہ کے لیے دل دے بیٹھا۔ برکاتی سلسلہ کے آپ وقار و شان تھے۔ عظمت برکاتی آپ کے کردار و گفتار سے عیاں تھی۔ آپ صرف نام کے نہیں بلکہ حقیقت میں پیرِ طریقت تھے۔ اپنے پیش رو مشائخ کے سچے وارث تھے۔ ان کی باعظمت مسند کے محافظ تھے۔ جہاں تشریف لے جاتے برکاتی شفقت وعنایت سے سب کو مالا مال فرماتے تھے۔

۲۵ سال سے زیادہ عرصہ ہوا' راقم آپ کی زیارت سے آنکھوں کو ٹھنڈا کرتا تھا۔ آپ کے پیچھے نمازِ جمعہ پڑھنے لکڑا مسجد بمبئی میں بارہا موقع ملا، نمازِ تراویح پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ قرآنِ پاک ایسی مٹھاس سے پڑھتے کہ سُننے والا کبھی سماعت سے سیر نہ ہو۔ قرآن پاک پڑھنے کا آپ کو حق تھا۔ حق آپ کے پڑھنے سے عیاں ہوتا تھا۔ الفاظِ قرآن جو موتی ہیں الحمدللہ آپ کا سینہ ان موتیوں کا خزینہ تھا۔ زبان سے الفاظ موتی کی طرح ادا ہوتے تھے، نہ بناوٹ نہ تکلف، بڑی سادگی سے تلاوت فرماتے تھے۔ روح

جھوم جھوم اُٹھتی تھی۔ دل و دماغ پر کیف و سرور کا عالم طاری ہوتا تھا۔ اب ایسے قرآن پاک کی عظمت کے حامل قاری، حافظ شاید و باید ہی ملیں گے۔ شہزادۂ گرامی قبلہ ڈاکٹر سید محمد امین میاں صاحب دامت فیوضہم نے آپ کے حالات میں لکھا ہے، کہ کیس پر مرضِ وصال میں وہ ساڑھے چودہ (۱۴.۱/۲) پارے تلاوت کر گئے۔ قرآن اُن کی روح میں بسا تھا، قرآن سے ان کی سانسوں کو راحت و سکون تھا۔ یہ اُن کی کرامت تھی۔ یہ قرآن سے اُن کا تعلق تھا۔ آج ضرورت ہے کہ ہم حضرتِ والا کی ذات گرامی سے پند و نصیحت حاصل کر کے قرآن مجید کی قدر و منزلت کو جانیں پہچانیں۔"

گرتو می خواہی مسلماں زیستن ☆ نیست ممکن جز بقرآن زیستن

حضورِ والا کو مارہرہ شریف میں بھی پورے آب و تاب سے دیکھا۔ مجلس سے علمی خوشبو مہکتی تھی۔ عظمتِ دین و سُنّیت قلوب میں آپ نقش فرماتے تھے۔ آپ کی چند مجالس میں شریک ہونے والا سُنّیت میں کھرا، دینی مسائل کا احترام کرنے والا ہوجاتا تھا۔ ایسی روح پرور گفتگو فرماتے کہ پھول جھڑتے تھے۔ ہر ایک کی یہی خواہش ہوتی کہ آپ بولتے رہیں، ہم سنتے رہیں۔ آپ جو فرماتے دل سے فرماتے تھے۔ اس لیے آپ کی گفتگو میں بڑا اثر تھا، "از دل خیزد بر دل ریزد" آپ کے فرمودات گرامی اس کا نمونہ تھے۔ خاص طور پر گفت و شنید کسی بھی عنوان پر ہو رہی ہو، حرفِ آخر قولِ فیصل ذکرِ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت پر جا کر ختم ہوتا۔ ایک بار آخری ملاقات میں راقم کئی احباب کے ساتھ زیارت کے لیے حاضر ہوا، تو گھنٹہ بھر تک امام اہل سُنّت کا ذکرِ خیر کرتے رہے۔ آخر میں فرمایا کہ مَیں نے اپنے بزرگوں کا ذکر نہیں کیا۔ اعلیٰ حضرت کا ذکر کیا، یہی میرے بزرگوں کا ذکر ہے۔ تم سب بھی یہی کرو۔ میرے مقصد کو سمجھو، اسی ذکر سے میرے بزرگوں کی روح خوش ہوتی ہے۔ اور یہ بھی فرمارہے تھے کہ یہ دونوں (اعلیٰ حضرت اور مفتیِ اعظم ہند) ہمارے گھرانے کی کرامت ہیں۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ عرسِ قاسمی میں آنا ہے۔ گویا اشارے کی زبان میں اپنے چہلم میں بلارہے ہیں۔ خدا کے پیاروں پر راز افشاں ہوجاتے تھے۔ کئی حضرات نے کہا کہ حضرت نے ہم سے بھی ایسا فرمایا تھا۔ نیک لوگوں کو وصالِ محبوب معلوم کرادیا جاتا ہے تاکہ بعد میں لوگوں کو مزید معلوم ہوجائے کہ جانے والا کتنے بڑے پائے کا بزرگ تھا۔ وہ کتنا صاحبِ ولایت و کرامت تھا۔ ان کی حیات میں بکثرت ایسے گوشے ملتے ہیں جو کرامت کی خاصیت دامن میں لیے ہوتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑوں بڑوں نے، اونچوں اونچوں نے ان سے خلافت و اجازت حاصل کی تو بہت اونچے ہوگئے۔ بہت بڑے ہوگئے۔ ان کا نام زندہ ہے ان کا کام زندہ ہے اور وہ صبح قیامت تک یاد کیے جائیں گے ان شاء المولیٰ تعالیٰ۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی المولیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم اجمعین۔

زندہ ہوجاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر ☆ اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کردیا

خاندانِ برکات زندہ باد پائندہ باد

مسلکِ اعلیٰ حضرت کی تائید وحمایت میں

معتمد قدیم علمائے حیدر آباد دکن کا تاریخی فتویٰ

"دیوبندیہ وہابیہ اسلام سے خارج و مرتد ہیں"

(از: ادارہ ماہنامہ سُنّی آواز، ناگپور)

گذشتہ صدی سے عقاید باطلہ کے ردّ و ابطال میں اعلیٰ حضرت مجددِ اسلام سیدنا امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ عرب وعجم میں مرکزی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔

انگریزی حکومت کے سہارے وہابیوں، دیوبندیوں کے پیشوا جیسے مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی قاسم نانوتوی، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، مولوی اشرف علی تھانوی نے مسلمانوں کے متحدہ شیرازے کو منتشر کرنے کے لیے اپنی کتابوں میں جب کفری عقاید کو عبارتوں کے ذریعہ ظاہر کیا تو اعلیٰ حضرت امام بریلوی قدس سرہٗ نے دیکھتے ہی حکمِ کفر نہیں عاید کیا، بلکہ ان کو متنبہ کیا اور ان کا دینی وعلمی وشرعی مواخذہ کیا۔ برسوں ان سے خط کتابت ہوتی رہی۔

اعلیٰ حضرت کا یہی مطالبہ تھا کہ عقاید باطلہ سے توبہ کرلیں تو جھگڑا ختم ہوجائے۔ امّت کے اتحاد کا شیرازہ منتشر نہ ہونے پائے۔ برسوں گزرنے کے بعد بھی اکابر علمائے دیوبند اپنی کفری عبارتوں پر اٹل رہے تو اعلیٰ حضرت نے برسوں بعد ان کی کفری عبارتوں پر حکمِ شرع بیان کیا اور اس حکمِ شرع کو عرب وعجم کے اکابر علما کے سامنے پیش کیا۔

عرب وعجم کے اکابر علمانے ان پر لگے ہوئے حکمِ کفراور ارتداد کی تصدیق کی۔ یہاں تک لکھ دیا کہ ان کی کفری عبارتوں کی وجہ سے ان پر لگے ہوئے کفر وارتداد میں جو شک کرے وہ بھی کافر ومرتد ہیں۔

اکابر علمائے دیوبند پر جو حکمِ کفر و ارتداد لگا ہے اس کی تصدیق کرنے والوں میں علمائے حیدر آباد دکن بھی تھے۔ علمائے دکن نے بڑے یقین واعتماد کے ساتھ ان اکابر علمائے دیوبند پر حکمِ کفر کی تصدیق کی اور خود بھی اُن کے خلاف فتوے دیے۔ لیکن دکن میں دین سے بے پرواہی اور صلح کل پالیسی کی وجہ سے وہ دینی تصلّب کمزور ہوتا گیا۔

آج یہ حالت ہے کہ دینی تصلّب کے نام کی چیز علمائے جامعہ نظامیہ، حیدر آباد کے اندر موجود نہیں ہے۔ اب وہ صلح کلیت پر عمل پیرا ہیں۔ جس کی وجہ سے دکن ہی سے دینی تصلّب جاتا رہا۔ علمائے قدیم حیدر آباد نے پچپن سال پہلے اکابر علمائے دیوبند پر ان کی کفری عبارتوں کی وجہ سے کفر و ارتداد کا فتویٰ جاری کیا تھا۔ ان قدیم علمائے اہل سُنّت حیدر آباد کا وہی قدیم فتویٰ ہم شائع کر رہے ہیں۔

وہ فتویٰ آج علماے جامعہ نظامیہ اور کُل علماے دکن پر چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر واقعی موجودہ علماے جامعہ نظامیہ حیدر آباد' اکابر علماے دیوبند کی تکفیر کے سلسلے میں اپنی غلط اور دین شکن پالیسی چھوڑ کر احقاقِ حق و ابطالِ باطل کی خاطر "حسام الحرمین" کی تصدیق کر کے صحیح حکمِ شرع بیان کریں تو مسلمان کفر و ارتداد سے محفوظ ہو جائیں گے۔ وہ فتویٰ سوال سمیت ملاحظہ فرمائیں۔

علماے حیدر آباد کا تاریخی فتویٰ: وهابیه دیوبندیه نجدیه غیر مقلدین کی پهچان

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اس زمانہ پُر آشوب و فتن میں اکثر وہابیہ دیوبندیہ نجدیہ و غیر مقلدین و رافضیہ نے اپنا شعار بنالیا اور تجربہ ہاے متواتر سے یہ ثابت ہے کہ یہ مذکورہ فرقے مدتوں میلاد شریف بھی کرتے ہیں اور یاشیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ، اہل سُنّت کو دکھلانے کو دن رات پڑھتے ہیں۔ بلکہ قوالی تک سُنتے ہیں اور جب لوگ اُن کے معتقد ہو جاتے ہیں، اور اُن سے میل جول اچھی طرح ہو جاتا ہے پھر مذکورہ باتوں کو بدعت اور کفر نہیں بناتے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی خوب تعریف کرتے ہیں۔

جب مسلمان ان کے فریب میں آ جاتے ہیں تو پہلے فاتحہ خوانی و پنج آیتِ کریمہ ختم کرنے وغیرہ سے روکتے ہیں اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر، اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بڑا درجہ حضور اقدس ﷺ کا ہے۔ انھیں کی نذر و نیاز کرو، میلاد شریف کرو، اولیا اللہ میں کیا رکھا ہے۔

جب یہاں جمالیا تو اور آگے بڑھتے ہیں کہ سیکڑوں روپے میلاد میں خرچ کرتے ہو، اللہ تعالیٰ کے نام پر خرچ کرو تو کتنا ثواب ہے۔ اگر اہل سُنّت و جماعت نے کہا کہ میاں حضور اقدس ﷺ سے ہمارا تعلق لگا رہنے دو تو یہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں ان کے چاہنے والوں کو خدا اپنا محبوب بنالیتا ہے۔ تھوڑے روز کے بعد اس مرکز سے ہٹانے کو آخر کار کہہ دیتے ہیں (دیکھیے براہینِ قاطعہ ص ۳ مصنفہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی) پھر صاف صاف حضور اقدس ﷺ کی شانِ مبارک میں کلماتِ توہین اور بعض ائمہ اربعہ کی تقلیدِ معین کو حرام تک کی تعلیم دے کر اہل سُنّت و جماعت میں تفرقہ انداز ہوتے ہیں اور بھولے بھالے اور سیدھے سادھے مسلمانوں کا راہِ راست پر لانا دشوار ہو جاتا ہے۔

لہٰذا ایسے بدمذہبوں کی بدولت جو گھر گھر فتنے ہو رہے ہیں ان کی جڑ کٹ جائے اور جو بدمذہبوں کی امامت سے اہل سُنّت و جماعت کی نمازیں برباد ہو رہی ہیں، وہ بھی بچ جائیں۔ ان مذکورہ فرقوں کی مفصل پہچان ساتھ دلائل کے مرحمت فرمائیے۔ بینوا باالکتاب وجروا بالحساب۔

المستفتی کمترین محمد سلیم ساکن ہیبت پور، ضلع فتح پور، ہنسوہ (یو۔پی)

۷۸۶
۹۲

الجواب هوالموفق للصواب

صورتِ مسئولہ ومرقومہ میں جب تم دیکھو کہ بلا خوف جانی و مالی کوئی ملا یا مولوی یا درویش، قادری یا چشتی یا نقشبندی یا سہروردی کسی بدعتی وہابی دیوبندی یا چکڑالوی یا قادیانی یا بہائیہ یا خاکساریہ یا نیچریہ و رافضیہ و خارجیہ وکاندھلویہ وصلح کلیہ وغیرہم جملہ مبتدعین ومرتدین وملحدین کی خصوصاً ایسے وہابی نجدی جس کی نوبت کفر و ارتداد تک پہنچ گئی جیسا کہ مصباح الانام اور براہینِ قاطعہ، تحذیر الناس و حفظ الایمان وغیرہ میں ہے۔ جن پر ان کی کفری عبارتوں کی وجہ سے علماے عرب وعجم نے کفر و ارتداد کا فتویٰ دیا جس کی صراحت مجددِ مأتہ حاضرہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا فاضلِ بریلوی کی تصنیف ''حسام الحرمین'' میں موجود ہے۔ پس جو شخص ان بدمذہبوں کی تعظیم وتکریم کرتا ہو، ان کے ساتھ دلی محبت کے ساتھ پیش آتا ہو، وقت بے وقت ان کی حمایت کرنے لگتا ہو، اور بدمذہب اس کے پاس محبت سے آتے جاتے ہوں۔ اس کی تعریف کرتے ہوں، خواہ ہزار با قیام میلاد شریف و گیارہویں شریف کرے، انگوٹھے چومے، یارسول اللہ پکارتا ہے یقیناً جان لو اور ہوشیار ہو جاؤ کہ دولتِ ایمان کا چور اور گھٹ کٹا ہے اور پکا بدعتی اور گمراہ۔

چنانچہ باب الاعتصام مشکوٰۃ شریف میں:

قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه واٰله وسلم من وقر صاحب بدعة فقد اتمان علیٰ هدم الاسلام۔ (رواه البیهقی فی شعب الایمان)

یعنی شعب الایمان بیہقی میں ہے: جس نے بدعت کی تعظیم وتکریم کی بے شک اُس نے اسلام کی دیوار ڈھانے میں مدد کی۔ سمجھ لیجیے کہ مرتد فاسق کی مدد کرنے والا کون ہوا۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

لا تجد قوما یومنون بالله والیوم الاخر یوادون الله من حاد الله و رسوله ولو کانوا اباؤهم او ابناهم او اخوانهم او عشیرتهم الایة۔

ترجمہ: تم نہ پاؤ گے جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی۔ اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔

اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ بددینوں اور بدمذہبوں اور خدا رسول کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والوں سے میل جول ومحبت وتعظیم وتکریم کرنا اگرچہ استاذ یا پیر ہو۔ جب ان کی بدعقیدگی ثابت ہو جائے تو ان سے دور ونفور رہیں۔ جیسا کہ مولانا روم علیہ الرحمہ مثنوی شریف میں ارشاد فرماتے ہیں:

باطلان را چہ باید باطلی　　علاطلاں را چہ خوش آید عاطلی

زانکہ ہر جنس را باید جنس خود — گاؤ سوئے شیر نر کے اور نہد
گرگ بر یوسف کجا عشق آورد — جزمگر از مکرتا اور اخورد
چوں ابوبکر از محمد بردہ بو — گفت ہذا لیس وجہا کاذب
چو نہ بد بوجہل از اصحاب درد — دید صد شق قمر باور نکرد
گر خفا سے راز خورشید خوریست — ایں دلیل آمد کہ آں خورشید نیست
نفرت خفاشگاں ماشد دلیل — کہ منم خورشید تاباں
گر گلاب را جعل راغب شمود — آں دلیل نا گلابی می بود
گر شود قلبے خریدار محک — در محکی اش در آید نقص و شک

ترجمہ:۱۔یعنی اہلِ باطل کی اہلِ باطل پر ہی نظر پڑتی ہے اور بیکاروں کو بیکار ہی اچھے لگتے ہیں۔

۲۔ ہر جنس کا میلان اپنی ہی جنس کی طرف ہوتا ہے۔گائے کبھی شیر کی طرف نہیں جاسکتی۔

۳۔بھیڑیا یوسف علیہ السلام پر کیا عاشق ہوسکتا ہے۔البتہ مکر وفریب سے کھانے کو تیار ہے۔

۴۔حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ،کو خوشبوے محمدی ازل سے پہنچ چکی تھی کہ صورتِ حضور اقدس ﷺ کو دیکھتے ہی کہہ دیا کہ یہ صورت جھوٹوں کی نہیں ہے۔

۵۔اور ابوجہل کے دل میں دردِ عشق نہیں تھا کیوں کہ معجزہ شق القمر دیکھ کر بھی باور نہیں کیا، نہ ایمان لایا۔

۶۔پس اگر چگاڈر سورج سے حصہ لے اور یقیناً وہ جان لے کہ سورج سورج ہی نہیں ہے۔یعنی اگر وہابی دیوبندی نجدی سے سُنّی عالم یا امام محبت رکھے تو یقیناً جان لو کہ وہ مولوی ہرگز سُنّی عالم نہیں۔

۷۔ہاں چگاڈر کی نفرت کی دلیل یہ ہے، اس امر کی کہ بلاشبہ وہ سورج سورج ہے۔یعنی اگر تم دیکھو کہ بدعتی فرقۂ وہابیہ نجدیہ سُنّی عالم سے نفرت کرتا ہے تو یقیناً جان لو کہ وہ عالم پکا سُنّی حنفی ہے۔

۸۔اگر گوبر کا کیڑا گلاب کی طرف محبت کرے تو جان لو کہ وہ گلاب ہرگز نہیں۔

۹۔جس کسوٹی کی طرف کھوٹا سونا مائل ہوجائے جان لیجیے کہ وہ کسوٹی کسوٹی نہیں ہے۔اسی طرح وہابی نجدی دیوبندی اسی سُنّی فرضی مولوی سے خوش رہتے ہیں، جو صلح کلّی ہوں اور اپنے ہر معاملے کے فیصلے کے لیے اسی کی طرف دوڑتے ہیں جو در پردہ فرقۂ وہابیہ، دیوبندیہ، مرزائیہ، قادیانیہ، چکڑالویہ و بہائیہ و خاکساریہ و نیچریہ و رافضیہ و خارجیہ و گاندھویہ و صلح کلیہ وغیرہ سے ہو۔اگر چہ یہ مذکورہ فرقے کلمہ پڑھتے ہوں اور مولوی اشرف علی تھانوی کی عبارتِ کفریہ مندرجہ حفظ الایمان ص ۸ پر جو لکھی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے

مراد بعض غیب ہے یا کُل غیب، اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے؟ ایسا علمِ غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون و بلکہ بہائم و جمیع حیوانات کے لیے بھی حاصل ہے۔ یعنی اس عبارت کو صحیح اور ایسی تشبیہ جو کہ ہر ایک جانور ہر ایک چارپائے و مجنون و بہائم درندوں سے دینا جو کہ کھلا کفر ہے۔ جملہ بدمذہب صحیح بتاتے ہوں تو ایسے بد مذہبوں سے اپنے دین کی حفاظت اور اغیار کی چالوں اور ابلہ فریبیوں سے ایمان کو بچانا اور اپنی نمازوں کی حفاظت کرنا فرضِ اوّلین ہے اور تقلید ائمہ اربعہ کی حق ہے۔

ترمذی میں ہے:

یخرج فی اخر الزمان یختلفون الدنیا بالدین والسنتھم احلی من السکر وقلوبھم قلوب الذیاب ذکرہٗ فی المشکوٰۃ رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن۔ یعنی نکلیں گے آخر زمانے میں ایسے لوگ کہ حاصل کریں گے دنیا کو دین کے بدلے اور زبانیں ان کی میٹھی ہوں گی شکر سی اور قلوب ان کے بھیڑیے کے ہوں گے ذکر کیا اس کو مشکوٰۃ میں اور روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن ہے انتہی۔

پس معلوم ہوا ان احادیثِ صحیحہ سے کہ زمانہ تبع تابعین پر تمام ہوا اور بعد اس کے زمانے کے فساد دن بدن ترقی پر ہے۔ چنانچہ تقلید معین مذاہب اربعہ میں سے کسی کی کرنا واجب ہے۔

تفسیر احمدی میں ہے:

قد وقع الاجماع علی ان الاتباع انما لجوز لما ربع فلا یجوز الاتباع لمن حدث مجتھداً مخالفھم۔

یعنی تحقیق واقع ہوا اجماع اس بات پر کہ تقلید جائز نہیں، مگر ان چاروں اماموں میں سے ایک کی تقلید جائز ہے۔ البتہ ایک کی اس کی پیروی جائز نہیں جو کہ نیا مجتہد ہونے کا دعویٰ کرے اور مخالف ائمہ اربعہ کا پس چاروں ائمہ اربعہ میں سے ایک کی تقلید کرنا واجب ہے۔

مسلمانوں کا یہ مذہب ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا بھی ممکن بتاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ومن اصدق من اللہ قیلا، ومن اصدق من اللہ حدیثا۔ یعنی کون ہے بڑا سچا اللہ تعالیٰ سے اپنی بات میں پس جو شخص اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا صحیح بتائے وہ اسلام سے خارج۔

پس جملہ بد مذہب مذکورین کا معتقد ضرور وہابی نجدی ہے۔ علمائے کرام کے فتاوے ان وہابیہ دیوبندیہ نجدیہ کے بارے میں مدّت ہوچکی دے چکے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز ہرگز جائز نہیں۔

یہ بدمذہب تقیہ باز یعنی اپنے مذہب کو چھپانا سُنّی مسلمانوں کو دھوکا دینا یہ اُن کا طرزِ عمل پایۂ ثبوت کو پہنچا ہے۔ مسلمان ہوشیار رہیں کہ یہ بدمذہب اپنے ذاتی فائدے سے موقع پا کر اپنے عقاید کو چھپا کر

اپنے آپ کو خالص سُنّی ظاہر کرتے ہیں۔ بہر حال اہلِ انصاف سُنّی مسلمان ان کے تقیہ بازی سے آگاہ رہیں۔ ان کی ظاہرہ کلمہ گوئی وقبلہ روئی وغیرہ کا کچھ اعتبار نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ ومن الناس من یقول امنا باللہ وبالیوم الأخر وماھم بمؤمنین ط.

ترجمہ: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور وہ ایمان والے نہیں۔

یہ آیتِ کریمہ کا شانِ نزول یہاں سے تیرہ آیتیں منافقین کے بارے میں نازل ہوئیں جو کہ باطن میں کافر تھے اور ظاہر میں اپنے آپ کو مسلمان بتاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وما ھم بمؤمنین وہ ایمان والے نہیں۔ اس آیتِ کریمہ کے مصداق وہابیہ، دیوبندیہ، نجدیہ ومنافقین اسلام سے خارج۔ چنانچہ تمام مذاہب گمراہ وگمراہ گر۔ وہابیہ، دیوبندیہ، نجدیہ سے جو سُنّی عالم یا امام یا استاد یا پیر سے محبت رکھے تو یقیناً وہ مولوی یا امام یا استاد صحیح العقیدہ ہرگز نہیں۔ ایسے ڈاکوؤں سے ایمان اور اپنی نمازیں بچانا ان کی چرب لسانی وساوس شیطانی اور دھوکوں سے دور ونفور رہیں۔ ان بدمذہبوں کے کفریات لاتعداد ولاتحصیٰ ہیں (گنتی کے باہر)۔

جو سُنّی عالم یا امام یا پیر یا استاد کوئی مسلمان ایسے ملحدوں کو کافر نہ جانے گا وہ کافر ہو جائے گا۔ جس کی تصریح شیخ الاسلام والمسلمین مجدد مأتہ حاضرہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، حسام الحرمین میں فرما چکے ہیں جس پر علمائے عرب وعجم کی تصدیق ہے۔ جس پر عمل کرنا مسلمانوں پر واجب ہے۔ اس لیے کہ ان بدمذہبوں نے اللہ تعالیٰ اور حضور اقدس ﷺ کی عظمت ورفعتِ شان کو ہلکا جانا اور ان کے دشمنوں کو دشمن نہ جانا۔ اہل سُنّت وجماعت کی نماز ایسے عقاید والوں کے پیچھے نہیں ہوتی ایسے لوگوں کی امامت سے پرہیز کرنا چاہیے۔

مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس فتویٰ کو اپنا دستور العمل بنائیں۔ اسلام وسُنّیت پر پختگی کے ساتھ قائم رہیں اور اتباعِ شریعت مطہرہ کو اپنی خواہشات پر مقدم رکھیں تا کہ کوئی بدمذہب اسلام وسُنّیت کے خلاف اشتعال وشرانگیز نہ کر سکے۔

ان ارید الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۲ر رمضان ۱۴۲۵ھ

بقلم: فقیر خلیل احمد عفی عنہٗ خان نوری سُنّی حنفی چشتی القادری

سند یافتہ مدرسۂ نظامیہ حیدر آباد دکن چلکل گوڑہ مکان۔ ۷۱

الجواب صحیح:

عبدالرزاق نقشبندی مجددی عفی عنہ بلدہ حیدر آباد۔

الجواب صحیح والمجیب نجیح ومن انکرہٗ فھو کافر مرتد فضیح ۔ان سب بدمذہبوں کی گستاخی و بے ادبی کا دندان شکن جواب مولانا مولوی خلیل احمد خاں خانپوری دام ظلہ مدرسۂ نظامیہ حیدرآباد نے نہایت مدلل طریقہ سے دیا ہے۔

اس فتوے میں اچھی خبر لی گئی ہے۔ جو کچھ بھی لکھا گیا ہے وہ سراسر حق ہے۔اس فتوے کے بعد سے حق واضح اور باطل سرنگوں ہو چکا۔ اللہ تعالیٰ ان وہابیوں کے شرور آفات سے ہر مسلمان کو مامون ومحفوظ رکھے۔

الفقیر الی اللہ الغنی السید محمد بادشاہ الحسینی واعظکہ مسجد حیدرآباد۔ دکن

الجواب والمجیب مصیب ،اس فتوے پر مسلمانوں کو عمل کرنا ضروری ہے۔

فقیر رشید احمد غفرلہ۔ بلاد حیدرآباد۔ دکن

ہن الجواب صحیح۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی کسی صفت میں نقص کا اعتقاد موجب کفر ہے ایسا ہی تقلید ائمہ اربعہ معین کا منکر کافر۔ یہ فتویٰ مسلمانوں کی آگاہی کے لیے واجب الاشاعت۔

احقر سید محمد اکبر عفی عنہ بیرون و بیر پورہ بلا حیدرآباد، دکن

الجواب صحیح والمجیب نجیح:

بد مذہبوں کے اقوال منقول کی نسبت علمائے اہل سُنّت کی جانب سے کثیر فتاوے ہو چکے ''حسام الحرمین'' پر علمائے عرب وعجم کا اتفاق ہو چکا۔ پس اس فتوے کا ماننا حسب نقول صحیحہ معتبرہ لازم الاتباع۔

سید نور اللہ حسینی عفی عنہ بلا حیدرآباد، دکن

صح الجواب:

علامہ نے ان کے واسطے معیارِ سُنّیت پر جو فتویٰ تحریر کیا ہے سراسر حق و ہدایت ہے اس کا ماننا اور اس پر اہل سُنّت کو عمل کرنا لازم وضروری ہے۔اس کا خلاف نہ کرے گا مگر گمراہ و بد دین بندۂ شیاطین۔

فقیر عبدالحق غفرلہ مدرس مدرسہ بیرون دبیر پور بلاد، حیدرآباد، دکن۔

OOOOO

اخبارِ رضا

o ششماہی ''امام احمد رضا میگزین'' ایڈیٹر: مولانا صاحب علی یار علوی، رابطے کا پتہ: دارالعلوم امام احمد رضا، بندیشرپور، پوسٹ اُسکا بازار، ضلع سدھارتھ نگر، یوپی o موبائل:۰۹۹۳۵۲۱۹۸۷۱

اعلیٰ حضرت امام بریلوی اور اردو ادب

از: سید محمد حسینی اشرفی مصباحی،
چیف ایڈیٹر ماہنامہ سنّی آواز ناگپور،
سجادہ نشین آستانہ عالیہ شمسیہ اشرفیہ رائچور (کرناٹک)

ہم اس عنوان کے ذریعہ ماہرین علم وادب کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وہ اندازہ کرلیں اعلیٰ حضرت امام بریلوی قدس سرہٗ کا اردو ادب میں کیا مقام ہے، اس لیے کہ بعض ماہرین علم وادب کہلانے والوں نے اعلیٰ حضرت کی زبان دانی پر حملہ کرکے ان کی شخصیت کو مجروح کرنے کی کوشش کی ہے۔

جن اردو ادب کے ماہرین نے اعلیٰ حضرت امام بریلوی قدس سرہٗ کی نثریات اور منظومات کو دیکھا اور اس کو پرکھا' وہ اعلیٰ حضرت کے ادب پر عبور ومہارت، استادی اور قدرت علی الکلام کا لوہا مانے بغیر نہ رہے۔ مفہوم ومعنی، منشا ومراد کے سمجھنے، سمجھانے کا انحصار الفاظ ومحاورات کے صحیح علم اور صحت مند استعمال پر ہی ہے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ کی ہزاروں صفحات پر مشتمل نثریات جن میں بکثرت فنون اور ہر فن کے سیکڑوں انواع اور ہر نوع کے لیے ہزاروں الفاظ کا برمحل، برجستہ روانی کے ساتھ استعمال، کئی فنون کی اصطلاحات کثیرہ کا ہر موقع پر اس کی مناسبت سے صحت کے ساتھ ذکر کرنا، ان فنون کے ماہرین ومتبحرین کو حیرت میں ڈالے ہوئے ہے۔

منظومات پر قدرت کا یہ حال ہے کہ آپ کے ہزاروں اشعار اپنی اصناف کے ساتھ اعلیٰ حضرت امام بریلوی قدس سرہٗ کے لیے ملک سخن کی شاہی کی تصدیق کررہے ہیں اور ماہر اساتذۂ ادب آپ کے کلام کا فلک الکلام ہونا تسلیم کیے بغیر نہ رہ سکے۔

اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس نے امام بریلوی کو کیسا ملکہ عطا فرمایا تھا اور اوقات میں کیسی برکت عطا فرمائی تھی۔ اس قدر کثیر فنون کی ہزاروں کتابوں کا مطالعہ جن میں اردو، ہندی، فارسی، عربی ادب کی وافر کتابیں بھی داخل ہیں۔ پھر اُس پر ذہن کی رسائی، قوتِ حافظہ، اعلیٰ صحت مند غور وفکر کے ساتھ ہر فن میں قوتِ بیان اس قدر محفوظ، مضبوط کہ ہر اعتبار سے کمالیت آپ کی زبان وقلم کی مصاحبت وہمراہی میں سرگرم نظر آتی ہے۔

بعض معترض ماہرین علم وادب کہلانے والوں نے جو اعلیٰ حضرت امام بریلوی قدس سرہٗ کا قول استاذ ذوق کے بارے میں نقل کیا ہے، اُس کو وہ جوشِ مخالفت میں کچھ بھی نہ سمجھ سکے۔ اس پر ہماری یہ بات

چیت ملاحظہ کیجیے کہ اعلیٰ حضرت کی عبارت کو ان معترضین نے نقل کیا ہے۔ دیکھیے اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں۔

''الجواب: صدہا الفاظ عربی ہیں کہ اردو میں غیر معنی مستعمل ہیں، ان معانی کو قاموس میں تلاش کرنا حماقت ہے بلکہ ذوقؔ مرحوم اردو زبان کے مُسلّم اساتذہ سے تھے۔ (منقول از فتاویٰ رضویہ)

اعلیٰ حضرت امام بریلوی قدس سرہٗ نے عربی زبان کے الفاظ کو اردو زبان میں مستعمل ہونے اور ان کے استعمال کرنے پر معانی سمجھنے کے لیے اردو کے مُسلّم اساتذہ کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت فرمائی ہے جن میں ذوقؔ مرحوم کی مثال ایک مُسلّم اُستاد کی حیثیت سے دی ہے۔ علما کو یا اصحابِ فن کو یہ رائے دینا کسی ایسے شخص کا کام نہیں جس نے صف اوّل و صفِ دوم کے اساتذۂ اردو کے کلام کا گہرائی و گیرائی سے مطالعہ نہ کیا ہو اور تیسری صف کے اصحابِ ادب پر اس کی خاص نظر نہ ہو۔

کوئی شخص اردو کا اوسط درجہ کا بھی ادیب و ناقد نہیں بن سکتا جب تک وہ اساتذہ کے کلام کا سمجھ کر مطالعہ نہ کرے۔ سطحی طور پر پڑھنا، پڑھالینا کام نہ دے گا۔ چہ جائیکہ یہاں ماہر و کامل استاد ادب کی تحقیق کا ردّ کرسکیں۔ پھر اس پر طرّہ یہ ہے کہ ان محققینِ اردو کو اپنی پیش کردہ ڈکشنریوں کا بھی سمجھنا نہیں آیا۔ ماہرینِ ادب میں غالبؔ اپنی انفرادی شان کا اظہار کرنے میں ممتاز تھا۔ لیکن وہ اپنے کلام کے بارے میں خود کہتا ہے کہ مَیں الفاظ اور محاورات اس وقت تک استعمال نہیں کرتا جب تک انھیں مُسلّم اساتذۂ فن کے کلام میں دیکھ کر سمجھ نہ لوں۔ (عودِ ہندی)

اعلیٰ حضرت امام بریلوی قدس سرہٗ جن پر دین و دنیا کی بہت بڑی بڑی ذمہ داریاں تھیں۔ وہ نظر و نقد کے بغیر ضبط نثریات و منظومات پر قدرت حاصل نہیں کرسکتے تھے۔ ہاں یہ بات ضرور تھی کہ بفضلہٖ تبارک و تعالیٰ، امام بریلوی قدس سرہٗ کو قلیل ترین مدت میں وہ اعلیٰ ممتاز قدرت حاصل ہوجاتی تھی جو دوسروں کو مدت دراز میں بلکہ ساری عمر صرف کرنے کے بعد نصیب نہ ہوسکے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے کئی زبانوں کے ادب کی مہارت و کاملیت سمیت جو بکثرت علوم و فنون کی جامعیت اعلیٰ حضرت امام بریلوی قدس سرہٗ کو عطا فرمائی تھی، اس کی مثال آپ کی صدی' آپ سے قبل کی صدی اور ہماری اس پندرھویں صدی میں آج تک نہیں ملتی۔ مفت کا دعویٰ اور ہلدی کی گانٹھ پاکر پنساری بن جانا الگ بات ہے جو قابلِ اعتنا نہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اساتذۂ اردو کا ذکر کرکے ذوقؔ مرحوم کی جو مثال دی ہے اس میں چند اہم امور موجود ہیں۔

ایک یہ کہ ذوقؔ کے مراتب کے اساتذہ کا کلام خصوصی غور و فکر سے دیکھا جائے جو ان کے معاصرین اور قبل و مابعد کے اساتذہ کو بھی محیط ہے جبکہ دوسرے اور تیسرے درجہ کے شعرا کے کلام دیکھے بغیر قوت امتیاز پیدا نہ ہوگی۔

دوسرے اردو ادب میں جو الفاظ متروک قرار دیئے گئے ہیں اور نئے الفاظ داخل کیے گئے ہیں ان

کے استناد کے لیے ذوقؔ اور ذوقؔ کے مساوی درجات کے اساتذہ کا قول معتبر ہوگا۔

تیسرے عربی، فارسی اور ہندی وغیرہ کے الفاظ کو جس مفہوم و معنی کے کلام کو دلیل میں پیش کیا جاسکے۔

چوتھے ذوقؔ کا ذکر کرنے میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا وہ دینی تصلب و رہنمائی کارفرما ہے جو مذہب اہل سُنّت میں محفوظ ہے۔ ذوقؔ مذہباً سُنّی تھے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ اساتذہ کے کلام کے ساتھ ان کی تاریخ اور مذہب پر گہرائی سے نظر رکھتے تھے، جس کی ایک ذمہ دار عالم کے لیے سخت ضروری ہوتی ہے۔ کئی الفاظ مختلف مذاہب کی ترجمانی کرتے ہیں، جن سے دین اور مسلمانوں کو بچانا فرض ہوتا ہے۔

حضرت صدرالشریعہ علامہ الشاہ مفتی محمد امجد علی صاحب مصنف بہارِ شریعت رحمۃ اللہ علیہ نے سوداؔ کے اس شعر

نہ چھوٹے شیخ سے زنار تسبیح سلیمانی
ہوا جب کفر ثابت تو ہے تمغائے مسلمانی

کی تشریح اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے دریافت کی۔ آپ نے تشریح بھی کی، ساتھ ہی یہ بتادیا کہ سوداؔ مذہباً شیعہ تھا۔ ذوقؔ کے چند اشعار دیکھیے جو اُن کے سُنّی عقاید کے اقرار پر دلالت کرتے ہیں۔ ذوقؔ کہتے ہیں

ذوقؔ عاصی ہے تو اس کا خاتمہ کیجیو بخیر — یا الٰہی اپنے ختم المرسلین کے واسطے
سبطین نبی یعنی حسن اور حسین — زہرا و علی کے دونوں وہ نور العین
عینک ہے تماشائے دو عالم کے لیے — اے ذوقؔ لگا آنکھوں سے ان کی نعلین

ذوقؔ مسدس دعائیہ میں کہتے ہیں:

تیرا خطبہ میں ہو نام اور خطبہ زیب منبر ہو — تیرا حامی ابوبکر و عمر عثمان و حیدر ہو

دوسری جگہ کہتے ہیں:

رہے نام محمد لب پہ یارب اوّل و آخر — الٹ جائے بوقت نزع جب سینے میں دم میرا
محبت اہل بیت مصطفیٰ کو نور بر حق ہے — کہ روشن ہوگیا دل مثل قندیل حرم میرا
دکھائی مجھ کو راہ شرع اصحابِ پیمبر نے — چراغ راہ ہے اکرام اصحاب کرم میرا
شہ بغداد کا خط غلامی ذوقؔ رکھتا ہوں — نہ کیوں دل اس خط بغداد سے ہو جام جم میرا

افسوس کہ ہمارے لیے اس بحث و مباحثہ و موازنہ اور نقد و تبصرہ کے ذریعہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے ادب میں علوِ مرتبت کا ثابت کرنا جیسا کہ اس کا حق ہے مشکل ہے۔ ہم یہاں صرف اردو کے محققینِ جدید کے مُسلّمات سے ہی مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

ہم حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ماہنامہ ''المیزان'' بمبئی کے امام احمد رضا نمبر میں ذکر کردہ ماہرین و اساتذۂ فن کے اقوال پیش کیے دیتے ہیں جن سے تنہا زبان دانی ہی نہیں

بلکہ اردو ادب میں اعلیٰ حضرت کی مہارت و کاملیت کا اندازہ ہو سکے گا۔ اگرچہ ہمارے نزدیک اس کی ضرورت نہیں اور حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ اردو زبان کے ماہر، صاحب دیوان شاعر اور اردو خطابت پر پوری طرح قادر تھے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ لکھنؤ کے ادیبوں کی شاندار محفل میں اعلیٰ حضرت کا قصیدہ معراجیہ اپنے انداز میں پڑھا سب جھومنے لگے۔ میں نے اعلان کر دیا کہ اردو ادب کے نقطۂ نظر سے میں ادیبوں کا فیصلہ اس قصیدے کی زبان سے متعلق چاہتا ہوں۔ تو سب نے کہا کہ اس کی زبان تو کوثر کی دھلی ہوئی ہے۔ اس قسم کا ایک واقعہ دہلی میں پیش آیا تو سر آمدۂ شعرائے دہلی نے جواب دیا کہ ہم سے کچھ نہ پوچھیے، آپ عمر بھر پڑھتے رہیے ہم عمر بھر سنتے رہیں گے۔

(المیزان امام احمد رضا نمبر ص ۲۴۸، بحوالہ ہدیۂ ہاشمی ص ۷۱۔۷۲)

اسی ماہنامہ المیزان امام احمد رضا نمبر میں کالی داس گپتا رضا کا ایک مضمون صفحہ ۴۷۴ پر شائع ہوا ہے، جس میں انھوں نے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے کلام کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا ہے:

"نہیں معلوم انھوں نے (اعلیٰ حضرت نے) باقاعدہ اصلاح لی تھی یا نہیں تاہم ان کے کامل صاحب فن اور مُسلّم الثبوت شاعر ہونے میں شبہ نہیں اور نعتیہ غزلیں تو مجتہدانہ درجہ رکھتی ہیں۔"

(ماہنامہ المیزان امام احمد رضا نمبر، بحوالہ ہدیۂ ہاشمی ص ۷۲)

اسی المیزان امام احمد رضا نمبر کے صفحہ ۴۶ پر ڈاکٹر وحید اشرف، ایم، اے، پی، ایچ ڈی، بڑودہ یونی ورسٹی کا مضمون ملاحظہ فرمائیں:

"امام احمد رضا نے ایک نعت میں عجیب جدت طرازی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس میں التزام یہ کیا ہے کہ ہر مصرعہ کے دو ٹکڑے ہوں اور ہر شعر کے چار ٹکڑے چاروں زبانوں میں عربی، فارسی، اردو، ہندی۔ مختلف زبانوں کے باوجود بحر کی ترنم ریزی، قافیہ اور ردیف کی پُر کشش جھنکار، ہندی زبان کی آمیزش سے مدھر اور میٹھا لب و لہجہ اور پوری نظم کا صوتی و معنوی رنگ و آہنگ قابلِ دید و شنید ہے۔ مختلف زبانوں پر قدرت رکھنے کے ساتھ لفظوں کا انتخاب اور پھر ان مختلف الفاظ کو ایک متناسب اور مترنم سانچے میں ڈھال دینا امام احمد رضا کی ذہنی جودت و جدّت کا مظہر ہے۔ اس طرح کی مثال امیر خسرو کے یہاں ملتی ہے لیکن جو التزام امام احمد رضا کی نعت میں ملتا ہے وہ وہاں بھی نہیں۔" (المیزان امام احمد رضا نمبر، بحوالہ ہدیۂ ہاشمی ص ۷۳)

ڈاکٹر حامد علی لیکچرر شعبۂ عربی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ کے اردو ادب کے بارے میں لکھتے ہیں:

"آپ کی اردو شاعری اردوئے معلّی کا اعلیٰ شاہکار ہے اس لیے میں بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ

آپ کے اردو کلام سے بھی درحقیقت وہی صحیح معنوں میں لطف اندوز ہوسکتا ہے جسے عربی فارسی پر عبور یا کم از کم اردو زبان کا اچھا فاضل و ادیب ہو۔" (المیزان امام احمد رضا نمبر، ص ۴۴۹، بحوالہ ہدیۂ ہاشمی ص ۴۳)

اردو ادب کے جذباتی ناقدین مانیں یا نہ مانیں ہمیں اس سے سروکار نہیں۔ البتہ سنجیدہ مخلص حضرات اچھی طرح اندازہ کرلیں گے اتنی طویل بحث کے بعد پھر اعلیٰ حضرت کی اسی عبارت کو دیکھیے جس کا سہارا لے کر ناقدین نے اعلیٰ حضرت کی عبارت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت کی اس عبارت کے بارے میں کہا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی ذات کو بطور سند نہ ماننے کی ہدایت خود اعلیٰ حضرت نے یہ فرمایا ہے۔

"الجواب صدہا الفاظ عربی ہیں کہ اردو میں غیر معنی عربی مستعمل ہیں ان معنی کو قاموس میں تلاش کرنا حماقت ہے بلکہ اردو کے اہل زبان سے دریافت کرنا چاہیے۔ ذوقؔ مرحوم اس زبان کے مُسلّم استاد تھے۔" (فتاویٰ رضویہ جلد ۹ ص ۱۲۷، بحوالہ ہدیۂ ہاشمی ص ۶۳)

اس کے بعد اردو زبان کے ایک ناقد نے یہ گرہ لگائی ہے آپ لکھتے ہیں۔

"لہٰذا الفاظ و معانی کی تحقیق کے تعلق سے اعلیٰ حضرت کی ذات اور ان کی بتائی ہوئی راہ سے انحراف ہے۔"

عرض ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی وہ عبارت جو اوپر الجواب سے نقل کی گئی اس کو اچھی طرح پوری دیکھ جائیے، اس عبارت میں ہرگز ہرگز اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا ہے کہ۔ اگر میں اردو الفاظ و معانی کی تحقیق کرجاؤں تو ذوقؔ مرحوم یا کسی بھی اردو زبان کے مُسلّم ماہر استاد کے استعمال کردہ یا بیان کردہ معانی کی بنیاد پر وہ تحقیق و حکمِ شرع سے ردّ کردیا جائے بلکہ اور نازل تر اردو ڈکشنریوں کو سامنے رکھ کر حکمِ شرع کو مردود کیا جائے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) یہ کہنا کہ خود اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے یہ شاہ راہ دکھائی ہے۔ اتنا شدید ترین قبیح الہام ہے کہ دین مصطفیٰ علیہ السلام میں اس کے جو مفاسد اور فتنے پھیل سکتے ہیں ان کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔

ہم بانگ دہل کھلے طور پر صاف صاف اعلان کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت امام بریلوی نے حکمِ شرع کے لیے الفاظ و معانی کی جو تحقیق فرمادی ہے اس میں کسی ماہر زبان استادِ فن مُسلّم محقق ادب کے قول پر ایک نقطہ کا بھی ہیر پھیر نہیں کیا جاسکتا، اگر اپنے وقت کا میرؔ، ذوقؔ، غالبؔ، مومنؔ بھی ہو تو اسے حکمِ شرع کے لیے تحقیق الفاظ و معنی میں اعلیٰ حضرت امام بریلوی قدس سرہٗ ہی کی پیروی کرنی ہوگی۔

اگر وہ ناقدین اپنے دین کی بنیاد اپنی ذکر کردہ ڈکشنریوں پر رکھنا چاہتے ہیں اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی تحقیق سے اعراض کررہے ہیں تو ہمیں ان سے کوئی سروکار نہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی تحقیق و

تدقیق، صحت و اصابت پر عرب و عجم کے سیکڑوں معتمد و مستند مرجع عوام و خواص سادات علما کا اجماع ہے۔ جس سے روگردانی خطا اور حرمت و ضلالت سے کفر تک لے جاسکتی ہے۔ اہل سنّت ہوشیار رہیں اور اپنے دین و ایمان کی حفاظت کے لیے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے مسلک پر قائم رہیں جو اعلیٰ حضرت کی تحقیق سے اعراض کررہے ہیں تو ہمیں ان سے کوئی سروکار نہیں۔

ناقدین نے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی جو عبارت نقل کی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ بکثرت عربی الفاظ جو اردو میں استعمال کیے جاتے ہیں، اپنے اصل عربی زبان کے معنی پر اردو زبان میں استعمال نہیں ہوتے ہیں بلکہ دوسرے معنی میں بولے جاتے ہیں۔ اگر کبھی ضرورت ہو کہ ان اردو میں مستعمل عربی الفاظ پر حکم شرع بیان کیا جائے تو اے علما! کہیں انھیں تم عربی لغات جیسے قاموس وغیرہ میں تلاش مت کرنا ورنہ حکمِ شرع غلط بیان کرجاؤ گے۔ بلکہ یہ دیکھنا کہ اردو کے مُسلّم اساتذہ جیسے ذوقؔ مرحوم وغیرہ نے اس عربی لفظ کو کس معنی میں استعمال کیا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی نے یہ جملہ ''زید نے اپنے غرور سے ہمیں نقصان پہنچایا'' استعمال کیا اور اس پر حکمِ شرع پوچھا۔ اگر مفتی صاحب عربی زبان کی بنیاد پر لفظ ''غرور'' کے معنی لغات عربیہ میں دیکھیں گے تو انھیں فریب کے معنی ملیں گے اور دھوکے و فریب پر بے چارے زید پر سزا تک کا حکم بیان کیا جاسکتا ہے۔ مگر اردو میں غرور، دھوکے اور فریب کے معنی میں استعمال ہی نہیں ہوتا ہے، گھمنڈ، تکبر، ناز کے معنی میں مستعمل ہے اور اس پر زید کو سوائے نصیحت کے سزا نہیں دی جاسکتی۔ اب اس لفظ غرور کے اردو استعمال کی سند اردو زبان کے اساتذہ سے لی جائے گی۔

جلیلؔ مانکپوری کا شعر ہے:

انھیں غرور کہ یکتا ہے خوش جمالوں میں — مجھے یہ ناز کہ ہوں ناز اُٹھانے والوں میں

حیرتؔ لدھیانوی کہتے ہیں:

آئیں تو وہ غرور تماشا لیے ہوئے — بیٹھے ہیں ہم بھی عجز تمنا لیے ہوئے

استاذ ذوقؔ مرحوم کہتے ہیں:

جہاں ہے خانۂ عشرت جبھی ہو اس کا فروغ — کہ اس میں لٹکے سر پر غرور کی قندیل

جھکائے ہے سر تسلیم ماہ نو پر وہ — غرور حسن سے وہ کس کا لیتے ہیں

دیکھتا اس بت مغرور کا گر جاہ و جلال — کبھی فرعون نہ دعوائے خدائی کرتا

ہر جگہ غرور، گھمنڈ، تکبر و ناز کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اردو میں فریب اور دھوکے کے معنی میں سرے سے مستعمل نہیں ہے۔ ایک اور مثال ملاحظہ کیجیے۔

''فُندُق'' عربی زبان میں اس سرائے کو کہتے ہیں جو سرِ راہ مسافروں کے لیے بنائی گئی ہو اور یہ لفظ

آج عرب میں ایسا عام ہے کہ مکۂ معظمہ، مدینۂ منورہ، جدّہ وغیرہ میں جو بڑی بڑی ہوٹلیں، لاجیں بنائی گئی ہیں جن میں ہزاروں حجاج زمانۂ حج میں قیام کرتے ہیں یا کاروباری مسافر ٹھہرتے ہیں۔ انھیں فندق کہا جاتا ہے، جیسے فُنْدُق الحرم، فُنْدُق المدینہ وغیرہ اس لفظ فُنْدُق کے معنی قاموس میں یہ بتائے گئے ہیں:

حمل الشجرة وهو البندق و تقدم و خانُ السبيل. (قاموس)

یعنی ''فُنْدُق'' ایک درخت کا پھل ہے جس کو ''بُنْدُق'' کہا جاتا ہے جس کا ذکر (لفظ فُنْدُق کے معنی بتانے میں) گزر چکا ہے (دوسرے معنی) اس سرائے کے ہے جو سرِ راہ ہے۔

اور ''بُنْدُق'' کے بارے میں اسی قاموس میں بتایا گیا ہے کہ وہ ایسا پھل ہے کہ اگر بازو پر باندھ لیا جائے تو بچھو کاٹتا نہیں ہے، اور بالوں کی سرخی دور کرنے اور آنکھوں کی بیماری میں مفید ہے۔

ہاں فُنْدُق کے معنی مسافروں کے لیے سرائے اور قیام کی ہوٹل کے اعتبار پر مزید تحقیق کے لیے ائمہ لغات کی طرف رجوع کرنا چاہیں تو اس قاموس کی شرح میں لفظ فُنْدُق کی بحث میں یہ عبارت آپ کو مل جائے گی۔ فقد قال الفرّاء سمعت اعرابيا من قضاعة يقول فنتق " للفندق وهو الخان یعنی امام فراء نحوی نے فرمایا کہ مَیں نے قبیلۂ قضاعہ کے اعرابی سے سنا جو فُنْدُق کو فنتق کہتا تھا اور وہ (فندق) سرائے کو کہتے ہیں، یہ لفظ ''فُنْدُق'' کی عربی زبان پر تحقیق تھی۔ اب اس لفظ پر شرعی سوال و جواب کو ملاحظہ فرمائیں۔ زید سوال کرتا ہے۔

سوال: مرد را فُنْدُق بستن شرعاً چہ حکم دارد۔ مرد کے لیے فندق بستگی کا کیا حکم ہے۔ ایک مولوی صاحب قاموس اور عربی لغات سے اپنی تحقیق پر جواب دیتے ہیں۔

الجواب: فُنْدُق بستن باعثِ اجر و ثواب ہست خواہ از مردم باشند یا از زناں چہ دریں انتفاع مرد ماں ظاہر است۔ یعنی فندق بستگی باعث اجر و ثواب ہے خواہ مردوں کی جانب سے ہو یا عورتوں کی جانب سے اس لیے کہ اس میں لوگوں کا فائدہ اٹھانا ظاہر ہے۔

سائل زید جناب مولوی صاحب مجیب کے جواب پر حیران و پریشان کہ یا اللہ! جواز و عدم جواز، باعثِ اجر و ثواب و سببِ گناہ ہونا تو علیحدہ رہا مولوی صاحب نے باعثِ اجر و ثواب کی جو وجہ بتائی ہے لوگ اس سے فائدہ و نفع اٹھاتے ہیں تو مرد تو الگ رہے عورتوں کی فُنْدُق بستگی سے لوگوں کو سوائے دیدہ و دل سینکنے کے اور کیا فائدہ ہوگا جس پر اجر و ثواب حاصل ہو۔ زید سائل نے اس سوال و جواب کو ایک دوسرے عالم صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ ان عالم صاحب کا جواب دیکھیے۔

الجواب: مولوی صاحب مذکور معلوم ہوتا ہے عربی لغات قاموس وغیرہ میں لفظ ''فُنْدُق'' کے معنی دیکھ کر دھوکا کھا گئے اور ''فُنْدُق بستن'' کو سرائے تعمیر کرنے پر محمول کر کے جائز اور باعث اجر و ثواب ہونے کا

فتویٰ دے دیا۔ جس کی وجہ میں لوگوں یعنی مسافروں کا فائدہ و نفع اٹھانا بیان کر دیا۔ فارسی اور اردو میں لفظ "فُنذُق بستن" کے استعمال کی طرف توجہ نہ گئی اور یہ حماقت کر بیٹھے۔

یہاں سائل "فُنذُق بستگی" کے استعمال سے انگلیوں کے پوروں (سر انگشت) میں مہندی لگانے کے شرعی حکم کو مرد کے لیے پوچھ رہا ہے، جس کا صحیح شرعی جواب یہ تھا کہ مرد کے لیے جائز نہیں۔

سائل کے سوال میں لفظ مرد ہی چونکا دینے کے لیے کافی تھا۔ مفتی صاحب مذکور کو چاہیے تھا کہ وہ فارسی اور اردو زبان کے مُسلّم استادوں کی طرف رجوع کر کے اس کے معنی پر حکم شرع بیان کرتے۔

فغانی تبریزی کہتا ہے۔

تا کہ سر انگشت گل کرد خزاں فُندقے　　　　گرد چمن پر نگار دست چنار

(دستِ چنار مہندی لگے ہاتھ کو کہتے ہیں)

ذوقؔ مرحوم کہتے ہیں:

کسی کی فُندقیں یاد آ گئی ہیں ورنہ مژگاں پر　　　　نمایاں قطرۂ خونِ جگر ایسے نہ ہوتے تھے

ان کا دوسرا شعر اور واضح تر ہے۔

فُندق پائے نگاریں کا ہوں میں سودا زدہ　　　　قطرۂ خون بھی نہ ہوگا نوک نشتر سے جدا

(پائے نگاریں وہ پاؤں جس میں مہندی لگائی ہیں)

حقیقت یہ ہے کہ فُندُق اس پھل کو کہتے ہیں جو بیر (کنار) کے برابر انگلیوں کے پوروں کی طرح ہوتا ہے اور اس کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔ فارسی و اردو کے شعرا نے اسے محبوب کی مہندی لگی ہوئی سر انگشت کے لیے ہیئت و رنگ کی مناسبت پر خون کی رعایت سے منقول کیا ہے۔ چنانچہ "فُندُق" مہندی لگے ہوئے سر انگشت کے لیے اور فُندُق بستن یا فُندُق کردن مہندی لگانے کے معنی میں اساتذہ کے یہاں مستعمل ہونے لگا۔

اعلیٰ حضرت امام بریلوی قدس سرہٗ نے اسی لیے تنبیہ فرمائی ہے کہ خبر دار حکمِ شرع بیان کرنے میں جب عربی زبان کے الفاظ اردو میں استعمال کیے جا رہے ہوں تو صرف عربی لغات پر تکیہ نہ کرنا بلکہ یہ دیکھنا کہ اردو یا کسی دوسری زبان میں یہ عربی لفظ کسی معنی میں استعمال کیا جاتا ہے جس کے لیے اس زبان کے مُسلّم اساتذہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے مقامِ ولایت اور علوم و فنون میں مہارت کی عظمت و جلالت کا جن میں اعلیٰ اردو ادب کی حیثیت، ا، ب، ت، ث، کی ہے حضرت محدث اعظم ہند نے جس گہرائی سے تحریری و زبانی مطالعہ و مشاہدہ فرمایا ہے وہ تو یہ اقرار فرما گئے کہ علما میں ان کا نشان تک نہیں ملتا۔ اردو ادب میں اعلیٰ حضرت کی زبان دانی کے بارے میں حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمۃ کا قول اعلیٰ حضرت کی ہمہ گیر اردو دانی و معانی بیانی کے اعلیٰ مقام پر مہر لگا رہا ہے۔ (بقیہ: صفحہ 80 پر)

ڈاکٹر "شرر مصباحی" کے نام

شرافت حسین رضوی ایم۔اے نورالاسلام کالج گونڈی، بمبئی

ڈاکٹر صاحب کا پورا نام "فضل الرحمٰن" ہے، اونچے درجے کے ادیب و شاعر ہیں۔ شرر تخلص ہے۔ جامعہ اشرفیہ مبارکپور سے فارغ ہیں۔ اس نسبت سے "مصباحی" ان کے نام کا لاحقہ ہے۔ مبارکپور ہی کے متوطن بھی ہیں۔ دہلی یونی ورسٹی کے ایک "طبیہ کالج" میں استاذ رہ چکے ہیں۔ شعر و ادب، نقد و نظر، ان کا خاص میدان ہے، رضویات سے بھی شغف ہے۔ ان کا ایک کام جو اہم مانا جاتا ہے وہ "حدائق بخشش" کی تصحیح و تقدیم ہے۔ چالیس، پچاس صفحے کا ایک تنقیدی کتابچہ "محاسبہ" بھی دہلی سے چھپ چکا ہے۔ دو چار تنقیدی مضامین کے کاتب و قلم کار بھی ہیں۔ خاص بات یہ ہے کہ ان کی تحریر جو بھی ہو، جہاں ان کی بصیرت و فراست اور علم و آگہی کا پتہ دیتی ہے۔ وہیں ان کی خارا شگافی، طنز و تنقید اور نقد و نشتریت کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے۔

حال ہی میں ان سے مولانا خوش تر نورانی نے انٹرویو لیا ہے۔ جو "جام نور" شارہ اگست ۲۰۰۶ء کی زینت ہے۔ یہ انٹرویو معنی خیز بھی ہے، فکر انگیز بھی، موشگافی بھی ہے، گل افشانی بھی، اسے ہم گل گلزار بھی کہہ سکتے ہیں اور کھیتیوں کے مینڈ منڈیر پر اُگے جھاڑ جھنکار بھی، یہ شہد بھی ہے اور شہد کے پردے میں حنظل کا تیکھا پن بھی۔ پردۂ سیمیں پر تصویریں جتنی اجلی دکھائی دیتی ہیں۔ اُس کے عقب میں اتنی ہی اجاڑ صورت معشوق بھی، اس میں اگر بالشت بھر سینے کی کوشش کی گئی ہے، تو گز بھر پھاڑنے کی جرأت بھی دکھائی گئی ہے۔ اس لیے یہ انٹرویو ہند و پاک میں محبت و مذمت کی نظر سے پڑھا گیا، دیکھا گیا۔ "جام نور" کے اگر دس قارئین خوش ہوئے ہوں تو ہوئے ہوں، نوے قارئین کو ضرور بُرا لگا ہوگا۔ لہٰذا یہ انٹرویو خوشی و غمی، تحسین و تحقیر، قبول و رَدّ کی ڈول میں ڈولتا، جھولتا اور ہلکورے کھاتا ہوا مطالعہ کی میز پر رہا۔

جب ظاہر ہے کہ یہ انٹرویو نہ کُل کے کُل خوش گوار ہے، نہ تمام کے تمام ناگوار، تو ضروری ہے کہ اس کا منصفانہ تجزیہ کیا جائے، تو اس کے کئی رخ، کئی کھوٹے سامنے آتے ہیں۔ ان کی تحریر کا ایک رخ تو یہ ہے کہ ہمارے یہاں تحریر و تقریر میں، زبان و قلم میں، عقیدت و محبت کے اظہار و بیان میں جو بے راہ روی، بے اعتدالی اور ناہمواری ہے، اس پر قدغن لگانا اشد ضروری تھا، اور ہے۔ شعر و ادب اور تحریر و صحافت میں یہ فریضہ ناقد ہی انجام دیتا ہے۔ سو یہ کام شرر صاحب سرانجام دیتے رہے ہیں۔ جی چاہتا ہے کہ ہم یہاں "شرر" صاحب کو مبارکباد پیش کریں۔

اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ہمارے یہاں بے محابا جو کچھ بولا یا لکھا جاتا ہے۔ اس کی پرکھ بہر صورت ہونی چاہیے، تا کہ اغیار کے سامنے ہمیں سرنگوں نہ ہونا پڑے۔ قلم کار اگر مریض ہیں تو ناقد طبیب ہے، مگر طبابت و جراحت کے لیے جو حذاقت و ذکاوت، مہارت و ممارست مطلوب ہے۔ اہلِ نظر خوب جانتے ہیں۔ بہر نوع شرر صاحب کی اس تنقیدی گفتگو نے جہاں اعلیٰ درجے کے لکھنے والوں کو چوکس کر دیا ہے، وہیں نو

واردانِ تحریر و قلم کو بھی چوکنا کر دیا ہے۔ اب ہمارے محرر و مقرر کامل غور و فکر سے زبان و قلم چلائیں گے۔ یہ روک لگانا بھی ضروری تھا۔ یہ بھی ایک خوش آیند بات ہے۔

مگر! شرر صاحب نے جو کچھ فرمایا ہے جو ع مستند ہے میرا فرمایا ہوا

کا طنطنہ لیے ہوئے ہے۔ اس میں ہر چند کہ وہ جذبہ نہیں ہے، جو کسی نفرت، عداوت یا بغاوت کا شاخسانہ ہوتا ہے، تاہم ان کی تحریر کو غیر جانب دارانہ کھاتے میں رکھا نہیں جا سکتا۔ در اصل ہم سب کی ایک کمزوری یہ ہے کہ جو بات پل میں بن سکتی ہے، جو قضیہ درونِ خانہ حل ہو سکتا ہے۔ وہ سرِ بازار آ کر بھی حل ہو نہیں پاتا۔ بات وہیں کی وہیں رہ جاتی ہے اور بات کا بتنگڑ بنا کر یا تو ہم اپنے ہاتھوں سے رسوائی خرید لیتے ہیں یا پھر غیروں کو بارود و اسلحہ فراہم کر دیتے ہیں۔ ماضی و حال میں اس کی کئی مثالیں ہیں، جن سے تلخ تجربہ ہوا۔ لیکن ان علمی جھڑپوں سے ملت کا کتنا بھلا ہوا؟ سب جانتے ہیں۔

مشاجراتِ صحابہ سامنے ہیں، کیا ہے کسی مسلمان میں جرأت کہ کہیں میلی نظر اٹھا سکے۔ اہلِ علم میں اختلافِ رائے کوئی نئی بات نہیں، یہ تو اُمت کے حق میں عین رحمت ہے۔ زحمت تو جب ہے کہ تعصب، اعتساف، نفسانیت اور اڑیل پن کا عمل دخل ہو۔ ''حسان الہند اور فن شاعری'' منظر عام پر آئی، جس کو مولانا عبد الستار ہمدانی نے محنت سے لکھی، محبت سے چھاپی۔ ہند و پاک میں بھرپور پذیرائی ہوئی۔ لیکن دہلی کے شرر صاحب اور ہری پور ہزارہ پاکستان کے حضرت قاضی عبدالدائم صاحب نے اپنی فن کارانہ صلاحیت و قابلیت سے مصنف کو بری طرح کھدیڑ دیا۔ شرر صاحب نے تو کمال ہی کر دیا کہ سید محمد اشرف میاں مارہروی کو تو بچا لیا، ان پر وہ وار کر بھی نہیں سکتے تھے۔ مگر اسی خانقاہ کی ایک صاحب علم و قلم برگزیدہ شخصیت حضرت حسنین میاں نظمی کو پہچاننے سے انکار کر دیا۔ یہ اظہارِ خیال انتہائی توہین آمیز ہے۔ بہر کیف شرر صاحب اور قاضی صاحب دونوں کو چاہیے تھا کہ ہمدانی صاحب کی کتاب کا فنی و ادبی جو آپریشن ہوا ہے، دونوں حضرات ہمدانی صاحب کو اصلاح کا ایک موقع دیتے اور تمام اغلاط کی نشاندہی کر کے تصحیح نامہ بنا کر مصنف کو بھیج دیتے، تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ ہمدانی صاحب قبول نہ کرتے۔ بصورت دیگر شرر صاحب ''جام نور'' دہلی میں اور قاضی صاحب ''معارفِ رضا'' کراچی میں اپنی عروض دانی کا ایوان سجا دیتے، تب یہ زیب دیتا۔

اب پھر شرر صاحب نے اس تازہ تحریر میں ہمدانی صاحب سمیت کئی اہل علم کو نشانۂ تنقید بنایا ہے، جو سب کے سب بلحاظ علم و فن، فکر و نظر، نقد و ادب، عہدہ و منصب، اثر و رسوخ، دینی و سماجی حیثیت، خدمتِ علم و فن اور اشاعتِ مذہب و ملت میں شرر صاحب سے قطعاً پیچھے نہیں، بلکہ آگے اور اہم ہیں۔ قریب سو رسائلِ رضویہ کا گجراتی زبان میں ترجمہ ہوا ہے اور پورے گجرات میں تقسیم عام ہوا ہے۔ اردو میں درجنوں کتب ہیں جو کمیت و کیفیت ہر دو اعتبار سے اہم و مہم ہیں، مرکز برکات رضا کے پلیٹ فارم سے صدہا کتب جو کئی کئی جلدوں پر مشتمل ہیں، کی طباعت و اشاعت، تصنیف و تحقیق، تخریج و ترجمہ اور عربی انگلش میں لٹریچر فراہم کر کے پورے ملک کے تجارتی و فلاحی ناشرین کو خوش گوار حیرت میں ڈال دیا ہے۔ اس کے علاوہ تقریری و مناظراتی میدان

میں بھی انہوں نے اپنے وجود کا احساس دلایا ہے۔

ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب ضعیف العمر ہیں، علم و تجربات کی گہرائی ہی ان کی خاص پہچان ہے۔ ادبی و مذہبی ہر دو حلقوں میں وہ اعتماد و اسناد کا درجہ رکھتے ہیں۔ اردو املا و انشا، کہاوت و محاورہ، زبان دانی، عروض و قوافی اور تحقیق و تنقید میں ان کے مقالے ادبی جرائد میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ جن سے اردو کے ٹھیکے داروں نے شعور و آگہی کی روشنی کشید کی ہے۔ اس وصف میں ان کی کئی کتابیں خود راقم کے پاس موجود ہیں۔ مذہبی تحریروں کی جو خوبی ہے، مذہبی طبقہ اچھی طرح جانتا ہے۔

شرر صاحب نے لکھا ہے کہ صابر صاحب نے کنز الایمان پر مضمون لکھ کر علمی دنیا میں اپنا وقار کھو دیا ہے۔ ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں، علمی دنیا سے شرر صاحب کی مراد اگر شبلی نعمانی کی علمی دنیا ہے جس سے متاثر ہو کر انہوں نے ''سیرت النبی'' لکھی تھی، تو اہل علم نے اسے کب تسلیم کیا؟ کیا شرر صاحب نہیں جانتے، علمی دنیا نے اسے مسترد کر دیا ہے اور اگر ان کی مراد کوئی اور 'فرضی علمی دنیا' ہے، تو شرر صاحب کے اندر اگر بحث و وکالت اور دفاع کی قوت و بصیرت نہیں، تو وہ اتنی اونچی اڑان کیوں اڑ رہے ہیں۔ شرر صاحب کو اعتراف ہے۔ 'مفتی مطیع الرحمٰن رضوی شعر و ادب پر گہری نظر رکھتے ہیں'۔ جو شرر صاحب کی کل پونجی ہے۔ یہ تو مفتی صاحب کی اضافی خوبی ہے۔ ان کا اصل کمال تو دینی علوم و اصول میں اتھاہ ادراک ہے۔ اس لیے شرر صاحب ان کو چھیڑتے چھیڑتے گریز کر گئے ہیں۔

الغرض صاحبِ قلم کوئی بھی ہو، انسان ہے۔ یہ بھی جگ ظاہر ہے، تحقیق کا کوئی کنارہ نہیں۔ قلم کار جب قلم اٹھاتا ہے، تو اس کی سوچ کا ایک خاص کینوس ہوتا ہے، مخصوص زمین ہوتی ہے۔ جس میں وہ سیر کرتا ہے۔ ایک طے شدہ ذہنی فضا ہوتی ہے، جس میں وہ پرواز کرتا ہے۔ اس کی سیر و پرواز میں اب اگر کہیں شرعی، شعری یا فنی سہو و سقم واقع ہوتا ہے۔ جو ذہول ذہن یا زلت قلم سے در آتا ہے۔ تو ایسی صورت میں مصنف ہمدردی کا مستحق ہے، نہ کہ دیوانِ عام میں ذلت و خواری کا۔ ہمدانی صاحب ہوں، صابر صاحب ہوں، شرر صاحب ہی کیوں نہ ہوں۔ اصلاحی نکات اولاً مصنف کو آگاہ کرنا چاہیے۔ بحث و مذاکرہ کا نیا محاذ کھولنا باعتبار شرعی و اخلاقی کسی طرح روا نہیں اور پھر کون بدبخت ہے، جو راست اصطلاحات کو قبول نہ کرے۔ ارے! یہی رجوع و قبول تو اہلِ علم کا طرۂ امتیاز ہے۔ طغرائے افتخار ہے۔

صابر صاحب نے جس ذہنی فضا میں ''کنز الایمان'' پر مقالہ قلم بند کیا ہے، اس کی صراحت و وضاحت متذکرہ مضمون اور اسی ''جام نور'' کے اپنے انٹرویو میں کردی ہے۔ اگر شرر صاحب ایک بار بھی غور سے پڑھ لیتے تو یہ الزام نہ لگاتے کہ ''کنز الایمان کا لسانی جائزہ'' لکھتے وقت 'معارف القرآن' کو شامل کیوں نہیں کیا گیا، یا شاہ عبد القادر دہلوی کے ترجمہ کو کیوں چھیڑا گیا۔ یہ بات بالکل از قسم عبث ہے۔ ''عقیدت محضہ کی گھس پیٹ'' کا الزام بھی غلط ہے۔ نقد و تبصرہ بغرض اصلاح مع الاخلاص ہو، تو وہ نافع و صالح ہے، محمود و مستحسن ہے۔ معیوب و مضر نہیں۔ اس کا اجر ناقد کو ضرور ملے گا۔ جراحت آمیز تنقید سے نہ مقصود حل ہوتا ہے نہ ناقد مستحسن گردانا جاتا ہے۔

مصنف پھل دار درخت ہیں۔ ناقد نکڑ کے کھلنڈرے نوجوان جو کنکر پتھر پھینکتا رہتا ہے۔ کبھی اس کی مراد بر آتی ہے اور کبھی وہ بے مراد رہ جاتا ہے۔ قلم کار خاموش دریا ہیں، ناقد کا نقد محض ایک ڈھیلا، اس کے نتیجے میں اچھال و اضطراب پیدا ہوتا ہے۔ اس کی غرض اگر چپ سادھے صرف تماشہ دیکھنا ہو تو قلم کار جملہ اندیشۂ شہر سے آزاد ہے۔ بقول ابراہیم اشک: ''ایک تخلیق کار ہزار نقاد کو جنم دیتا ہے۔ جب کہ ہزاروں نقاد مل کر ایک تخلیق کار بھی پیدا نہیں کر سکتا۔'' ''حسان الہند اور فنِ شاعری'' پر جو پتھر یا ڈھیلا پھینکا گیا، نہ کوئی اضطراب پیدا ہوا، نہ ہی کوئی ردِ عمل سامنے آیا، اس لیے اس بار خم ٹھوک کر ''ھل من مبارز'' کا نعرہ لگاتے ہوئے میدان میں آئے ہیں۔ جس کا اعتراف خود ان کو بھی ہے۔

ہوائے ظلم چلے سو جتن کے ساتھ ☆ اپنی کلاہ کج ہے اسی بانکپن کے ساتھ

اس کا کھلا ہوا مطلب ''سینگ مارنا'' یا ''آ بیل مجھے مار'' نہیں ہے۔ اس انٹرویو کا وہ حصہ جو علامہ ظفر ادیبی سے متعلق ہے، کتنا خطرناک و زہرناک ہے۔ ادیبی صاحب کے کندھے پر بندوق رکھ کر جو فائرنگ کی گئی ہے، اس کا ہدف کون ہے؟ کیا ''جام نور'' کے باشعور قارئین نہیں سمجھتے؟ شرر صاحب ہوں یا ڈاکٹر شکیل اعظمی، کیا وہ اس قسم کے حساس مسئلہ کے تصفیہ کی اہلیت رکھتے ہیں۔ ظہیر غازی پوری کے لفظوں میں تو یہی کہا جائے گا ''وہ اپنے کام سے کام رکھیں''۔ ہمیں وثوق نہیں کہ وہ ان مسائل (جس کی طرف انٹرویو میں اشارہ کیا گیا ہے) کے مضمرات سے واقف نہ ہوں۔ اگر نہیں، تو پھر شرر صاحب کو اپنی دانش وری کا اتنا بلند بانگ دعویٰ کیوں ہے؟

مولانا خوش تر نورانی جو ''جام نور'' کے مدیر اعلیٰ ہیں۔ اعلیٰ صحافتی صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ زیرک و ہوشیار تجزیہ نگار ہیں۔ وہ سیاسی مبصرین اور رپورٹرز کی طرح انٹرویو لیتے ہیں۔ ان کے سارے سوالات رضا و رضویات کا احاطہ کرتے نظر آتے ہیں۔ بقول مولانا یٰسین اختر مصباحی: ''ماضی میں خوشتر صاحب کی کی گئی بعض تنقیدی حرکتیں اب تک ان کا تعاقب کر رہی ہیں''۔ خدا نہ کرے کہ خوشتر صاحب کو رضا و رضویات سے خدا واسطے بیر ہو۔ ایسا ہو بھی نہیں سکتا۔ کیوں کہ ان کے جدِ کریم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ خود رضا و رضویات کے وکیل ماہر اور سپہ سالار تھے۔ اپنے موروثی و خاندانی موقف سے خوشتر صاحب کیوں کر انحراف کر سکتے ہیں۔ ہم یہاں خوشتر صاحب کو آفرین کہتے ہیں کہ وہ فاتح ہیں اور شرر صاحب مفتوح، سوالات کیسے ہی ہوں، یہ تو شرر صاحب کی ذمہ داری تھی کہ وہ جوابات کس پیرائے میں نوٹ کراتے۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ ایک نوعمر صحافی کے سامنے ایک عمر دراز قد آور عروض وقوافی داں پھسل گئے ہیں۔ اور شرر صاحب کی تمام دانشوری و دیدہ وری بری طرح مات کھا گئی ہے۔

کیوں کہ خوشتر صاحب نے اپنے نوٹ میں ''مثبت'' کی قید لگا کر شرر صاحب کا پانی اتار دیا ہے۔ ان کے سارے منصوبوں پر پانی پھیر دیا ہے۔ اور انہیں پانی بھرنے اور پینے پر مجبور کر دیا ہے۔ اس لیے کہ مثبت کی قید یہ بتاتی ہے کہ یہ سارے جوابات منفی سوچ کی پیداوار ہیں۔ بکواس ہیں۔ ہم خوشتر صاحب کو علامہ ارشد القادری کے قلمی جانشین کے روپ میں دیکھتے ہیں۔ خداوند کریم خوشتر صاحب اور جام نور کو نظرِ بد و حسد سے بچائے اور اسلاف کی ریت و روش پر گامزن رکھے۔ ☆☆☆☆☆☆

خطیبِ اعظم حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کا

23 واں سالانہ عرس مبارک اور عالمی یومِ خطیبِ اعظم

جماعتِ اہلِ سنّت کے بانی خطیبِ اعظم حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللّٰہ علیہ کا 23 واں سالانہ دو روزہ مرکزی عرس مبارک جامع مسجد گلزارِ حبیب، گلستانِ اوکاڑوی (سولجر بازار) کراچی میں حسبِ سابق ماہِ رجب کی تیسری جمعرات و جمعہ بمطابق 18-17 اگست 2006ء کو مولانا اوکاڑوی اکادمی (العالمی) اور گلزارِ حبیب ٹرسٹ کے زیرِ اہتمام والہانہ عقیدت و احترام سے منایا گیا۔ اس موقع پر سالانہ یادگاری مجلّہ ''الخطیب'' شائع ہُوا۔ سحر فاؤنڈیشن (ٹرسٹ) کے سید رفیق شاہ نے بھی ایک کتابچہ شائع کر کے تقسیم کیا۔ عرس مبارک کی دو روزہ تقریبات کے دنوں کراچی شہر میں طوفانی بارش اور بجلی کی عدم فراہمی کے باعث مختلف علاقوں میں صورت حال ناگفتہ بہ تھی اور سواریاں بھی میسر نہ تھیں، اس کے باوجود ملک اور بیرونِ ملک سے علما و مشائخ اور عقیدت مند حضرات و خواتین کی خاصی تعداد نے شرکت کی۔ متعدد خانقاہوں، درس گاہوں، سنّی تنظیموں اور حلقوں کی طرف سے حضرت خطیبِ اعظم علیہ الرحمہ کے مرقدِ اقدس پر چادر پوشی و گُل پاشی کی گئی۔ حضرت سیدنا داتا گنج بخش اور حضرت شیر ربانی میاں صاحب شرق پوری رحمۃ اللّٰہ علیہ کے مزارات سے بھیجی گئی خصوصی چادروں کو علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی نے اپنے بھائیوں ڈاکٹر محمد سبحانی اوکاڑوی، صاحب زادہ حامد ربانی اوکاڑوی، علما و مشائخ اور عقیدت مندوں کے ہمراہ اپنے والدِ گرامی علیہ الرحمہ کے مرقد مبارک پر چڑھا کر عرس مبارک کی تقریبات کا آغاز کیا۔ چادر پوشی کے وقت نعت شریف، ذکرِ اسمِ الٰہی اور صلوٰۃ وسلام کا وِرد کیا گیا۔ (علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی ہر سال اعلان کرتے ہیں کہ عرس مبارک کے موقع پر حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ کے مزار شریف سے خصوصی چادر آتی ہے اور وہی چادر حضرت خطیبِ اعظم کے مزار شریف پر چڑھائی جاتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ تمام اہلِ عقیدت مزار شریف پر زیادہ چادریں چڑھانے کی بجائے حضرت خطیبِ اعظم کے ایصالِ ثواب کے لیے مستحق افراد کو پوشاکیں فراہم کریں)۔ جنوبی افریکا سے مفتی اعظم مولانا محمد اکبر ہزاروی، اوکاڑا سے صاحب زادہ مولانا محمد فضل الرحمٰن اشرفی، راول پنڈی سے مولانا قاری مظہر عباس نے خصوصی شرکت کی۔ ٹرینوں کی کراچی آمد معطل ہونے کے باعث بہت سی شخصیات عرس مبارک میں شریک نہ ہوسکیں۔ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے راول پنڈی سے مہمان خطیب مولانا محمد حنیف قریشی نے کہا حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی اپنے عہد میں بے بدل اور بے مثل علمی روحانی انقلابی ہستی تھے وہ اہلِ سنّت کے مخدوم، امام اور محسن تھے اور انہوں نے مختصر مدت میں اس قدر اور اتنی عمدہ خدمات انجام دیں کہ عالم اسلام کو ان پر ناز اور فخر رہے گا اور ان کا سب سے بڑا اعزاز یہ ہے کہ انہیں بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں مقبولیت اور محبوبیت حاصل تھی۔ وہ حق و صداقت کے ترجمان اور سچے علم بردار تھے ان کی بدولت کروڑوں کے ایمان و اعمال کی اصلاح ہوئی۔ مفتی اعظم افریقا مولانا محمد اکبر ہزاروی نے والہانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ سنّتوں میں آج 23 برس کا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی حضرت خطیبِ اعظم کے نام اور کام کی دھوم ہے اور آج بھی ان کے فیضان

سے لاکھوں استفادہ کررہے ہیں۔ انہوں نے دین وملت کے لیے تجدیدی اور انقلابی کارہائے نمایاں انجام دیے۔ صاحب زادہ مولانا محمد فضل الرحمٰن اشرفی نے کہا کہ مسلکِ حق کے لیے حضرت مولانا اوکاڑوی کی جدوجہد ناقابلِ فراموش رہے گی اور اہلِ سنت پر ان کے احسانات کا فیضان جاری رہے گا۔ ان کی بنائی ہوئی جماعتِ اہلِ سنت نے پچاس برس مکمل کرلیے ہیں اور یہ تنظیم بھی ان کا صدقۂ جاریہ ہے۔ مولانا قاری علی اکبر نعیمی نے کہا کہ حضرت خطیبِ اعظم کی عظمت اور استقامت کا ہر کوئی معترف ہے اور ان کی طرز خطابت کو مثالی مقبولیت حاصل ہوئی جسے اپنانے والے بھی کام یاب ہوئے۔ وہ عالم اسلام کے سچے اور بے باک مجاہد اور قافلہ سالار تھے۔ اجتماع سے مولانا ابرار احمد رحمانی، مولانا قاری مظہر عباس اور آخر میں علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی نے بھی خطاب کیا۔ شہدائے جلسہ میلاد شریف کے قاتلوں کو گرفتار نہ کرنے کے خلاف قرارداد منظور کی گئی اور کہا گیا کہ برطانیا سے زیادہ اپنے وطن کو سازشوں سے بچایا جائے۔ اجتماع میں ایصالِ ثواب کرتے ہوئے سات ہزار پانچ سو چھپن (7556) ختماتِ قرآنِ کریم اور 11 کروڑ 61 لاکھ مرتبہ (11,61,000,00) درود شریف، تین لاکھ مرتبہ کلمہ طیبہ (300,000) اور بغیر شمار کے مختلف متعدد اَوراد کے وِرد کا ہدیہ پیش کیا گیا۔ دُرود شریف کے ہدیے میں مجلسِ خواتین گل زارِ حبیب کا حصہ نمایاں تھا۔ اختتامی دعا علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی نے کی۔ جمعہ 18 اگست 2006ء کو دنیا بھر کے 39 ممالک میں عقیدت و احترام سے مساجد و مراکزِ اہل سُنّت میں یوم خطیب اعظم منایا گیا اور اجتماعی طور پر ایصال ثواب کے لیے فاتحہ خوانی ہوئی۔

مرکزی عرس شریف کی تقریبات میں حضرت الحاج پیر شوکت حسن خاں نوری، لاہور سے مرزا محمد ارشاد مغل، گوجراں والا سے جناب صوفی عنایت اللّٰہ، پاک پتن شریف سے صوفی صوبہ خاں، پیر محل سے الحاج شیخ محمد اشرف، ان کے بھائی اور فرزند، الحاج مرزا محمد ایوب، پیر محمد اسلم رضا، پیر جی محمد شفیع، انجمن مجاہدینِ مصطفیٰ کے محمد اکبر نقش بندی، بزمِ فیضانِ وارثیہ کے سید عبدالماجد، سید محمد ساجد مع احباب، مولانا قاری تاج بہادر خاں، مولانا غلام نورانی صدیقی، الحاج سید انعام الحق، الحاج شیخ محمد نعیم نقش بندی، الحاج شیخ خالد رشید نقش بندی، جناب شیخ جاوید اقبال، شیخ محمد آفتاب، الحاج اکرام الدین، مولانا صوفی محمد حبیب الرحمٰن شفیعی، جناب عبدالغفار داؤد، مولانا محمد شریف نقش بندی، سید محمد رفیق شاہ، مولانا ریاض الدین قادری اور متعدد معززین نے خصوصی شرکت کی۔ انجمن نوجوانانِ اہلِ سنت اور بزمِ فیضانِ وارثیہ نے اپنے مراکز میں عرس شریف کی تقریبات منعقد کیں۔ روزنامہ جنگ کراچی اور روزنامہ نوائے وقت کراچی نے یوم خطیب اعظم کے موقع پر خصوصی مضامین شائع کیے۔ حضرت خطیبِ اعظم کا 24 واں سالانہ عرس مبارک ماہِ رجب کی تیسری جمعرات و جمعہ 3-2 اگست 2007ء کو منایا جائے گا۔

(رپورٹ: حمید اللّٰہ قادری/ حیدر علی قادری)

تبصرۂ کتاب

کتاب "عاشق رسول ﷺ امام احمد رضا" ایک جائزہ

مبصر :۔ محمد شریف رضا عطاری

مدیر ماہنامہ "جہانِ حمد" محترم جناب طاہر سلطانی صاحب کا نام علمی ادبی شخصیات میں اب تعارف محتاج نہیں رہا، آپ کی علمی و ادبی کاوشات کے سبب، جیسا کہ محترم مہر وجدانی صاحب آپ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: "کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو معاشرتی زندگی کے کسی نہ کسی شعبہ کو اپنا مقصدِ حیات بنالیتے ہیں۔ پھر ان کی تمام جدو جہد اپنے اسی مقصد کی تکمیل میں گذرتی ہے اگر وہ مقصد نیک ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی قدم قدم پر ان کی مدد اور رہنمائی فرماتا ہے اور وہ اسباب پیدا کر دیتا ہے، جو ان کی مقصد بر آوری میں معاون ہوتے ہیں اور انہیں کے حوالے سے ان کی شہرت ہوتی ہے۔ لوگوں کی نگاہوں میں ان کی قدر و منزلت بڑھ جاتی ہے۔"

﴿ماہنامہ امیر اہلسنّت، لاہور جولائی ۲۰۰۶ء، صفحہ ۶﴾

حال ہی میں آپ کی ایک نمایاں کتاب "عاشقِ رسول (ﷺ) امام احمد رضا" کے نام سے اشاعت پذیر ہوئی ہے، جس کے اندر وافر علمی خزینے سموئے ہوئے ہیں، جو کہ اسکالرز حضرات و محققینِ رضویات و اردو ادب سے دلچسپی رکھنے والے طلبا کے لیے ایک نعمت سے کم نہیں۔ کتاب کے متعلق روایتی تعریفانہ و توصیفانہ الفاظ لکھنا، "سورج کو چراغ دکھلانے کے مترادف ہوگا" کہ کتاب جس ہستی کے متعلق ہے، وہ خود آفتابِ زمانہ کی مانند آج تک درخشندہ ہے۔ اس لیے کتاب کا اندرونی جائزہ لینا زیادہ انسب ہوگا۔

موصوف نے اس کتاب کو پانچ ابواب میں منقسم کیا ہے۔

بابِ اوّل ...... اس باب میں حمدِ باری تعالیٰ، مناجات، نعتِ رسول ﷺ اور جناب طاہر سلطانی صاحب کا "شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام" کی سرخیوں سے مزین و پُر اثر ابتدایہ جو کہ عشقِ رسول ﷺ سے ڈوبے ہوئے قلم سے لبریز ہے، نہایت ہی روح سوز ہے۔ شروع میں "امام احمد رضا کے ماہ و سال" کے ساتھ ساتھ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی چند اہم تحریریں بھی شاملِ کتاب ہیں، جو اس کتاب کی خوبصورتی و مواد کی جاذبیت میں مزید نکھار پیدا کرتی ہیں۔

جن میں میلادِ مصطفیٰ (ﷺ)، عظمتِ صحابہ رضی اللہ عنہ، والدین پر اولاد کے حقوق، بارہ امام کی تحقیق، وجودِ آسمان، زمین متحرک نہیں، تشریح افلاک...... علم توقیت، وصایا شریف موجود ہیں۔

تحریرات کے انتخاب میں موصوف نے نہایت باکمال ترتیب کو ملحوظ رکھا ہے، جن میں اعلیٰ حضرت کی حضور ﷺ سے محبت، صحابہ کی عظمت کا پاس، سائنسی نظریات و علمِ توقیت وغیرہ وغیرہ کو اجاگر کرنے کی ایک احسن کوشش کی گئی ہے۔

باب دوم ...... امام احمد رضا کی نعت نگاری اہلِ علم و دانش کی نظر میں۔

اس ضمن میں ممتاز مقالہ نگاروں کی ''امام احمد رضا کی نعت نگاری'' پر قلمی کاوشوں کو حسنِ ترتیب سے مزین کیا گیا ہے۔ جن میں ہر تحریر کو بطور فہرست متعارف کرانے کا ذیل تبصرہ ازروئے طوالت متقاضی نہیں۔ اس لیے چند چیدہ چیدہ مقالات کا اجمالی تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا مضمون ''مولانا احمد رضا خاں، منفرد نعت گو شاعر'' اعلیٰ حضرت کی نعتیہ شاعری پر نہایت ہی دلچسپ مضمون ہے۔ موصوف اعلیٰ حضرت کی شاعری کے متعلق فرماتے ہیں۔

''شاعری، خواہ اس کا موضوع کچھ بھی ہو، شاعر کے جذبے کی شدّت اور پاکیزگی کا مطالبہ کرتی ہے۔ جذبے کی شدّت اور پاکیزگی سے مراد یہ ہے کہ شاعر اپنے موضوع سے مخلص ہو، گہرا لگاؤ رکھتا ہو اور اپنی لگن میں سچا ہو، سچائی اور لگن کو غالب نے دل گداختہ کا نام دیا ہے، اقبال نے خونِ جگر کہا ہے اور بعض نے شاعر کے خلوص سے تعبیر کیا ہے۔ جس نسبت سے شاعر کے جذبات سچے اور گہرے ہوں گے اسی نسبت سے اس کی شاعری سچی، موثر اور گہری ہوگی۔ یوں سمجھ لیجیے کہ جذباتی صداقت کے بغیر منطقی یا عملی صداقت کے زور پر اعلیٰ درجے کی شاعری جنم نہیں لے سکتی۔ کسی شخص کا علمی تجربہ، اس کا تفکّر اور مشاہدہ' مطالعہ ممکن ہے بلند پایہ تصنیف و تالیف کے لیے مددگار ثابت ہو۔ لیکن تخلیق شعر میں معاون نہیں ہوسکتا۔ خاص طور پر نعتیہ شاعری علم وفکر کے ساتھ ساتھ شعر کے جذباتِ محبت کا ایسا ارتعاش و التہاب چاہتی ہے جو مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی طرح اس بات پر والہانہ یقین رکھتا ہو کہ آنحضرت کی ذاتِ گرامی کائنات میں بے مثال ہے نہ ماضی میں اس کی مثال نظر آتی ہے نہ حال میں، اور نہ مستقبل میں اس کی مثال کا امکان ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک شاعر پورے وثوق، مکمل یقین اور پوری شدّتِ جذبات کے ساتھ یہ عقیدہ نہ رکھتا ہو کہ۔

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سوہے تجھ کو شہہ دوسرا جانا (صفحہ ۹۳)

اسی طرح اسی روایتی انداز کو برقرار رکھتے ہوئے دیگر وقیع مضامین کے ساتھ، ممتاز مقالہ نگار شہزاد احمد صاحب کا مضمون ''سلام رضا کی تضمین نگاری'' اس باب کی رونقوں میں سے ہے۔ اس مقالہ میں موصوف نے معروف شعرا کی سلامِ رضا پر مشتمل تضمینات پر بہترین خامہ فرسائی کی ہے۔ جن کا مختصر سا خاکہ پیشِ قارئین ہے۔

مصرعہ اولیٰ:۔ مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

تضمین نگار : ھلال جعفری

دو جہاں کی حقیقت پہ لاکھوں سلام   مقصد عین قدرت پہ لاکھوں سلام

آیۂ حسنِ فطرت پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

تضمین نگار : صابر القادری بریلوی

حق نُما نورِ وحدت پہ لاکھوں سلام
مرحبا شانِ رفعت پہ لاکھوں سلام
دل فزا نازِ فرحت پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

تضمین نگار: شمس بریلوی

وجہِ تکوین و خلقت پہ لاکھوں سلام
نازشِ صنعِ قدرت پہ لاکھوں سلام
مراۃِ حسنِ وحدت پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

تضمین نگار :. سید حبیب نقشبندی

حق نما سرِّ وحدت پہ لاکھوں سلام
دلربا نورِ طلعت پہ لاکھوں سلام
مجتبیٰ شانِ قدرت پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

نیز دیگر تضمین نگاروں کی کاوشیں بھی نہایت ہی خوب سے خوب تر ہیں، جن میں عبد السلام شفیق، اسلم بستوی، عزیز حاصل پوری، عثمان نقشبندی نمایاں ہیں۔ اسی طرح اس باب میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نقشبندی کا مقالہ ''مولانا احمد رضا کی نعتیہ شاعری''، ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی کا مضمون ''مولانا احمد رضا خاں کی نعت گوئی کا علمی رُخ''، ڈاکٹر طلحہٰ رضوی برق کا مضمون ''واصفِ شاہِ ہدیٰ''، طاہر سلطانی صاحب کا ''امام نعت گویانِ اردو کی شاعری حمد و مناجات'' اور ڈاکٹر انعام الحق کوثر کا ''امام احمد رضا کی فارسی نعتیہ شاعری'' وغیرہ بھی اپنی اپنی خصوصیات و موضوع منفرد کے اعتبار سے نمایاں ہیں۔

باب سوم ...... اس باب میں اعلیٰ حضرت کے نعتیہ کلام ''حدائق بخشش'' سے چند منتخب کلام پیش کیے گئے ہیں، مزید اس میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا ایک منظوم فتویٰ بھی پیش کیا گیا ہے۔

جیسا کہ کتاب کے صفحہ نمبر ۴۲۷ میں درج ہے۔

﴿ امام احمد رضا کا منظوم فتویٰ ﴾

مسئولہ نواب صاحب محلہ بہاری پور بریلی

عالمانِ شرع نے کیا حکم ہے اس میں دیا
گر کسی نے ٹھیکہ دکانوں کا مالک سے لیا
لے کے ٹھیکہ دکانوں پھر یہ اس نے انتظام اپنا کیا
سب دکانوں کا کرایہ اس نے زائد کرلیا
پس یہ زائد جو اسے حاصل ہوا ہے اس سے زر
اس کے استعمال میں ہے فائدہ یا کچھ ضرر
اور اگر اس شخص کو ٹھیکہ سے کم آمد ہوئی
اور پوری کردی اس نے پاس سے اپنی کمی
اس کمی کا لینا کیا مالک کو جائز ہوگیا
اس میں جو حکم شریعت ہو مجھے دیجیے بتا

الجواب :

جتنی اجرت پر کہ مستاجر نے لی مالک سے شے
اس سے زائد پر اٹھانا چاہے تو یہ شکل ہے
اپنا کوئی مال جو قابلِ اجارہ کے ہوئے
اس کو اس شے سے ملا کر دونوں کو اک ساتھ دے
یا زیادت شے میں کر دے حسّ تعمیر مکاں
کھوٹیا کھگل کو آں چونہ مرمت این و آں
یا بدل دے جنس اجرت جیسی واں ٹھہرے روپے
اس کے یاں آنے ہیں گو بدلے میں لے ان کے روپے
یا کوئی کام اپنے ذمہ کر لے اس ایجار میں
تا زیادت اس عمل کے بدلے ہو اقرار میں
جیسے جاروب و دکاں اصلاح اسباب دکاں
اور جو خدمت کہ ہو شایانِ اجرت بے گماں
اور اگر یہ کم پہ دے ہے تو دے مختار ہے
مالک اجرت پوری لے گا اس سے جو اقرار ہے
یوہی خالی ڈال رکھتا جب بھی تو لیتا وہ دام
اب کمی سے کیا اسے واللہ اعلم والسلام

باب چہارم ...... امام احمد رضا کی شخصیت، علمی بصیرت اور سیاسی خدمات کا اجمالی جائزہ۔

حسب سابق یہاں بھی محققین و دانش ورانِ ملت کے قلم سے عمدہ مقالات جمع کیے گئے ہیں۔ جن میں خواجہ رضی حیدر کا ''فاضل بریلوی کے وصال پر چند نادر قطعات تاریخی''، علامہ وجاہت رسول قادری صاحب کا ''فاضلِ بریلوی اور اردو ادب میں فروغِ نعت'' اور مولانا نسیم احمد صدیقی کا ''اعلیٰ حضرت علوم و فنون کی فہرست'' وغیرہ نمایاں ہیں۔

باب پنجم ...... مناقب امام احمد رضا قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ

اس آخری باب میں خلفائے اعلیٰحضرت وعقیدت مندانِ رضویت کے پیش کردہ ہدیۂ تبریک کا مجموعہ ہے جو کہ واقعی قابلِ تحسین ہیں۔ جن میں شاہ عبد العلیم صدیقی، مولانا جمیل الرحمٰن قادری، راجہ رشید محمود، تنویر پھول و طاہر سلطانی صاحب وغیرہم کے نمایاں ''نذرانۂ عقیدت'' کے ساتھ ساتھ ''تاریخ ولادت''، ''تاریخ وفات وطباعت'' وغیرہ کو بھی بطورِ منظوم پیش کیا ہے۔

جیسا کہ معروف شاعر صابر براری، تاریخ طباعت کے سلسلے میں چند ''قطعات'' پیش کرتے ہیں:

تالیف کی ہے خوشنما طاہر نے یہ کتاب
حالات اس میں شاہِ رضا کے ہیں با اصول
فرمائیں ان پہ چشمِ کرم شاہِ دو جہاں
کاوش ہو ان کی بارگاہِ رب میں بھی قبول
ہوں فیضیاب اس سے جہاں بھر کے اہلِ حق
ہر آن ان پہ رحمتِ باری کا ہو نزول
تاریخ طبع اس کی اے صابرؔ یہ مل گئی
'' ہے نور والا جاہ ' ذکرِ عاشق رسول''

آخر میں جناب طاہر حسین سلطانی صاحب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرنا چاہوں گا، کہ انہوں نے اس کتاب کو مرتب و شائع کر کے فروغِ تعلیمات اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ میں ایک نہایت ہی عمدہ اضافہ کیا ہے جو کہ مقالہ نگار و مطالعے کے شائقین کے لیے ایک خزینۂ جاریہ ہے۔ OOOO

نام کتاب: **مقالات شارح بخاری (جلد اوّل)**

تبصرہ نگار: **ڈاکٹر محمد اشرف انصاری، بریلی شریف**

مصنف: شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ

مرتب: مولانا محمد ارشاد احمد رضوی، سابق استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

ناشر: دائرہ البرکات، کریم الدین پور، گھوسی ضلع مئو

اہلِ علم کے مقالات ہمیشہ اربابِ فکر و دانش کے لیے سامانِ بصیرت رہے ہیں اور ایک عرصے سے ان کی جانب توجہ کی گئی۔ بعض محققین کے مقالات ۲۰، ۲۰ جلدوں میں مرتب اور شائع ہوئے۔ شبیر غوری مرحوم کے علمی اور تحقیقی مقالات خدا بخش لائبریری پٹنہ، بہار نے تقریباً ۱۵ر جلدوں میں شائع کیے ہیں۔

شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کی ذات گرامی علمی اور فقہی دنیا میں محتاج تعارف نہیں۔ فقہ و تحقیق کے میدان میں آپ کا نام اب حوالہ کے طور سے لیا جاتا ہے۔ نزہۃ القاری اور ہزاروں فتاویٰ کے بعد "مقالات شارح بخاری" آپ کی وقیع علمی یادگار ہے۔ عرصہ ہوا مرتب کے قلم سے مضمون کی شکل میں اس مجموعے کا پیشگی تعارف سہ ماہی افکار رضا ممبئی میں پڑھا تھا۔ آج اس کے مطالعہ سے شرف یاب ہو رہا ہوں۔ اس کی پہلی جلد میز پر موجود ہے۔ خوبصورت گیٹ اپ، اچھی طباعت اور واضح کمپوزنگ کے ساتھ اس مجموعے کی جلد اوّل ۲۰۰۶ء کے عرس شارح بخاری میں منظر عام پر آئی۔

اس مجموعے میں حضرت امین ملت پروفیسر سید محمد امین قادری برکاتی اور شرف ملت سید محمد اشرف قادری برکاتی کی گراں قدر تقریظیں ہیں۔ فاضل مرتب کا مقدمہ ہے۔ مولانا نفیس احمد مصباحی کے قلم سے حضرت مصنف علیہ الرحمہ کا تفصیلی تعارف ہے اور حضرت مصنف کے بڑے صاحب زادے ڈاکٹر محب الحق قادری نے "پیش گفتار" کے عنوان سے اشاعتی مراحل کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ جلد تین ابواب میں تقسیم ہے: ۱۔ تفسیرات و تشریحات۔ ۲۔ تواریخ و سیر۔ ۳۔ تحقیقات فقہیات مقالات کی تعداد تیرہ ہے۔ تفسیرات و تشریحات کے ذیل میں یہ مقالات درج ہیں:

۱۔ تفسیر سورۂ فاتحہ و بقرہ ۲۔ ارضِ مقدس اور یہودی تغلب ۳۔ یہود کے بارے میں ایک آیت کی تشریح ۴۔ خلائی سفر اور قرآن ۵۔ حدیث جبرئیل ۶۔ حضرت عائشہ کی پاک دامنی اور حدیث افک، ان مقالات کے تناظر میں باب کا مذکورہ عنوان موزوں نہیں۔ اگر اخیر کے دو مضامین حذف کر دیے جائیں تو باب کا عنوان ہونا چاہیے: "قرآنیات" اور دونوں مضامین تحقیقات کے زیر عنوان درج کیے جائیں۔ یا پھر عنوان ہونا چاہیے۔ "کتاب و سنت کی تشریحات"

دوسرا باب ہے "تواریخ و سیر" اس میں چار مقالات درج ہیں:

۱۔ تاریخ ولادت نبوی ۲۔ عید میلاد النبی ۳۔ سیرت نبوی کی بنیادی کتابیں ۴۔ مسلمانوں کے فرقے، ان میں تاریخ کے موضوع پر کوئی مقالہ نہیں۔ تاریخ ولادتِ نبوی خالص تحقیقی مضمون ہے، تاریخی

نہیں۔ اسے تحقیقات میں شامل ہونا چاہیے۔ زیادہ سے زیادہ اسے سیرت کے ذیل میں لایا جاسکتا ہے۔ ''مسلمانوں کے فرقے'' علم کلام سے متعلق ہے۔

تیسرا باب ہے: تحقیقات فقہیات۔ حیرت ہے اس میں صرف تین مقالے درج ہیں جبکہ حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کا اصل میدان تحقیق و افتا ہی ہے۔ اس کے بر خلاف دوسری جلد کی فہرست میں دسیوں مقالات ایسے درج ہیں جن کا تحقیق اور افتا سے خاص تعلق ہے۔ پتہ نہیں انھیں فاضل مرتب نے تنقیدات و تعقبات کے باب میں کیسے شامل کرلیا۔ ایسی غیر مربوط اور نامعقول ترتیب تو مولانا ارشاد احمد رضوی مصباحی صاحب سے متوقع نہیں تھی جو بیسیوں کتابوں کے مصنف اور وسیع النظر عالم دین ہیں۔

اس کتاب میں دیگر تضادات بھی ہیں۔ مجموعۂ مقالات میں تینوں جلد کی فہرست دی گئی ہے جس میں مضامین کی تعداد نوے ہے جبکہ اس سے پہلے فاضل مرتب نے اپنے ایک مضمون میں جو افکار رضا ممبئی ۲۰۰۵ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا، مقالات کی تعداد غالبا ۸۹ بتائی تھی۔ اس مضمون میں انھوں نے اس بات کا شکوہ کیا تھا کہ ان کے جمع کردہ مقالات کوئی صاحب اپنے نام سے شائع کرنا چاہتے ہیں۔ مطبوعہ جلد اوّل میں ڈاکٹر محب الحق صاحب لکھتے ہیں کہ یہ مجموعہ پہلے مولانا ارشاد احمد رضوی صاحب نے مرتب کیا تھا لیکن اس کی ترتیب ناموزوں تھی اور بہت سے مقالات شامل ہونے سے رہ گئے تھے۔ بعد میں تین چار علما کی ٹیم نے جس کی سربراہی مولانا عبدالحق مصباحی صاحب فرمارہے تھے، ان مقالات کو از سر نو ترتیب دیا اور بہت سے مقالات کا اضافہ کیا۔ ترتیب کی موزونیت کا سوال ہے، مجھے تو یہ موجودہ ترتیب بھی کسی طور سے موزوں نظر نہیں آتی۔ افسوس کہ افکار رضا کا وہ شمارہ میرے پاس محفوظ نہیں ورنہ میں دونوں ترتیب کا تقابلی مطالعہ پیش کرتا اور محاکمہ کرتا کہ کون سی ترتیب علمی تقاضے پورے کرتی ہے۔ رہ گیا مضامین کا اضافہ تو جہاں تک میری یادداشت کام کرتی ہے، غالباً مولانا ارشاد صاحب نے ۸۹/ مقالات کا تذکرہ کیا تھا اور مطبوعہ جلد میں دی گئی فہرست میں نوے مقالات کے عناوین درج ہیں۔ یعنی صرف ایک مضمون کا اضافہ ہوا ہے اور حیرت ہے کہ یہ کارنامہ چار علما کی ٹیم نے مل کر انجام دیا ہے جو اہل سنت کی مرکزی درسگاہ کے فاضل اساتذہ ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ مولانا ارشاد صاحب کی صراحت کے مطابق اس علمی خیانت اور مرتب کی حیثیت سے مولانا عبدالحق صاحب کے نام کی شمولیت کو جائز ٹھہرانے کے لیے یہ سراسر گھڑا گڑھا گیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو علمی دنیا میں یہ بات سخت قابل مذمت ہے۔

دوسرا تضاد جو اس علمی خیانت کی تصدیق کرتا ہے اور ڈاکٹر محب الحق صاحب کے بیان کی تغلیط کرتا ہے، یہ کہ اندرونی سرورق پر ترتیب کے ذیل میں مرتبین (مولانا عبدالحق رضوی اور مولانا ارشاد احمد رضوی صاحب) مذکور ہے اور اندرون کتاب کئی جگہ صرف ''مرتب'' مرقوم ہے۔ تیسری خاص بات یہ ہے کہ اس کتاب کے تقریظ نگار حضرات امین ملت اور شرف ملت مدظلہما نے اپنی تحریروں میں مولانا عبدالحق صاحب کا کہیں تذکرہ نہیں کیا۔ دونوں بزرگوں نے مولانا ارشاد صاحب کی ترتیبی کاوشوں کو سراہا اور انھیں دعائیں

دی ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ کتاب کی کمپوزنگ کے وقت ناشر کی نیت درست ہو۔ اس لیے کتاب کے اندرونی صفحات میں صرف ''مرتب'' درج کیا پھر بعد میں نیت بگڑی اور نفسانیت نے اس بد دیانتی کا حوصلہ دیا۔ میں نے اسی تناظر میں اپنے تبصرے میں مرتب کی حیثیت سے صرف مولانا ارشاد احمد رضوی مصباحی صاحب کا نام درج کیا اور وہی اس کے مستحق بھی ہیں۔ افکار رضا ممبئی اور رفاقت پٹنہ میں ان کی فریاد کناں تحریر شائع ہو چکی ہے اور ماہ نور دہلی کے کسی شمارے میں بھی ان کی جانب سے ان کی مرتب کردہ ''مقالات شارح بخاری'' کی جلد اشاعت کا اعلان شائع ہو چکا ہے۔ اور سب سے بالا ہمارے ان دو سادات بزرگوں کی یہ تحریریں مولانا کی اس منفرد کاوش کی تحسین کرتی ہیں جن میں ان کو بلا شرکت غیر مرتب تسلیم کیا گیا ہے۔

مخدوم اہل سنت امین ملت پروفیسر سید امین قادری برکاتی دامت برکاتہم القدسیہ صاحب سجادہ خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ شریف تحریر فرماتے ہیں: ''تقریظات کی روش بھی عام طور سے جداگانہ ہے۔ انھیں مرتب کے ابتدائی اضافوں نے مزید نکھار دیا ہے۔ نوے مقالات کے اس مجموعے کو بڑی کاوش سے عزیزم مولانا ارشاد احمد رضوی مصباحی ساحل شہسرامی (علیگ) نے مختلف لائبریریوں کو چھان بین کے بعد دو سال میں جمع کیا ہے۔ یہ ان کی سعادت اور فقیہ اعظم سے نیاز مندی کا ثبوت ہے۔ یہ فقیر برکاتی انھیں سعادت مندانہ کاوش پر دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہے۔'' (مقالات شارح بخاری۔ جلد اوّل)

مخدوم گرامی اشرف ملت حضرت سید محمد اشرف قادری برکاتی دامت برکاتہم القدسیہ اپنے ''اشرف نامہ'' میں رقم طراز ہیں: ''مقالاتِ شارح بخاری'' کا یہ مجموعہ بہر طور وارثانِ علم وفن کے لیے اہمیت رکھتا ہے جو عزیزم علامہ ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی (علیگ) کی ہمت مردانہ اور سعی جاں فشانہ سے منظر عام پر آرہا ہے۔ علامہ ساحل نے جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے دورانِ قیام ان پندرہ سو صفحات کو ہزاروں صفحات کی ورق گردانی کے بعد کشید کیا ہے جن کو خوشبوؤں سے تادیر اہل ذوق کے مشام فن معطر ہوتے رہیں گے۔ وہ اس کاوش پر بہر طور تحسین اور تبریک کے مستحق ہیں یہ فقیر برکاتی دل کی گہرائیوں سے انھیں مبارک باد پیش کرتا ہے کہ اللہ رب العزت انھیں اپنی توفیقات سے سرفراز رکھے۔'' (ایضاً۔ پشت ورق)

اس طرح علمی خیانت مولانا عبدالحق صاحب کو قطعاً زیب نہیں دیتی۔ وہ جامعہ اشرفیہ کے سینئر استاذ ہیں اور سنا ہے کہ مولانا ارشاد صاحب ان کے شاگرد ہوتے ہیں۔ استاذ کا شاگرد سے حسد اور حسد کے اظہار کا یہ فروتر طریقہ؟ یاللعجب!

بہر کیف یہ مجموعہ ترتیبی نقائص کے باوجود اپنے مشمولات کے اعتبار سے بے حد تحقیقی، معلوماتی اور قابل قدر ہے۔ حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ جیسے محقق سے ان تحریروں کا انتساب ہی اس کی اہمیت کے اظہار کے واسطے کافی ہے۔ اہل علم اس مجموعے کی جتنی پذیرائی کریں، کم ہے۔ کتابت وطباعت معیاری ہے اور ٹائٹل بھی دیدہ زیب ہے۔ قیمت درج نہیں، امید ہے وہ بھی معقول ہوگی۔ اس مجموعے کے مرتب اور ناشر کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد!

میرے رضا کا پاکستان (قسط چہارم)

از: محمد زبیر قادری

برادرم صبیح رحمانی کے دوست جناب وقار ہاشمی صاحب نے مجھ سے پہلی ملاقات میں ہی اُن سے کہا تھا کہ بھائی زبیر قادری صاحب کے اعزاز میں ایک استقبالیہ رکھا جائے۔ اور انھوں نے کچھ دن بعد ہی صبیح صاحب کے ساتھ مل کر یہ پروگرام منعقد کر ہی دیا۔ مجھے بتائے بغیر ایک دن طے کرلیا گیا اور اپنے مخصوص احباب کو اس میں شرکت کی دعوت دی۔ یہ استقبالیہ جناب وقار ہاشمی کی رہائش گاہ پر منعقد کیا گیا تھا۔ اس دن مَیں ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے دفتر کچھ اہم کتابوں کے فوٹو اسٹیٹ لینے گیا تھا۔ سید وجاہت صاحب نے دوپہر کا کھانا آفس میں منگوا کر ہی ضیافت کی۔ صبیح صاحب نے سید صاحب کو شاید استقبالیہ کی دعوت نہیں دی تھی۔ اس لیے جب دوپہر ۴ بجے ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب کا فون آیا کہ زبیر قادری صاحب کے اعزاز میں ایک استقبالیہ رکھا گیا ہے آپ کو بھی چلنا ہے۔ تو کچھ پس و پیش کے بعد وہ ساتھ چلنے پر آمادہ ہوگئے۔ یہ طے پایا کہ ڈاکٹر مجید اللہ صاحب اپنی کار لے کر ادارہ کے آفس آجائیں اور وہیں سے ہم اس پروگرام میں شرکت کرنے روانہ ہوجائیں۔

نمازِ مغرب کے بعد ہم وقار ہاشمی صاحب کی رہائش گاہ پہنچے۔ یہ جہانگیر روڈ پر واقع ایک وسیع و عریض بنگلہ تھا۔ جس کے گراسی لان میں کرسیاں رکھ کر شرکا کی نشست کا اہتمام کیا گیا تھا۔ ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ کئی مہمانانِ کرام پہلے سے ہی تشریف فرما ہیں۔ ہماری نشست کے بعد کچھ اور مہمانان بھی تشریف لے آئے۔ ”رحمانی قاعدہ“ کے مؤلف خاور شجاع آبادی کے صاحب زادے نے نہایت ہی خوش الحانی سے تلاوتِ قرآن کریم سے پروگرام کا آغاز کیا۔ پھر وقار ہاشمی صاحب کے دو بچوں نے حمد و نعت پیش کی۔

اس تقریب میں علامہ کوکب نورانی صاحب اوکاڑوی، سید وجاہت رسول قادری، ڈاکٹر مجید اللہ قادری، سید صبیح رحمانی، کیو ٹی وی اناؤنسر صاحب زادہ تسلیم صابری، معروف مذہبی و سماجی رہنما حاجی حنیف طیب، رضا کوئز بک کے مرتب شکیل اوج، ارشاد قریشی، مولانا غلام غوث اور دیگر معروف مذہبی و سماجی شخصیت شریکِ بزم تھیں۔

برادرم وقار ہاشمی صاحب نے احقر کے حوالے سے تحریک فکر رضا کی خدمات کا تعارف کرایا۔ پھر یکے بعد دیگرے علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی، سید وجاہت رسول قادری، ڈاکٹر مجید اللہ قادری، سید صبیح رحمانی سے تحریک فکر رضا کی خدمات پر روشنی ڈالنے کو کہا۔ اور تمام حضرات نے نہایت عمدہ انداز سے افکارِ رضا کی خدمات کو سراہا، خوب حوصلہ افزائی کی اور کلماتِ تحسین سے نوازا۔ درمیان میں برادرم صبیح رحمانی نے نعت

پیش کر کے اہلِ بزم کو شاد کام کیا۔

پروگرام کے اختتام پر ایک پُر تکلف ڈنر کا اہتمام کیا گیا تھا۔ پھر احباب نے رات دیر گئے مجھے گھر تک رخصت کیا...... بعد میں اس تقریب کی رپورٹ مختلف اخباروں میں بھیجی گئی جو کئی اخباروں میں شائع ہوئی۔ یہ نیوز اخبار ''جنگ'' کراچی میں اس طرح شائع ہوئی۔

''تحریک فکرِ رضا کے سربراہ زبیر قادری کے اعزاز میں استقبالیہ

کراچی ...... نعتیہ ادب کے جریدے ''نعت رنگ'' کے زیرِ اہتمام ممبئی سے آئے ہوئے تحریک فکر رضا کے بانی وسربراہ اور سہ ماہی افکارِ رضا کے مدیرِ اعلیٰ محمد زبیر قادری کے اعزاز میں نشست ہوئی، جس میں علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی، حاجی محمد حنیف طیب، سید صبیح رحمانی، مولانا سید وجاہت رسول قادری، ڈاکٹر مجید اللہ قادری اور دیگر نے شرکت فرمائی۔ علامہ کوکب نورانی نے کہا کہ زبیر قادری نے اعلیٰ حضرت کے پیغام کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا ہے۔''

(روزنامہ جنگ، کراچی، ۲۸ر ستمبر ۲۰۰۵ء)

پاکستان میں دینی خدمت کرنے والوں کی بڑی پذیرائی اور خوب حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ اس سے کام کرنے والوں میں مزید کام کرنے کی لگن اور جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ احقر کو یہ سعادت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ کے فیض سے یہاں میسّر آئی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے لوگوں کے دلوں میں اعلیٰ حضرت کی محبت بے حد راسخ ہے۔ وہ اعلیٰ حضرت سے اپنی وافر محبت کا ثبوت کسی نہ کسی طرح پیش کرتے رہتے ہیں۔ بلا شبہہ اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ جتنے ادارے رضویات پر پاکستان میں کام کررہے ہیں یا جتنا کام آج تک وہاں ہوچکا ہے اُس کا نصف بھی یہاں ہند میں نہیں ہوسکا۔ جب کہ یہاں اعلیٰ حضرت کا خاندان، خلفا، فیض یافتگان، وابستگان، علما و مشائخ کی تعداد پاکستان کے مقابلہ میں بے انتہا زیادہ رہی ہے۔ اسی کمی کے احساس نے ہی **تحریک فکر رضا** کو وجود بخشا اور ہم بھی اس راہ کے مسافر بن گئے۔ گو کہ اب تک ہم کوئی بڑا کارنامہ تو انجام نہیں دے سکے، پھر بھی چیونٹی کی رفتار سے کام کرتے کرتے کچھ تو ذخیرہ کرہی لیا ہے۔

امام احمد رضا پر کام کے حوالے سے احقر کو دیارِ غیر میں یہ سعادت نصیب ہوئی ورنہ یہاں ہند میں صرف زبانی یا تحریری طور پر سراہنا کرنے والوں کی تعداد معدودے چند لوگوں مشتمل ہے۔ الحمد للہ تحریک فکر رضا پندرہ سال سے فکرِ رضا کو عام کرنے کی سعی پیہم میں لگی ہوئی ہے۔ اور بارہ سال سے اپنے آرگن ''افکارِ رضا'' کے ذریعے رضویات و دیگر اہم موضوعات پر وہ تحقیقی مواد فراہم کیا ہے کہ جس کی نظیر ہندستان میں بہت کم ملے گی۔ رضویات پر شائع ہونے والے دیگر جراید کی بہ نسبت افکارِ رضا اپنے ایک۔ ایک شمارہ میں اس قدر مواد فراہم کرتا ہے جتنا کہ دیگر رسائل تین مہینے میں فراہم نہیں کرپاتے۔ لیکن ان سب کاوشوں

کے باوجود یہاں ہند میں آج تک کسی بھی سُنی رسالے میں افکارِ رضا پر تبصرہ یا تذکرہ شائع نہیں کیا گیا، رضویات کے حوالے سے کبھی تحریک فکر رضا کا نام نہیں لیا گیا۔ اس کے برعکس ہفت روزہ نئی دنیا دہلی، ماہ نامہ اردو بک ریویو دہلی، روزنامہ انقلاب ممبئی وغیرہ جن پر سُنّیت کا لیبل بھی نہیں لگا ہے، میں تبصرے آچکے ہیں۔ جب کہ ہمارا مقصد صرف اور صرف دین وسُنّیت کی اشاعت ہے، تجارت نہیں۔

برسبیلِ تذکرہ یہ باتیں اس لیے آگئیں کہ دیارِ غیر کے لوگ تو آپ کے کام کی وجہ سے اہمیت دیں اور وطن میں لوگ ذکر میں بھی بخل سے کام لیں۔ خیر ہمیں نہ کسی سے صلے کی تمنا ہے نہ مال و زر اور شہرت کی۔ ہمارے کام سے اللہ اور اس کا رسول راضی ہوجائیں تو اسی میں دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔ اللہ رب العزت کا فضل، رسول کریم ﷺ کا کرم اور اعلیٰ حضرت کا فیضان ہے جو ہم سے یہ کام لے رہا ہے۔ جب اللہ رب العزت ہم سے خدمت لے رہا ہے تو بدلے میں اجر سے بھی ضرور نوازے گا۔

ایک دو دن بعد علامہ کوکب اوکاڑوی صاحب کی کوششوں سے مولانا شہزاد ترابی قادری صاحب مدیر اعلیٰ ''تحفظ'' نے احقر کا انٹرویو بھی لیا جو ''تحفظ'' کراچی کے شمارہ اکتوبر۔نومبر ۲۰۰۵ء میں شائع ہوا۔ برادرم شہزاد ترابی، علامہ شاہ تراب الحق صاحب کے مرید ہیں۔ وہ کئی کتابوں کے مصنف، بے دار مغز صحافی اور نہایت فعال دین کے خادم ہیں۔ اُن کی کچھ مشہور کتابوں میں کڑوا سچ، سُنّتِ مصطفیٰ اور جدید سائنس، قرآن مجید اور سوعقاید' معروف ہیں۔

اُنھی دنوں وہاں کراچی سے ''لبیک'' نام کا ایک نیا ٹی وی چینل شروع کیا جارہا تھا۔ برادرم صبیح رحمانی نے بتایا کہ یہ ''اپنوں'' کا ہی چینل ہے اور اس کے نگراں مشہور نعت گو صدیق اسماعیل صاحب ہیں۔ اُن دنوں کراچی میں اس چینل کے ٹیسٹ ٹرانسمیشن چل رہے تھے۔ یعنی دن بھر میں چند گھنٹوں کی نشریات دکھائی جارہی تھیں۔ جس پر وقفہ وقفہ سے صبیح صاحب کی آواز میں اُن کی ایک نعت '' کعبے کی رونق کعبے کا منظر اللہ اکبر اللہ اکبر'' نشر کی جارہی تھی، جو بطور خاص 'لبیک' کے لیے ہی ریکارڈ کی گئی تھی۔

ایک دن جناب ارشاد قریشی و صبیح رحمانی نے چینل کے عہدے داران کو چینل کی شروعات کرنے کے سلسلے میں مبارک باد پیش کرنے کے لیے جانے کا پروگرام بنایا۔ احقر کو بھی ساتھ شامل کرلیا گیا۔ راستے میں قریشی صاحب نے مٹھائی خریدی۔ پھر کافی طویل ڈرائیونگ کے بعد 'خیابانِ اتحاد' علاقے کی ایک عمارت کے قریب گاڑی روکی، جس میں لبیک کا دفتر واقع تھا۔ اسی عمارت میں اس چینل کا مختصر سا اسٹوڈیو بھی تھا، جہاں پروگرام ریکارڈ کیے جاتے تھے۔

وہاں دفتر میں صدیق اسماعیل صاحب، ان کے صاحب زادے سلمان صدیق اور دیگر افراد موجود تھے۔ وہاں آفس میں بھی ایک ٹی وی پر ''لبیک ٹی وی'' کی نشریات جاری تھیں۔ ارشاد قریشی صاحب نے مٹھائی پیش کرتے ہوئے مبارک باد دی۔ پھر ہمارا آپس میں تعارف کرایا گیا۔ چونکہ کیونی پر سُنیوں کے

علاوہ غیر سُنّیوں کے پروگرام بھی دکھائے جاتے ہیں۔ اسی لیے احقر نے صدیق اسماعیل صاحب سے بھی دریافت کیا کہ آپ کا چینل کس مسلک کی نمائندگی کرے گا؟

میرے اس سوال پر پہلے تو انھوں نے بالکل سیکولر جواب دیا کہ ہمارا چینل اسی مسلک کی نمائندگی کرے گا جو اللہ و رسول کو مانے ...... وغیرہ وغیرہ۔ پھر جب میں نے وضاحت کی کہ جس طرح کیو ٹی وی پر ڈاکٹر ذاکر نائک، ڈاکٹر اسرار احمد وغیرہ بدمذاہب کے پروگرام دکھائے جاتے ہیں اور عوام کی اکثریت سُنّی چینل ہونے کی وجہ سے انھیں بھی سُنّی سمجھ کر دیکھتی ہے اور گمراہ ہوتی ہے۔ اگر آپ کا چینل بھی ایسا ہی کرے گا تو سُنّیوں کو کیا فائدہ؟ یہ سُن کر فوراً انہوں نے اپنا دفاع کرتے ہوئے کہا کہ بدمذہبوں کے مقابل ہم مفتی منیب الرحمٰن، علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی، پروفیسر ریاض احمد بدایونی و دیگر کو لا رہے ہیں۔ ان شاء اللہ کسی کو شکایت کا موقع نہیں دیا جائے گا۔

پھر انھوں نے اپنے ایک کارکن سے کہا کہ انھیں اپنا اسٹوڈیو دکھا دیں۔ احقر نے دیکھا کہ وہاں مختلف کمروں میں پروگرام ریکارڈنگ کی تمام سہولیات مہیا کی گئیں ہیں۔ پروگرام وہیں سے بن کر آن ایر نشر کیے جاتے ہیں۔ ایک کمرہ میں کسی پروگرام کی تیاری بھی چل رہی تھی۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ لبیک چینل شب برأت سے مکمل طور پر شروع کر دیا جائے گا۔ غرض اس چینل کے اسٹوڈیو کی سیر کر کے احقر فارغ ہوا تو ہم وہاں سے رخصت ہوئے۔

ہمارے کچھ قارئین اس روداد یا سرگزشت کو سفرنامے پر محمول کرتے ہوئے کبھی کبھی معترض ہو جایا کرتے ہیں۔ اُن سے عرض ہے کہ احقر نے بہت پہلے ہی یہ واضح کر دیا تھا کہ اسے سفرنامہ نہ سمجھیں کیونکہ احقر سفرنامہ جیسی صنف لکھنے کے قواعد و رموز سے ناواقف ہے۔ اس تحریر کا مقصد صرف پاکستان میں سُنّیت کے کاموں کی نشر و اشاعت اور طریقۂ کار کو اجاگر کرنا ہے۔ چونکہ وہاں اہلِ سُنّت کے کام کی رفتار یہاں کی بنسبت کافی آگے ہے۔ شاید کسی کے دل میں اُتر جائے میری بات تو یہ 'روداد' کسی کام آ جائے۔

کچھ ہی دنوں بعد شب برأت بھی آ موجود ہوئی۔ اس دن یہاں بے شمار پروگرامز ہوتے ہیں۔ الحمد للہ اس موقع پر کئی پروگرام میں احقر کو بھی شرکت کا موقع ملا۔ بھائی عارف جامی صاحب نے اس سلسلہ میں بھرپور تعاون کیا۔ اور اپنی موٹر سائیکل پر ہر جگہ ساتھ لے گئے۔ سب سے پہلے ہم حضرت مسعودِ ملّت ڈاکٹر مسعود احمد صاحب کے والد صاحب، حضرت مفتی محمد مظہر اللہ مجددی علیہ الرحمہ کے عرس پاک میں شرکت کے لیے گئے۔ ان کا عرس ہر سال ۱۵/ شعبان المعظم کو منایا جاتا ہے۔ عرس کی یہ تقریب پی ای سی ایچ سوسائٹی علاقہ کے ایک ہال میں منعقد کی گئی تھی۔ جہاں حضرت مسعودِ ملّت کی رہائش گاہ واقع ہے۔ ہال کے باہر پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب کی کتابوں کا اسٹال لگا ہوا تھا۔ تمام کتب نہایت ہی بھاری رعایت پر دی جا رہی تھیں۔ پروگرام کا ابھی آغاز ہی ہوا تھا، لہٰذا ہم وہاں تھوڑی دیر ٹھہر کر اگلے پروگرام میں شرکت

کے لیے آگے بڑھ گئے۔

تھوڑے ہی فاصلے پر واقع رحمانیہ مسجد بمقام طارق روڈ، میں پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا پروگرام جاری تھا۔ یہ پروگرام براہِ راست کیبک ٹی وی' پر نشر کیا جارہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے پروفیسر صاحب کو اعلیٰ خطابانہ صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ ان کی تقاریر میں بیٹھنے والے ناخواندہ حضرات بھی بیان سمجھ لیتے ہیں اور دنیاوی گریجویٹ حضرات بھی بھرپور استفادہ کرتے ہیں۔ احقر نے یہ دیکھا ہے کہ بہت سے علما اُن کے بیانات سے مواد حاصل کرکے اپنی تقاریر کو سنوارتے ہیں۔ لیکن یہ حضرت بہت جلد اپنے متضاد بیانات و رجحانات سے متنازعہ فیہ بن گئے۔ بہت سے اجماعی مسائل میں انہوں نے جماعتِ اہلِ سُنّت کے اکابر علما سے اختلاف کرکے اپنی الگ روش بنالی۔ اور ''تحریکِ منہاج القرآن'' کے نام سے اپنے مشن کا آغاز کیا۔ اور بہت جلد دنیا کے بے شمار ممالک میں ان کا کام پھیل گیا۔ بظاہر تو ان کے کام سے سُنّیت کو تقویت پہنچتی محسوس ہوتی ہے لیکن بتایا جاتا ہے کہ یہ حضرت باطل قوتوں کے ایجنٹ بن گئے ہیں۔ ہمارے اکابر علما نے بھی ان کے خلاف ضال و مضل کا فتویٰ جاری کیا ہے۔ ان کی مذہبی حیثیت تو متنازعہ ہے ہی، اُن کے کردار کی دورنگی نے ان کی سیاسی و سماجی حیثیت بھی متنازعہ فیہ بنادی ہے۔ ان کے خلاف وہاں کے صحافی و دانش ور حضرات کی تحریریں جو وقتاً فوقتاً اخبارات میں شائع ہوتی رہی ہیں، کا ایک مجموعہ کتابی شکل میں ''متنازعہ ترین شخصیت'' کے نام سے شائع ہوچکا ہے۔ جبکہ پروفیسر طاہر القادری کے معتقدین انھیں ''مجدد'' مانتے ہیں اور اُنھیں 'شیخ الاسلام' کے ٹائٹل سے بھی نوازا ہے۔

مسجد کے حرم میں قبلہ کی پشت کی طرف اسٹیج جیسا پس منظر بنا کر رکھا گیا تھا، جس کے آگے کرسی پر بیٹھ کر پروفیسر صاحب اپنا لیکچر دے رہے تھے۔ حرم شریف میں ویڈیو گرافر پروگرام کی ریکارڈنگ کرکے براہ راست کیبک ٹی وی' پر نشر کررہے تھے۔ پوری مسجد لوگوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ اس لیے باہر کے ناظرین کے دیکھنے کے لیے مسجد کے دروازے پر ایک بڑی سی اسکرین لگی ہوئی تھی۔ مسجد کے باہر تحریک منہاج القرآن کا اسٹال لگا ہوا تھا۔ جہاں پروفیسر طاہر القادری کی کتابیں اور ان کا ماہ نامہ 'منہاج القرآن' دست یاب تھا۔ ایک اور اسٹال پر پروفیسر صاحب کے بیانات کی ویڈیو سی ڈیز اور کیسٹس بک رہی تھیں۔

وہاں سے ہم اگلے پڑاؤ، نشتر پارک کی سمت چلے۔ جہاں نعت خوانی کی محفل کا انعقاد تھا۔ نشتر پارک ایک بہت وسیع وعریض میدان ہے جہاں بیک وقت ایک لاکھ سے زیادہ افراد بیٹھ سکتے ہیں، جس کا استعمال اکثر سیاسی، سماجی و مذہبی پروگراموں کے لیے کیا جاتا ہے۔ جب ہم نشتر پارک پہنچے تو وہاں پارک کے باہر بھی بے حد رش تھا۔ اندر میدان میں فرشی نشست کا اہتمام تھا۔ رش تو بے حد تھا مگر بیٹھنے کے لیے کافی جگہیں خالی تھیں۔ شب برأت کے موقع پر پورے کراچی میں بے شمار تقاریب کا انعقاد ہوتا ہے اس وجہ سے عوام مختلف جگہوں پر بٹ جاتی ہے۔ ہم پچھلی طرف ہی بیٹھ گئے۔ اس پروگرام کی بھی ریکارڈنگ

ہو رہی تھی اور براہ راست (Live Telecast) کیو ٹی وی کے ذریعے دنیا بھر میں دکھایا جا رہا تھا۔ شب برأت کی مناسبت سے غم گین نعتیں پڑھی جا رہی تھیں۔ عظیم الشان اسٹیج پر بہت سارے نعت خواں جن میں محمد اویس قادری، سید فرقان قادری، سید ریحان قادری، حافظ طاہر وغیرہم اسٹیج پر جلوہ افروز تھے۔ تسلیم صابری صاحب بھی بطور اناؤنسر موجود تھے۔ یہاں بھی ہم تھوڑی دیر بیٹھ کر اپنی اگلی منزل ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب کے بنگلہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب کا معمول ہے کہ ہر بڑی رات کو اپنے مریدین، متعلقین و محبین کو جمع کر کے نعت و بیان کی محفل سجاتے ہیں۔

ان کا بنگلہ کراچی یونی ورسٹی کے مقابل گلستانِ جوہر پر واقع ہے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب ایک کرسی پر تشریف فرما، تقریر فرما رہے تھے۔ ایک طرف پردہ لگا کر خواتین کے بیٹھنے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ احقر وہاں پہنچ کر جب درمیان میں بیٹھ گیا تو حضرت نے بے حد اصرار کر کے اپنے قریب رکھی کرسی پر بٹھا لیا اور لوگوں سے احقر کا تعارف بھی کروایا۔ تھوڑی ہی دیر میں تقریر کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ تب سحری اور فجر کی نماز کے بعد ہم بھی فارغ ہو کر واپس لوٹ آئے۔

احقر کا پروگرام لاہور کے احباب سے ملاقات اور ملتان شریف میں دعوتِ اسلامی کے اجتماع میں شرکت کا بھی تھا۔ اس سلسلے میں عارف جامی صاحب نے کافی مدد کی۔ وہ صرف احقر کے ساتھ کے لیے لاہور اور ملتان آنے پر راضی ہوئے۔ اس دوران خورشید سعیدی صاحب۔ اسلام آباد، خلیل رانا صاحب۔ جہانیاں، پیرزادہ اقبال فاروقی صاحب۔ لاہور، سید صابر حسین شاہ بخاری صاحب۔ اٹک شریف سے مسلسل فون آ رہے تھے اور وہ حضرات میری لاہور آمد کی تاریخ جاننا چاہ رہے تھے۔

ہم نے قراقرم ایکسپریس ٹرین کی ۲۴ ستمبر ۲۰۰۵ء کی بکنگ کروالی۔ یہ ٹرین وہاں کی سب سے تیز رفتار ٹرین مانی جاتی ہے۔ اور چین سے بن کر پاکستان آئی ہے۔ اس کا کرایہ بھی سب سے زیادہ ہے۔ وقتِ مقررہ پر ہم اسٹیشن پہنچے۔ لیکن یہاں کی قابلِ تعریف اور تیز رفتار ٹرین پلیٹ فارم پر وقت سے ایک گھنٹہ لیٹ تشریف لائی۔ یہ ٹرین خوب صورت اور صاف ستھری، ایئر کنڈیشن تھی۔ کمپارٹمنٹ میں ٹی وی بھی لگا ہوا تھا۔ اگر آپ کو آواز سننا ہے تو کرایہ پر مائیک لے کر سُن سکتے ہیں۔ اس قدر زیادہ کرایہ لے کر وہ صرف ایک کپ چائے سے آپ کا سواگت کرتے ہیں۔ جب کہ تکیہ، چادر، پانی ہر چیز کی قیمت مسافروں سے وصول کرتے ہیں، جو کہ ناانصافی ہے۔

تاخیر سے آنے والی نے ہمیں مزید تاخیر سے لاہور پہنچایا۔ مَیں نے اپنی آمد کی اطلاع احباب کو پیشگی دے دی تھی۔ ٹرین کے تاخیر سے لاہور اسٹیشن پہنچنے کی وجہ سے بے چارے خلیل رانا صاحب انتظار کر کے واپس لوٹ گئے۔ تب ہم رکشہ کر کے پیرزادہ اقبال احمد صاحب فاروقی کے مکتبۂ نبویہ پر پہنچے۔

(باقی آیندہ...... ان شاء اللہ)

رضا نامے

☆ علامہ محمد عبدالمبین نعمانی قادری، المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ

افکار رضا بابت ماہ اپریل۔ جون ۲۰۰۶ء (جلد ۱۲ شمارہ ۲) نظر نواز ہوا، سبھی مضامین نظر سے گزرے اور پسند آئے۔ بالاستیعاب تبصرہ کا وقت نکالنا تو میرے لیے بہت دشوار ہے چند باتیں اختصار کے ساتھ عرض کر رہا ہوں، جو آپ کے اور قارئین کے حوالے ہیں۔

آپ نے اداریہ بہت اچھا لکھا ہے وقت کی ایک اہم ضرورت کی طرف مسلمانوں کی توجہ مبذول کرائی ہے، اس کے تدارک کی تدبیریں کی جانی چاہئیں۔ میری نظر میں پہلا کام یہ ہے کہ مسلمان بچیاں مخلوط تعلیم گاہوں میں نہ بھیجی جائیں، ان کے لیے علیحدہ مسلم گرلز اسکول، کالج قائم کیے جائیں۔ جہاں پردے کا خاص اہتمام ہو۔ اہلِ ثروت حضرات دیگر کالج یونی ورسٹی میں جو لمبے لمبے اخراجات کرتے ہیں وہ اگر ذرا سی توجہ اس طرف دیں تو یہ مسئلہ کوئی مشکل نہیں۔ مشکلے نیست کہ آساں نشود

ہاں البتہ جو لوگ پورے طور سے مذہب بیزار اور آزاد ہو چکے ہیں ان کو اپنی بہو بیٹیوں کے تعلق سے ذرا بھی غیرت نہیں ہے۔ اپنے کو بالکل انگریزی یا اباحیت پسند ماحول میں سیٹ کر چکے ہیں۔ ان کو سمجھانا آسان نہیں اور ایسے ہی لوگ مرد ہوں یا عورتیں گاہے بہ گاہے اسلام اور شریعتِ اسلامیہ کے خلاف زہر اُگلتے رہتے ہیں، اسلام کو فرسودہ اور نا قابلِ عمل قرار دیتے رہتے ہیں۔ اور انھیں کے اقوال اسلام دشمن عناصر کو پوری مدد پہنچاتے ہیں۔ ظاہر ہے ایسے لوگ پہلے ہی سے اسلام سے بیزار ہیں اور ان کا اسلام سے رشتہ صرف نام کا ہے کہ وہ کسی مسلمان گھر میں پیدا ہو گئے ہیں اور بس۔ ان کی لڑکیاں کہاں جا رہی ہیں، کن سے رشتہ جوڑ رہی ہیں، جب انھیں ہی اس کی کچھ فکر نہیں تو ہم آپ کیا کر سکتے ہیں۔ البتہ جو لوگ اس حد تک نہیں پہنچے ہیں ان کو بچانے کی ضرور کوشش ہونی چاہیے۔ واللہ الهادی وھو یهدی السبیل

فتاویٰ رضویہ کی صحیح اشاعت کے تعلق سے مَیں متفکر تو تھا ہی جناب خورشید احمد سعیدی صاحب کے مضمون نے اور زیادہ ہی فکر مند بنا دیا۔ ابھی قدیم نسخے ہی کی تصحیح کی طرف کوئی پیش رفت نہیں ہو رہی ہے، جدید ایڈیشن جو مزید کئی گنا محنت کا طالب ہے، اس کا خدا حافظ۔ آج اعلیٰ حضرت کے نام پر لاکھوں لاکھ روپے خرچ کرنے والے اداروں اور تنظیموں کو ذرا سی توجہ اس طرف بھی مبذول کرنی چاہیے۔ اگر ہندو پاک میں امام احمد رضا کانفرنسوں پر آنے والے اخراجات کا 1/4 حصہ بھی اس مد میں خرچ کر دیا گیا تو کام بہت آسانی سے انجام کو پہنچ سکتا ہے۔ رضا اکیڈمی ممبئی، ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی، رضا فاؤنڈیشن لاہور یہ ایسے ادارے ہیں کہ اگر چاہیں تو یہ کام بخوبی پایۂ تکمیل کو پہنچ سکتا ہے۔ اور انھیں سے امیدیں بھی وابستہ ہیں اور بھی بعض ادارے ہوں گے۔ جو اپنے اندر وسائل کی بڑی وسعت رکھتے ہیں وہ بھی آگے آ سکتے ہیں یا معاون بن سکتے ہیں۔ میری مذکورہ اداروں کے ذمہ داروں سے گزارش ہے کہ سعیدی صاحب کا مضمون جو افکار رضا اپریل۔ جون ۲۰۰۶ء کے ص ۹ پر شائع ہوا ہے ضرور بنظر غائر پڑھ لیں تاکہ کام کی اہمیت کا پورا پورا احساس ہو سکے۔

علاوہ ازیں فتاویٰ رضویہ کے قلمی نسخوں کی حفاظت و صیانت بھی ایک اہم مسئلہ ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ چند سالوں کے بعد یہ سرمایہ بھی کیڑوں کی نذر ہو جائے۔ کیوں کہ قدیم نسخے بھی اوّل دوم کے علاوہ بھی اغلاط سے پُر ہیں۔ اوّل دوم کی اشاعت غالباً حضرت صدر الشریعہ اور سرکار مفتی اعظم ہند علیہما الرحمہ والرضوان کے اہتمام سے ہوئی تھی، اور پانچویں کی جزوی اشاعت (حصہ نکاح) حضرت مولانا حسنین رضا خاں علیہ الرحمہ برادر زادہ اعلیٰ حضرت کے اہتمام سے ہوئی تھی۔ وہ حصہ بھی کمالِ تصحیح کا نمونہ ہے۔ باقی تمام حصص بڑی توجہ کے طالب ہیں۔

''محفل نعت میں حاضری کے آداب'' (ص۱۶) از مولانا شہزاد مجددی، بھی بڑا عمدہ مضمون ہے اور کام کی باتیں آگئی ہیں۔ خاص طور سے اس مضمون میں ''منتظمین محافل نعت'' کے تعلق سے جو ہدایات دی گئی ہیں وہ از حد قابلِ توجہ ہیں۔ ان کو بار بار شائع ہونا چاہیے اور بار بار پڑھنا چاہیے۔

''تعلیم و تعلم اور امام احمد رضا'' کے عنوان سے غلام مصطفیٰ قادری، مالیگاؤں کا مضمون معلومات افزا ہے، نام کے ساتھ ''مالی گاؤں'' چھپا ہے اب معلوم نہیں مضمون نگار نے ہی اس طرح لکھ کر بھیجا ہے یا کمپوزنگ کی خامی ہے، اس کو علیحدہ اگر لکھنا تھا تو ''مالے گاؤں'' لکھنا تھا یا ملا کر ''مالیگاؤں''۔ اس مضمون کی دوسری سطر میں ایک لفظ ''پیش رو'' استعمال ہوا ہے جو بالکل بے موقع ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ قلم کار نے اس لفظ کا معنی ہی نہیں سمجھا۔ ملاحظہ ہو'' قرآن مقدس میں تعلیم و تعلیم کے پیش رو بہت سے مضامین آئے ہیں''۔

یوں ہی ص۴۲ سطر ۱۹ کی عبارت ملاحظہ ہو۔ ''موجودہ دور آرائش و نمائش کا ہے جہاں چکا چوند دکھائی دیا دل ادھر ہی کھنچے چلے جاتے ہیں'' یہاں بھی ایسا لگتا ہے کہ ''چکا چوند'' کے معنی پر توجہ نہیں رہی۔

اسی صفحے پر سطر ۲۱ میں ہے ''ان علوم کو وجۂ افتخار'' وجہ پر ہمزہ کوئی معنی نہیں رکھتا ''ہ'' کو زیر کے ساتھ ہونا چاہیے یعنی وجہِ افتخار۔

ڈاکٹر صابر سنبھلی کا مضمون ''علامہ خیر آبادی کا فتوائے جہاد'' بڑا پُر مغز اور تحقیقی ہے۔ میرا خیال ہے کہ عرشی صاحب اور مالک رام کو اب تک اتنا بھرپور جواب کسی نے نہیں دیا ہوگا۔ سنبھلی صاحب نے بڑی باریک بینی اور ژرف نگاہی سے دونوں حضرات کا تعاقب کیا ہے۔ جزاہ الله تعالیٰ خیر الجزاء۔

''میرے رضا کا پاکستان قسط (۳)'' بڑا معلومات افزا ہے اور اس کی بعض باتیں بڑی حیران کن بھی ہیں، آیندہ قسط کا انتظار ہے۔

خورشید احمد سعیدی صاحب کا تصحیح نامہ دیکھ کر حیرت ہوئی۔ اس قدر غلطیاں نہ ہوا کریں تو اچھا ہے۔ آپ سے گذارش ہے کہ کسی اچھے اہلِ علم کی خدمات حاصل کریں جو بنظر غائر مضامین کی تصحیح کیا کرے، اور عربی و فارسی سے اس کو ضرور لگاؤ ہو ورنہ خاطر خواہ تصحیح نہ ہو سکے گی۔ البتہ یہ عرض ہے کہ تصحیح نامے کا خط رسالے کے عام خط سے باریک رکھیں تو کچھ صفحات بچ جائیں گے۔ جیسے اسی شمارے کے تصحیح نامے کو بہ آسانی دو صفحے میں پرویا جاسکتا ہے جب کہ یہ تین صفحات پر پھیلا ہوا ہے اور کافی جلی ہے۔ خورشید صاحب نے جس عرق ریزی سے افکار رضا کے گزشتہ شمارے کا جائزہ لیا ہے اس کے لیے وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔

علما، شہدا وغیرہ کے اردو املا کے تعلق سے خورشید صاحب کا اصرار نظر ثانی کے قابل ہے اور یہ کوئی ایسا اہم

مسئلہ بھی نہیں۔ اگر کوئی ہمزہ سے لکھتا ہے وہ عربی قاعدے سے صحیح ہے مگر اردو رسمِ خط میں ایسے اسما پر ہمزہ نہیں لگاتے۔ فتاویٰ رضویہ جلد اوّل جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے زمانے میں حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے شائع فرمائی اور پریس کا سارا اہتمام خود اپنے ہاتھ میں رکھا۔ اس میں تقریباً ہر جگہ اولیا، علما، شہدا، ابتدا، انتہا، دعا، ثنا وغیرہ الفاظ بغیر ہمزہ ہی کے مطبوع ہیں۔ جب کہ اس وقت اردو قواعد لکھنے والے شاید خال خال دو چار افراد ہی رہے ہوں گے۔ یوں ہی ''بہارِ شریعت'' جو صدرالشریعہ نے خود اپنے اہتمام سے چھپوائی اس میں بھی ہر جگہ ان الفاظ کو بغیر ہمزہ ہی کے لکھا۔

شُہدا (اردو) اور شُہدا (عربی) حروف کے اعتبار سے اگرچہ یکساں ہیں مگر دونوں کا تلفظ جدا جدا ہے لہٰذا اس کو کسی طرح دلیل نہیں قرار دیا جاسکتا۔ دیکھیے لفظ ''مہتر'' تلفظ کے اعتبار سے بھی فارسی و اردو میں یکساں ہے، مگر معنی میں زمین آسمان کا فرق ہے، اور آج بھی بعض اردو کی کتابوں میں مہتر بمعنی معظم مستعمل ہے۔ اسی طرح کی مثالیں بہت پیش کی جاسکتی ہیں۔ اس لیے میری ناقص رائے ہے کہ اس بحث کو اب ختم کردینا چاہیے۔ البتہ قرآنی آیات کے رسم خط کے تعلق سے موصوف نے جو کچھ لکھا ہے وہ سو فیصد صحیح ہے۔ اس میں کسی کلام کی گنجایش نہیں۔ عربی زبان کے بارے میں بھی موصوف نے جو ارشاد فرمایا ہے میں اس سے بھی کلیۃً متفق ہوں۔

دعوتِ اسلامی کے شعبۂ تحقیق المدینۃ العلمیۃ کی تفصیلات جان کر بڑی مسرت ہوئی اور دل سے دعائیں نکلیں کہ مولائے قدیر اس کے ارکان و کارکنان کو مزید کام کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور بہتر سے بہتر جزا دے۔

آمین بجاہ حبیبک سید المرسلین علیہ وآلہ والصلاۃ والتسلیم۔

ہندستان میں شائع ہونے والے سنّی رسائل کے تحت آپ نے تمام رسائل کو سمیٹ لیا ہے، البتہ شش ماہی ''امام احمد رضا'' میگزین، برجمن گنج، بستی، کا نام رہ گیا جو ڈاکٹر محمد قائم الاعظمی کی ادارت میں نکل رہا ہے۔ غالباً دو یا تین شمارے آچکے ہیں۔ ہفت روزہ ''مسلم ٹائمز'' ممبئی کو بھی شامل ہونا چاہیے۔

ہندی اور گجراتی رسائل کی فہرست بھی شائع ہونی چاہیے، بروقت میری یادداشت میں ہندی کے یہ رسائل شائع ہو رہے ہیں۔ ''کنزالایمان'' دہلی، ''ماہِ طیبہ'' جودھپور، راجستھان، ''نیک خاتون'' جودھ پور، ''صراط مستقیم'' اودے پور، ''یٰس'' راجستھان۔ گجراتی میں ''ماہِ طیبہ'' احمد آباد بہت قدیم رسالہ ہے شاید اب بھی نکل رہا ہے۔ اس کے علاوہ بھی گجراتی میں کئی رسائل نکل رہے ہیں۔ گجرات سے تعلق رکھنے والے حضرات توجہ دیں تو مکمل فہرست شائع ہوسکتی ہے۔

یوں ہی میں نے عربی کے رسائل کو بھی ترک کردیا ہے۔ ماہانہ مجلّہ ''الصوت الاسلامی'' کے نام سے دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی سے نکل رہا ہے کئی شمارے منظر عام پر آچکے ہیں۔ ''الثقافۃ'' مرکز الثقافۃ السنیہ کالی کٹ کیرالا سے کئی سال سے شائع ہو رہا ہے، البتہ حالیہ دنوں اس کا کوئی شمارہ نظر سے نہیں گزرا۔

(۱) سہ ماہی ''جامِ حضوری'' (اردو) خانقاہِ نقشبندیہ سریا، اعظم گڑھ (۲) ماہنامہ ''جامعہ'' الجامعۃ الاسلامیہ روناہی، فیض آباد کے چند شمارے بھی سال گزشتہ نظر سے گزرے تھے اب معلوم نہیں جاری ہیں یا بند ہوگئے۔ (۳) ماہنامہ ''غوث العالم'' جامع اشرف، کچھوچھہ مقدسہ، امبیڈکر نگر سے باضابطہ کئی سالوں سے نکل رہا ہے۔ ابھی ماہِ رواں میں اس کا ضخیم ''سرکار کلاں نمبر'' بھی شائع ہوا ہے۔ یہ تو ہر طرح فہرست میں شامل ہونا چاہیے تھا شاید آپ کی

نظر سے نہ گزرا ہو۔

اس شمارے کے ٹائٹل باکس میں آپ نے اہم تحریر کے طور پر خواجہ حسن نظامی کا ایک اقتباس نقل فرمایا ہے، لیکن اس میں شروع سے آخر تک کوئی حوالہ نہیں ہے کہ یہ تحریر آپ کو کہاں سے ملی یا خواجہ حسن نظامی کی کس کتاب سے آپ نے لیا ہے۔ امید کہ آیندہ شمارے میں اس کی نشان دہی ضرور کریں گے، بلکہ ایسی چیزیں اصل سے فوٹو لے کر شائع کی جائیں تو بہتر ہے۔

☆ ڈاکٹر صابر سنبھلی، سیف خاں سرائے، سنبھل مراد آباد

برادرم خورشید احمد سعیدی (کراچی) کے مراسلے بہت طویل، مفصل اور عالمانہ ہوتے ہیں۔ اس بار بھی موصوف کا مراسلہ تقریباً ۱۴ صفحات پر پھیلا ہوا ہے، ان میں سے چار پانچ صفحات میں ان کا روئے سخن اس فقیر حقیر کی جانب ہے۔

اس مراسلے میں دو اقتباس عربی کے بھی ہیں۔ مَیں اُن کے علم و فضل کی تعریف کرتا ہوں تو انھیں شاید اچھا نہیں لگتا؛ مگر یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ موصوف سب کو اپنی طرح ہی ذی علم سمجھتے ہیں تب ہی تو انہوں نے عربی اقتباس دیے اور اُن کا ترجمہ نہیں کیا۔ میں نہایت عاجزی سے عرض کرتا ہوں کہ مَیں عربی بالکل نہیں جانتا۔ ویسے بھی مجھے آتا ہی کیا ہے بس اردو شعر و ادب کا طالب علم رہا ہوں۔ ایک ماہ کے قریب فارسی پڑھی تھی تو کام چلاؤ آ گئی تھی۔ اب اُس سے کام نہیں پڑتا تو دھیرے دھیرے بھولتا جا رہا ہوں۔ جو کچھ تھوڑی بہت تعلیم ہے وہ اسکول کالج میں ہوئی ہے۔ مدرسے میں ایک دن نہیں پڑھا۔ عربی سیکھنے کی تین بار الگ الگ طریقوں سے کوشش کی؛ مگر ناکام رہا۔ اس محرومی پر کُڑھتا رہتا ہوں۔ سوئے اتفاق کسی ایسے شخص تک بھی میری رسائی نہیں ہو سکی جس سے ان عربی عبارتوں کا ترجمہ کرالیتا۔ اس لیے یہ عبارتیں سر سے گذر گئیں۔

ہاں! اتنا ضرور معلوم ہو گیا کہ خورشید صاحب عربی زبان کی فضیلت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے معاف فرمائیں کہ مجھے بھی اس سے انکار نہیں ہے۔ جس زبان میں قرآن مجید ہو اور احادیثِ نبوی ﷺ کے ذخائر ہوں اُس کی فضیلت میں شک کیسے کیا جا سکتا ہے۔ قرآن کریم کی وجہ سے یہ زبان اتنی طویل مدت سے زندہ ہے کہ تاریخ لسانیات کے مطالعے سے کسی دوسری زبان کو اتنی طویل عمر ملنے کا ثبوت نہیں ملتا۔ مگر مَیں کسی زبان کو ذلیل نہیں سمجھتا۔ فارسی کو فضیلت حاصل نہ ہو مگر مثنوی معنوی اور فتاوائے عالمگیری کی وجہ سے اُس کو بھی تھوڑی بہت عزت تو دینی ہی ہوگی۔ اردو بھی فتاوائے رضویہ اور حدائق بخشش کی زبان ہے۔ ہر چند کے فارسی کو آتش کدوں اور اردو کو صنم کدوں کا ماحول ملا، مگر اس میں اُن زبانوں کا کیا قصور۔ عربی کے بارے میں جو ریمارک میرے قلم سے نکل گیا وہ جواب آں غزل تھا۔ ہو سکتا ہے وہ غلط ہو۔

میں عربی نہیں جانتا؛ اس لیے عربی زبان و ادب کی تاریخ بھی نہیں پڑھی۔ ماہرین لسانیات کی لکھی ہوئی کتابوں سے مجھے یہ معلوم ہوا تھا کہ عربی عبرانی سے نکلی ہے۔ اس لیے یہ بات لکھ دی تھی۔ اگر لسانیات کے محققین کی یہ تحقیق غلط یا مبنی بر نفسانیت ہے تو مَیں اس سے بے زاری کا اظہار کرتا ہوں اور اپنے قول سے توبہ کرتا ہوں۔ اللہ رب العزت معاف فرمائے۔ آمین۔ (واضح ہو کہ اس سے میرے موقف پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔)

جناب خورشید احمد سعیدی نے یہ بات بڑے پتے کی اور دل لگتی کہی کہ وحی الٰہی جس رسم الخط میں لکھی جاتی

تھی اُس پر حضور رحمت عالم ﷺ راضی تھے۔ اس سے بھلا کسی کو کیسے اختلاف ہو سکتا ہے۔ ہاں ذہن میں کچھ سوال ضرور اُبھرتے ہیں۔

سعودی عرب سے کم از کم دو طرح کے قرآن مجید شائع ہوتے ہیں۔ پہلا وہ جس کو اُردو یہ کہتے ہیں اور جس کے نسخے ہند و پاک وغیرہ کے حجاج کو دیے جاتے ہیں۔ دوسرا عرب ممالک کے حجاج کے لیے ہوتا ہے۔ مؤخر الذکر میں حرف ہمزہ کی اتنی بھرمار ہوتی ہے کہ برصغیر سے جانے والا پہلی بار دیکھ کر حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ ہر متحرک الف پر ہمزہ لگا ہوتا ہے۔ تو کیا اس بارے میں تحقیق کی ضرورت نہیں ہے کہ کون سا نسخہ قرآن مطابق اصل ہے اور کون سا محرف۔

اردو میں ہم سبحان، رحمان وغیرہ اسما کو الف کے ساتھ لکھتے ہیں؛ جبکہ قرآن کریم میں ان کا املا سبحٰن اور رحمٰن ہے۔ یہ بھی تحریف ہوئی۔ مولٰینا کو مولانا لکھنا بھی تحریف کے ذیل میں آئے گا۔ اردو کی تمام لغات میں "رویا" بمعنی خواب واؤ کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ "رُءیا" ہے۔ عام اردو داں اس کو پڑھ ہی نہیں سکے گا۔ عربی لفظ "حرج" اردو میں "ہرج" بھی لکھا جاتا ہے اور مستند لغات میں موجود ہے۔ کوئی اس پر بھی معترض نہیں ہوتا۔ ایک مولوی صاحب نے ایک جگہ "غوث الاعظم" لکھا دیکھا تو اُس کو غلط بتایا۔ وجہ یہ بتائی کہ عربی میں صفت اور موصوف ایک ہی حال پر ہوتے ہیں۔ اُن کی نظر میں صحیح "الغوث الاعظم" ہے۔ غرض ایسے نہ جانے کتنے الفاظ ہیں اردو میں جن کا املا بدل گیا ہے۔

اور آگے بڑھیے تو قرآن کریم میں اسما کے شروع میں یا تو الف لام ہوتا ہے یا آخر میں تنوین جیسے "القرآن" یا "قرآنٌ" وغیرہ مگر اردو میں کوئی اس طرح نہیں لکھتا۔ سعیدی صاحب بھی نہیں۔ جو اس طرح لکھے گا تضحیک کا نشانہ بنے گا۔ کیا اردو میں اس طرح لکھنا درست ہوگا؟

"قرآنٌ الفصاحت اور البلاغت کا مخزنٌ ہے۔"

(عربی نہ جاننے کی وجہ سے ہو سکتا ہے جس لفظ پر تنوین آنی چاہیے تھی اُس کے شروع میں الف لام داخل ہو گیا اور جس لفظ کے شروع میں الف لام آنا چاہیے تھا اُس پر تنوین لگ گئی ہو۔ اس غلطی کے لیے معذرت خواہ ہوں۔)

اگر اس طرح لکھنا ہی درست ہے تو پھر اسی طریقے کو رواج دینا چاہیے۔ فی زمانہ تو کوئی اس طرح لکھتا نہیں۔ اگر کسی لفظ کے آخر میں ہمزہ کا نہ لکھنا رسم الخط میں تحریف ہے تو الف لام اور تنوین کا ترک کرنا بھی تحریف ہی ہے۔

خورشید صاحب پاکستان میں رہتے ہیں۔ اس لیے شاید ہمارے ملک بھارت کی قومی زبان ہندی سے واقف نہ ہوں۔ جو ناگری رسم الخط میں لکھی جاتی ہے؛ لیکن شعبۂ تقابلِ ادیان سے وابستہ ہیں اس لیے یہ امید بھی ہے کہ تھوڑی بہت ہندی سیکھ لی ہوگی۔ اس زبان کے حامیوں کا کہنا ہے کہ ہندی میں جو لکھا جاتا ہے وہی پڑھا جاتا ہے خواہ کوئی کتنا ہی کم پڑھا لکھا ہو اس کے پڑھنے میں غلطی نہیں کر سکتا۔ جبکہ اردو میں کچھ کا کچھ بھی پڑھ لیا جاتا ہے، وہ لوگ مثالیں تو بہت دیتے ہیں مگر ایک مثال ابن صفی کے ایک کردار عمران کے مکالمے سے یہاں دی جاتی ہے، اس نے کسی سے کہا تھا۔

"تمہاری یاد تو دم کے ساتھ رہتی ہے۔"

اس جملے کی دال کو اس نے مضموم پڑھا یعنی "دُم" جملہ مضحکہ خیز ہو گیا۔

ناگری رسم الخط میں کوئی متحرک حرف ایسا نہیں ہوتا جس پر اعراب (بہ شکل ماترا) نہ لگتے ہوں۔ اس لیے اس کو پڑھنے میں غلطی کا امکان کم رہتا ہے۔ اردو میں اعراب کا چلن بہت ہی کم ہے۔ ہم لوگ بغیر اعراب کے پڑھنے کے عادی ہیں۔ مگر اصولی بات یہ ہے کہ جس لفظ کے تلفظ میں غلطی کا امکان ہو اس پر ضروری اعراب ضرور لگانے چاہئیں۔ ''شہدا'' کو جب بغیر اعراب کے لکھا جائے گا تو کوئی کم سواد اس کو کسی طرح بھی پڑھ سکتا ہے۔ اگر ''ہا'' پر فتحہ ہوتا تو اس کو غلط کیوں پڑھا جاتا اور بغیر ہمزہ کے بھی یہ 'شہید' کی جمع ہی رہتا۔ یہ قاری کی نہیں، کاتب یا کمپوزر کی غلطی ہے۔ 'شہداءِ کرام' کے بجائے ''شہدائے کرام'' لکھنا چاہیے۔ یوں ہی درست ہے۔

خورشید صاحب تحریر فرماتے ہیں: ''وجہ اور دلیل یہ بتائی گئی ہے کہ ہمزہ آخر تلفظ میں نہیں آتا۔ ہمزے کا تلفظ میں نہ آنا ہمزے کے اختیار میں ہے یا قارئین کے اختیار میں؟''

میں عرض کروں کہ زبان کا دھارا کسی کی کوشش سے اپنی راہ نہیں بدلتا۔ چند حضرات یا قارئین اگر ہمزہ کا تلفظ کریں بھی تو اس سے وہ تلفظ اردو کا نہیں ہو جائے گا؛ بلکہ عربی کا ہی رہے گا۔ ہاں اس وقت ذہن میں ایک سوال نے اور سر اُبھارا کہ حرف ''ہمزہ'' کو خورشید بھائی نے دوبار ''ہمزے'' لکھ کر کہیں اس لفظ کا مُثلہ تو نہیں کر دیا۔

○ محمد صادق رضا مصباحی، شعبۂ تصنیف و تالیف، المجمع الاسلامی، مبارک پور، یوپی

اپریل تا جون ۲۰۰۶ کا شمارہ جنت نگاہ بنا۔ حسب روایت سرورق پر امام احمد رضا کے حوالہ سے خواجہ حسن نظامی کے ریمارکس ملاحظہ کیے۔ کاش نظامی صاحب کے پیروکار اُن کے اس مذہب فکر سے وابستہ ہو جائیں تو امام احمد رضا کے خلاف پھیلائی گئیں غلط فہمیاں ہمیشہ کے لیے دفن ہو جائیں۔ نظامی صاحب کا یہ اقتباس تو ہم نے پڑھ لیا لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا کہ یہ کہاں سے ماخوذ ہے۔ اس سے پہلے بھی سرورق کے اقتباسات کا شاید حوالہ نہیں دیا گیا۔ ہم زبیر قادری صاحب سے عرض کرتے ہیں کہ آپ ماخذ کی نشان دہی ضرور فرما دیا کریں۔ مولانا سعید اعجاز صاحب کی منقبت سے حظ اندوز ہوا۔ موصوف نے اپنی عقیدت کو جو شعری پیرہن عطا کیا ہے وہ لائقِ تعریف بھی ہے اور حقیقت کی عکاس بھی۔

اس شمارہ میں زبیر قادری صاحب کا اداریہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے آپ کے پیش کیے گئے نظریات سے میں صد فی صد اتفاق کرتا ہوں۔ اتنا اچھا اداریہ لکھنے پر آپ بلاشبہ تہنیت کے مستحق ہیں۔ البتہ دو تین مقامات پر کچھ تراکیب کی خامیاں در آئی ہیں۔ اخیر سطور میں زبیر صاحب رقم طراز ہیں ''غیر مسلموں میں اسلام پھیلانے سے کہیں آسان کام مسلمان کو ''مسلمان'' بنائے رکھنا ہے۔'' ویسے تو ہم ارباب علم و دانش کے ایوان میں قطعاً بیٹھنے کے لائق نہیں اور نہ ہی ''مفید مشوروں'' کے اہل ہیں لیکن اپنی ناقص رائے سے آگاہ ضرور کر سکتے ہیں کہ مسلمانوں کے موجودہ حالات کے تناظر میں مسلمانوں کو مسلمان بنائے رکھنا آسان کام نہیں ہے۔ دھیرے دھیرے یہ مشکل ترین ثابت ہوتا جا رہا ہے، بلکہ اب بہت مشکل ہو رہا ہے۔ عوام کا کیا رونا بعض اصحاب علم و فضل بھی دنیا داری میں گلے گلے تک ڈوبے ہوئے ہیں۔ اگر ہمارے اس نظریے پر طعن و تشنیع کے پیکان نہ برسائے جائیں تو بے تکلف ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ عصرِ رواں میں مذہب اسلام کو بے لگام علما، قائدین اور مذہبی طبقے کی غلط روش سے بے انتہا نقصانات پہنچے ہیں اور آج بھی اس کا سلسلہ تھا نہیں ہے۔ یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ اسلام کو ہر دور میں غیروں سے زیادہ اپنوں سے نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ شاید اس موقع کے لیے کسی شاعر نے کہا ہے:

کچھ مکاں اپنے چراغوں سے بھی جل جاتے ہیں ÷ کیا ضروری ہے کہ ہر گھر کو جلائے دشمن

سر دست میری نظر میں اسلام کا فکری و عملی دفاع کرنے کے لیے دو چیزیں ناگزیر ہیں۔ تصوف اور مشروط جدیدیت، یعنی قدیم صالح اور جدید نافع۔ اتفاق سے دعوت و تبلیغ کی بساط پر آج اکثر وہی لوگ براجمان ہیں جو ان دونوں بنیادی چیزوں سے محروم ہیں۔ آج حالات ایسے بن چکے ہیں کہ مسلمان بھی شریعت کے احکام اپنی عقل کی میزان پر تولتے ہیں۔ اس لیے اگر معاشرہ کو صالح مزاج بنانا ہے، ہر طرف سے مغربی تہذیب کو گھیر گھیر کر اس کا جینا حرام کرنا ہے اور لوگوں کے ذہنوں میں اسلام کے سلسلہ میں پنپ رہی غلط فہمیوں کو بھگانا ہے تو ایسے حضرات کو تبلیغ و دعوت کی شمع روشن کرنی ہوگی، جو دینی اور عصری دونوں تعلیم سے لیس ہوں اور کردار و عمل کی شفافیت اس پر مستزاد۔ بلفظ دیگر یوں کہہ لیجیے کہ ان کی زندگی کے دامن پر تصوف کا نہایت گہرا رنگ چڑھا ہوا ہو اور وہ اسلام کا پیغام پہنچانے میں عقلی دلائل کا سہارا لیں۔ اگر میری ان گزارشات کو عمل کا لباس پہنا دیا گیا تو اسلامی فکر و عقیدے کا دائرہ وسیع ہوتے دیر نہیں لگے گی اور مسلم معاشرہ میں صالح انقلاب کی دھمک ہم ماتھے کی نگاہوں سے دیکھیں گے۔

جناب خلیل احمد رانا صاحب افکار رضا کے تقریباً ہر دستر خوان پر اپنی موجودگی کا احساس کراتے ہیں اور متنوع موضوعات سے قارئین کی ضیافت کا سامان کرتے ہیں۔ اس مرتبہ وہ امام احمد رضا بریلوی کی کسی کتاب سے ماخوذ ''درود شریف کے متعلق ایک نفیس نکتہ'' لے کر حاضر ہوئے ہیں۔ ان کی اس ''ترتیب'' کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر رانا صاحب مشکل اور ادق الفاظ کی تشریح بھی فرما دیتے تو اس ''پیش کش'' کی وقعت میں چار چاند لگ جاتے۔

''افکار رضا'' کے حلقے میں خورشید احمد سعیدی صاحب اب کسی تعارف کے محتاج نہیں رہے، وہ افکار رضا کی بزم میں شرکت کرنے والوں کی ''تلاشی'' لیتے ہیں۔ اس بار انھوں نے ''فتاویٰ رضویہ (جدید)'' کی بھی تلاشی لے ڈالی۔ ان کی فہرستِ اغلاط سے ہم ایک لمحہ کے لیے یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ یہ ''افکار رضا'' پر تبصرہ ہے یا فتاویٰ رضویہ پر۔ میں اسے ہرگز ''افکار رضا کے صفحات کا ضیاع'' قرار نہیں دوں گا لیکن یہ کہے بغیر ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھوں گا کہ سعیدی صاحب نے افکار رضا کے مضمون نگاروں کی طرح ایک دو کمپوزنگ کی خامیوں کو رضا فاؤنڈیشن لاہور کے اراکین کے سر منڈھنے کی کوشش کی ہے۔ بہر حال ''فتاویٰ رضویہ (جدید) سے استفادہ'' کرنے والوں کے لیے یہ مضمون پڑھنا ناگزیر ہے اور رضا فاؤنڈیشن کو اس کی تصحیح بھی لازمی، غلطیوں کی نشاندہی کے حوالہ سے یہ مضمون بڑا وقیع ہے، اس کی قدر کی جانی چاہیے۔ اس کے لیے سعیدی صاحب ہم سب کے شکریے کے مستحق ہیں۔

''محفل نعت میں حاضری کے آداب'' کے سلسلہ میں مولانا شہزاد مجددی کا مضمون وقت کی ضرورت ہے۔ ایسے مضامین کو زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے۔ ویسے تو یہ مضمون ماہ نامہ ''سوئے حجاز'' لاہور میں چھپ چکا ہے لیکن زبیر قادری صاحب نے وقت کی ضرورت کے پیش نظر اسے دوبارہ افکار رضا کی مجلس میں شرکت کی اجازت دی ہے۔ یہ مضمون مجددی صاحب کی اچھی کاوش ہے لیکن کہیں کہیں انھوں نے حوالہ مکمل نہیں دیا ہے اس کا التزام کرنا چاہیے۔

اس بار علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ کا خطاب ''وسیلہ قرب الٰہی'' کے عنوان سے شامل اشاعت ہے۔ یہ تین لوگوں کے مشترکہ تعاون سے قارئین کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے اس میں بھی رانا صاحب شامل ہیں۔ کاظمی صاحب کی تقریروں کے بارے کیا کہنا، ان کی تقریریں تو بڑی معلوماتی ہوتی ہیں اور عوام کے ذہن سے بہت

قریب۔ عقلی دلائل سے اس قدر لیس ہوتی ہیں کہ اعتراضات اور غلط فہمیوں کی ہوائیاں اڑنے لگتی ہیں اور وہ سرپٹ دوڑنے ہی میں عافیت محسوس کرتے ہیں۔ افادیت، اہمیت اور مقصدیت کے آمیزے سے تیار ان تقریروں کا جام اگر عوام الناس پی جائیں تو کبھی بھی بے جا اعتراضات اور غلط فہمیاں ان کے قریب نہ بھٹکنے پائیں۔ رانا صاحب سے ہم گزارش کرتے ہیں کہ کاظمی صاحب کی ایسی تقریروں کو افکار رضا میں اشاعت پذیر ہونے کے ساتھ ساتھ کتابی شکل میں بھی شائع فرمادیں۔ اس سے ایک بہت بڑا طبقہ مستفید ہوسکے گا۔

"تعلیم و تعلم اور امام احمد رضا" کے عنوان پر غلام مصطفیٰ قادری مالیگاؤں کا مضمون ہے۔ غلام مصطفیٰ قادری صاحب خوب لکھتے ہیں اور لکھاڑ قسم کے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ ان کی دو تین کتابیں بھی زیور طبع سے آراستہ ہوچکی ہیں۔ ان کا یہ مضمون ہمیں پسند آیا اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ البتہ ایک دو جگہوں پر ہماری "تنقیدی نظر" ٹھہر گئی، لکھتے ہیں ...... "جب کہ علوم وفنون کا یہ مرجع نہ تو کسی کالج و یونی ورسٹی میں پڑھا نہ کسی ماہر فن کے حضور زانوے تلمذ تہ کیا۔" حالانکہ صحیح جملہ یوں ہے۔ "جب کہ علوم وفنون کے اس مرجع نے نہ تو کسی کالج اور یونی ورسٹی میں پڑھا نہ ......" اب تک تو ہم زانوے تلمذ کی ترکیب سے ہی آشنا تھے اس لیے "زانے تلمذ" کی ترکیب ہم کو بڑی عجیب لگی۔ صفحہ ۴۰ پر ایک جگہ لفظ "ناروان" کا استعمال محل غور ہے۔ میرے خیال سے 'ناروا' زیادہ صحیح ہے۔ مضمون کے آخری پیراگراف میں تحریر ہے "جہاں چکا چوند دکھائی دیا......" یہاں دکھائی دی صحیح ہے۔

اسے حسن اتفاق کہیے کہ ایک دوسرے غلام مصطفیٰ صاحب بھی 'افکار رضا" کی محفل میں حاضر خدمت ہیں۔ ان کے نام کے ساتھ بھی قادری کا لاحقہ موجود ہے۔ ان دونوں میں کچھ مشترکہ خصوصیات ہم نے ڈھونڈ نکالی ہیں۔ دو تین کتابوں کی اشاعت سے یہ بھی اپنی کلاہ افتخار میں چار چاند لگا چکے ہیں۔ رسائل وجرائد کی بالکنی میں اپنا نام آویزاں کرنے کا انھیں بڑا شوق ہے اور نئے نئے عناوین پر اپنا سمند قلم دوڑانا یہ خوب جانتے ہیں۔ زیر نظر مضمون "مفتی اعظم ہند کا شہر محبت: مدینہ منورہ" بھی ایک نئے عنوان پر لکھا گیا ہے۔ یہ مضمون انھوں نے بڑی محنت سے لکھا ہے لیکن ان کا رہوار قلم کہیں کہیں چلتے چلتے پھسل بھی گیا ہے۔ ۵۹ پر ایک شعر میں "سنگ در جانانہ" کو "سنگ در جاناناں" لکھ دیا ہے اور ایک شعر میں "زاھد" کی جگہ "زائد" ممکن ہے کہ یہ حضرت کمپوزر کی کرم فرمائی ہو۔ ص ۶۰ پر ۱۳ اشعار کو امام احمد رضا کے کلام میں شمار کرنے کی شعوری کوشش کی گئی ہے حالانکہ یہ تینوں اشعار حضور مفتی اعظم ہند کے ہیں۔ بڑی ناانصافی ہوگی اگر میں ایک "قادری" کے ساتھ دوسرے "قادری" کے لیے بھی "زور قلم میں زیادتی" کی دعا نہ کروں۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ دونوں قادری صاحبان اپنے تخلیقی و نگارشاتی سفر سے تھک کر نہیں بیٹھیں گے۔

یہ شاید پہلا موقع ہے کہ "کنزالایمان کا لسانی جائزہ" کی تکمیل کے بعد ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب ایک عمدہ تحقیقی مضمون لے کر "افکار رضا" کے اسٹیج پر تشریف لائے ہیں۔ مذہبی اور ادبی حلقوں میں ڈاکٹر صاحب بڑی دور سے پہچانے جاسکتے ہیں۔ "مولانا فضل حق خیرآبادی اور ۱۸۵۷ء کا فتواے جہاد" کے حوالے سے ان کی یہ تحقیق بڑی قابل قدر ہے۔ مولانا امتیاز علی خاں عرشی اور مالک رام کا ڈاکٹر موصوف نے جس طرح سے تعاقب فرمایا ہے اس سے ان دونوں کا عصبیت زدہ چہرہ واضح طور پر سامنے آگیا ہے۔ مقامِ حیرت ہے کہ علامہ فضلِ حق خیرآبادی کی جنگ آزادی میں جن کی خدمات چڑھتے سورج کی طرح روشن ہیں آج ملک میں بیسیوں 'امتیاز علی خاں عرشی' اور

'مالک رام' ہیں جو ان کی مجاھدانہ خدمات پر عصبیت اور جانب داری کا غبار ڈالنے کی کوشش کررہے ہیں۔ لیکن بھلا ہو ڈاکٹر صاحب کا انھوں نے اس غبار کو اپنے تنقیدی قلم کی نوک سے کھرچ کھرچ کر علامہ کی خدمات و مساعی کو حقیقت و واقفیت سے ہم آئینہ کیا ہے۔ میری کیا بساط کہ میں ڈاکٹر صاحب کی تحریر میں تنقیدی نگاہ پھیروں لیکن میں تبصرہ نگاری کا خون نہیں کرنا چاہتا۔ اپنے مضمون کے پہلے ہی صفحہ پر ڈاکٹر صاحب نے علامہ فضل حق خیر آبادی کی کتاب ''الثورۃ الھندیہ'' (باغیٔ ہندوستان) کو مولانا عبدالشاھد خاں شیروانی کی کتاب بتایا ہے حالانکہ شیروانی صاحب کے بارے میں بس اتنا ہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ اس کتاب کے مرتب ہیں۔

محمد شریف رضا عطاری صاحب نے ''انٹرنیٹ اور مسلک اہل سنت و جماعت کی نشر و اشاعت'' کے موضوع پر بڑا اچھا مضمون لکھا ہے۔ پہلے انھوں نے انٹرنیٹ اور ویب سائٹ کا مختصر تعارف کرایا ہے پھر انٹرنیٹ پر مسلکِ اہل سنت کی نشر و اشاعت کے سلسلہ میں موصوف نے چند اہم نکات کی نشاندہی بھی فرمائی ہے اور سب سے اہم کام انھوں نے یہ کیا ہے کہ اہل سنت کی متعدد سائٹس کا تعارف کرایا ہے ان ''سائٹس'' پر اسلام کا مطالعہ کرنے والوں کے لیے یہ ایک اہم تحفہ ہے۔ ہمارے مذہبی حریفوں کے مقابلے میں یہ سائٹس نہایت کم ہیں لیکن جو بھی ہیں غنیمت ہیں۔ مزید سائٹس کو منظرِ عام پر لاکر اسلام کا پیغام دنیا کے ہر ذہن تک پہنچانا وقت کا جبری تقاضا ہے۔ شریف رضا صاحب سے امید ہے کہ وہ اس نوع کے مضامین لکھ کر قارئین کی معلومات میں اضافہ کرتے رہیں گے لیکن اس سے پہلے اپنے متذکرہ مضمون میں ایک مقام پر ''نیز'' کے ساتھ ''بھی'' کے استعمال پر نظر ثانی ضرور فرمالیں۔

زبیر قادری صاحب جب بھی پاکستان تشریف لے جاتے ہیں تو واپسی پر ایک عدد سفر نامہ ضرور تحریر کرتے ہیں پھر اپنے قارئین کو اس کے استفادے سے محروم بھی نہیں کرتے۔ پچھلے دو تین سفر ناموں کی بنسبت یہ سفر نامہ ہمیں پسند آیا۔ زبیر قادری صاحب نے اس میں پچھلے سفر ناموں کا کفارہ ادا کردیا ہے۔ زبیر صاحب یقین جانیے اس قسط کو پڑھنے کے بعد اگلی قسط کے انتظار کا گراف بڑھتا جارہا ہے۔ اس سفر کو ایک سال مکمل ہوچکا ہے ۲۶ر رجب المرجب ۱۴۲۶ھ کو زبیر صاحب کیو ٹی وی کے اسٹوڈیو میں تشریف لے گئے تھے۔ ان کی یہ قسط اکثر وہیں کے حالات کا احاطہ کرتی ہے۔ کیو ٹی وی کے پلیٹ فارم سے میوزک نما ذکر کے ساتھ گھر گھر میں نعت رسول مقبول ﷺ کا اُجالا پھیلانے والے نعت خوانوں کے سلسلہ میں آپ کی یہ تحریر صرف تصویر کا ایک رخ پیش کرتی ہے۔ نعت جیسی مقدس چیز کے ساتھ میوزک کے استعمال کو بلاشبہ پسند نہیں کیا جاسکتا اور بعض قابل گرفت کاموں کو تو بہر حال بند کیا جانا چاہیے۔ کیو ٹی وی کے ان نعت کے پروگراموں سے نئی نسلوں میں نعت سننے سنانے کے جذبات پروان چڑھ رہے ہیں اور فواید کا دائرہ بھی وسعت اختیار کرتا جارہا ہے۔ گو اس پروگرام سے شرعی آبگینہ پر ہلکی سی خراش بھی آرہی ہے۔ آپ اسے چاہیں فتنے سے موسوم کریں یا کچھ اور کہیں، اب اسے روک پانا نہایت مشکل ہے۔ مبارک پور سے بریلی تک کئی مفتیان کرام اس کے خلاف اپنی رائے ظاہر فرما چکے ہیں، اب دیکھیے کیا ہوتا ہے۔

''رضا نامے'' کے کالم میں خورشید احمد سعیدی صاحب کے ساتھ اس مرتبہ تین نئے چہرے اور ہیں جو اپنے اپنے تنقیدی تبصرے لے کر حاضر ہوئے ہیں۔ ان میں ایک تو یہی غریب صادق رضا مصباحی ہے اور دو جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے طالب علم۔ یہ وقت میرے لیے بڑی آزمائش کا ہے کہ میں اپنے تبصرہ کو تنقید کے راستے سے گزار کر

اپنی غیر جانب داری کا بھرم رکھوں یا خود کو جانب دار کہلوانے پر تیار ہو جاؤں۔ اس سے پہلے کہ سعیدی صاحب اپنے تنقید کی تلوار سے میری اس تحریر کا گلا کاٹیں یہ اقرار کر لینے ہی میں اپنی عافیت محسوس کرتا ہوں کہ ایک جگہ میں نے ''ایما'' کو مؤنث استعمال کیا ہے، حالانکہ یہ مذکر ہے۔

دوسرا چہرہ قطب الدین رضا صاحب کا ہے۔ موصوف نے (اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۵ء) کے شمارہ پر ۴ صفحات میں تبصرہ کیا ہے ان کا تبصرہ ہمیں پسند آیا۔ ان کے دوست ساجد رضا صاحب کا بھی (جنوری تا مارچ ۲۰۰۶ء) کے شمارے پر تبصرہ زینت شمارہ ہے۔ ان کا بھی تبصرہ ہم نے پسندیدگی کی نگاہ سے پڑھا۔ یہ دونوں حضرات بساطِ صحافت پر تازہ وارد ہوئے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ یہ تازہ واردانِ تحریر صحافت کی شمع فروزاں رکھنے میں جدوجہد کرتے رہیں گے۔

اس مرتبہ خورشید احمد سعیدی صاحب کا تبصرہ خاصا طویل ہو گیا۔ اس تبصرہ میں سعیدی صاحب نے اپنے موقف کی حمایت میں ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب کو مطمئن کرنے کے لیے پورا زورِ قلم صرف کر دیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے علما وغیرہ کے ہمزہ کے سلسلہ میں آستین چڑھا کر میدان میں کود پڑے ہیں اور ہمزہ کی حمایت کرنے والوں سے دو دو ہاتھ کرنے کو تیار ہیں۔ مناہل العرفان کا حوالہ تسلیم کرنے میں کسے انکار ہو سکتا ہے لیکن ہم سعیدی صاحب سے صرف ایک بات پوچھنا چاہتے ہیں کہ وہ اردو کو مستقل زبان کی حیثیت سے مانتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں مانتے تو سرے سے اردو کے وجود ہی کا انکار کر دیجیے اور اگر مانتے ہیں تو پھر اردو کے بڑے بڑے نامور محققین مستندین کے نظریات پر خطِ تنسیخ کھینچ کر اپنی ''نئی تحقیق'' کی بزم کیوں سجائی جا رہی ہے؟ یہ بتانے کی قطعاً ضرورت نہیں کہ اردو نے متعدد زبانوں کے باغات سے پھول چنے ہیں۔ اس کے اکثر و بیشتر الفاظ ایسے ہیں جب وہ دوسری زبان کا حصہ تھے تو ان کے معنی اور املا دونوں دوسرے تھے۔ لیکن جب وہ اردو کے دامن میں آ گئے تو ان کا املا بھی بدل گیا اور معنی بھی۔ سعیدی صاحب اگر ہلکی سی توجہ فرمالیں تو وہ اپنی گفتگو میں ایسے بہت سے الفاظ یقیناً استعمال کرتے ہوں گے جن کا املا اور معنی اپنے اصلی معنی اور املا سے بالکل مختلف ہے لیکن ان اٹل حقائق کے باوصف سعیدی صاحب کا ایسے الفاظ کے سلسلہ میں ''اصلی معنوں میں استعمال کرنے'' (ص ۱۰۷، س ۲۴) کا نظریہ پیش کرنا حقائق کی گردن پر چھری رکھنا نہیں تو اور کیا ہے؟ ہو سکتا ہے کہ سعیدی صاحب اس غریب کم علم کی اس گفتگو کو ''ایک دیوانے کی بڑ'' سے زیادہ درجہ نہ دیں اس لیے اپنی گفتگو کو باوزن بنانے کے لیے ہم اردو کے معتمدین و مستندین آرا پیش کرتے ہیں۔

مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

''لفظ خواہ کسی قوم و ملک کے ہوں، مگر جب وہ دوسری قوم اور ملک کی زبان میں چلے جاتے ہیں تو ان کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جو پیدا کہیں ہوئے ہوں، لیکن جب کسی دوسرے ملک کی رعایا بن جاتے ہیں تو اس دوسرے ملک کے قاعدے اور قانون ان پر چلا کرتے ہیں، اس وقت یہ نہیں دیکھا جاتا کہ ان کی پیدائش کہاں کی ہے اور یہ پہلے کس کی رعایا تھے۔'' (نقوشِ سلیمانی ص ۲۳۲، بحوالہ زبان اور قواعد، ص ۱۳ مصنفہ رشید حسن خاں، مطبوعہ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، دہلی)

زبان کی منتقلی کے سلسلہ میں مولانا الطاف حسین حالی لکھتے ہیں:

''لیکن فی الحقیقت یہ ایک غلطی ہے جو اکثر ہمارے عربی دانوں کو علمِ لسان کی ناواقفیت سے پیش

آتی ہے ان کو یہ معلوم نہیں کہ ایک زبان کے الفاظ دوسری زبان میں منتقل ہو کر کبھی اپنی اصل صورت پر قائم نہیں رہ سکتے، الا ماشاء اللہ۔" (مقدمہ: شعر و شاعری، اشاعت اوّل، ص ۱۰۸، ۱۱۲ بحوالہ مذکور)

ایک مقام پر یوں رقم طراز ہیں:

"...... بات یہ ہے کہ ایسے لفظوں کو جو عربی یا فارسی یا انگریزی سے اردو میں لیے گئے ہیں اور اصل وضع کے خلاف عموماً مستعمل ہوتے ہیں، یہ سمجھنا ہی غلطی ہے کہ وہ موجودہ صورت میں عربی یا فارسی یا انگریزی کے الفاظ ہیں نہیں، بلکہ ان کو اردو کے الفاظ سمجھنا چاہیے، جو اصل کے لحاظ سے عربی یا فارسی یا انگریزی سے ماخوذ ہیں ، ایسے لفظوں کو غلط سمجھ کر ترک کرنا اور ان کو اصل کے موافق استعمال کرنے پر مجبور کرنا، بعینہ ایسی بات ہے کہ "لال ٹین" کے بولنے سے لوگوں کو منع کیا جائے اور "لینٹرن" بولنے پر مجبور کیا جائے "یا گھڑا" بولنے سے روکا جائے اور "گھٹا" بولنے کی تاکید کی جائے۔" (ایضاً ص ۱۴)

سید انشا صاحب کی سنیے:

"جاننا چاہیے کہ جو لفظ اردو میں آیا، وہ اردو ہو گیا، خواہ وہ لفظ عربی ہو یا فارسی، ترکی ہو یا سریانی، پنجابی ہو یا پوربی، اصل کی رو سے غلط ہو یا صحیح، وہ لفظ 'اردو کا لفظ ہے۔ اگر اصل کے موافق مستعمل ہے تو بھی صحیح اور اگر اصل کے خلاف ہے تو بھی صحیح، اس کی صحت اور غلطی، اس کے اردو میں رواج پکڑنے پر منحصر ہے، کیونکہ جو چیز اردو کے خلاف ہے وہ غلط ہے گو اصل میں صحیح ہو، اور جو اردو کے موافق ہے وہی صحیح ہے خواہ اصل میں صحیح نہ بھی ہو۔" (ترجمہ: دریائے لطافت ۳۵۳ بحوالہ مذکورہ ص ۱۵)

اگر بار خاطر نہ ہو تو بابائے اردو مولوی عبدالحق کی بھی سُن لیجیے:

"......اور غیر زبان کے جن الفاظ نے منجھ منجھا کر یا گھس پس کر یا اختلاف لہجہ یا دوسرے اسباب سے ایک خاص صورت اختیار کر لی ہے، وہ اب اردو کے لفظ ہو گئے ہیں۔ انھیں اصل زبان سے کچھ تعلق نہیں رہا، مگر جو حضرات ابھی تک ان عربی و فارسی الفاظ کو، جو اردو میں مستعمل ہیں، اصلی صورت میں لکھنا اور بولنا صحیح اور فصیح سمجھتے ہیں اور اس کے خلاف غلط اور غیر فصیح، تو گویا وہ ابھی اردو زبان کو زبان ہی نہیں سمجھتے ۔ اسی اصول کو اگر مدنظر رکھا جائے اور ہر اردو لفظ کو اس کی اصلی صورت میں (یعنی جس زبان سے وہ آیا ہے) لکھنا اور بولنا شروع کریں تو اردو زبان کوئی زبان ہی نہ رہے گی ..... اردو زبان مستقل زبان اسی وقت ہوگی جب وہ ان زبانوں کے لفظ لے کر انھیں اپنا کر لے اور جہاں وہ اپنے ہوئے، ان کی شکل و صورت، وضع قطع، رنگ ڈھنگ میں ضرور فرق آئے گا، مگر ہم میں سے بعض نازک دماغ، دقیق نظر حضرات کو ان غیر ملکیوں کی یہ بے تکلفی ہرگز نہیں بھاتی، وہ انھیں اپنا بنانا نہیں چاہتے، بلکہ انھیں ڈھکیل ڈھکیل کر اپنے حدود سے باہر نکالنا چاہتے ہیں۔" (مقدمہ ترجمہ دریائے لطافت ص: ز، ط بحوالہ مذکورہ ص ۱۵، ۱۶)

وادیِ تحقیق کی سیر کرتے کرتے ایک جگہ ان کا رہوار قلم بہک گیا ہے۔ دراصل ہمزہ کی مخالفت کا اس درجہ ان پر خمار سوار تھا کہ ان کو پتا ہی نہیں چلا کہ ان کا سمند قلم کہاں آ پہنچا ہے۔ افکار رضا کے ایک شمارہ کا حوالہ دیتے

ہوئے لکھتے ہیں: ''اس سطر میں ''شہدا کرام'' کی ترکیب میں موجود قرآنی لفظ ''شہداء'' کو ہمزے کے بغیر لکھ دیا گیا ہے۔ فیروز اللغات اردو جامع میں ''شہداء'' کے یہ معنی لکھے ہیں (۱) لچا، بدماش، غنڈہ (۲) غریب، مسکین، اب خود ہی غور فرمالیجیے'' یہ غریب ناقص العلم اور کم سواد، محترم سعیدی صاحب کی جناب میں عرض پرداز ہے کہ یہ دونوں الگ الگ زبانوں کے دو مختلف لفظ ہیں ایک لفظ ''شُہدا'' (بسکون حرف دوم) ہے جس کے معنی لچا، بدمعاش وغیرہ کے ہیں اور یہ ہندی الاصل ہے۔ (نوراللغات) اور دوسرا لفظ ''شُہَداء'' (بفتح حرف دوم) ہے جو شہید کی جمع اور عربی زبان کا لفظ ہے۔ فیروز اللغات کے جس مقام کا سعیدی صاحب نے حوالہ دیا ہے وہیں ''شُہدا'' کے بالکل اوپر ''شُہَدا'' بھی لکھا ہے اور دونوں میں حرکات بھی لگی ہوئی ہیں لیکن اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے مقدم الذکر کا حوالہ دیا گیا اور موخر الذکر کو ترک کر دیا گیا ہے۔ یہ تحقیق کے طریقے کے خلاف اور جانب داری پر مبنی ہے۔

☆ **محمد عبدالعلیم رضوی**، خادم تدریس دارالعلوم نوری، بڑوالی چوکی، اندور (ایم پی)

راقم الحروف بعنوان ''امام احمد رضا بحیثیت مفسرِ قرآن'' پی ایچ. ڈی کر رہا ہے، اجمالی خاکہ کی نقل ارسال ہے۔ اس سلسلے میں تعاون کی درخواست ہے۔ اگر سہ ماہی ''افکار رضا'' کی فائل مل جاتی تو شاید بہت کچھ مواد مل جاتا۔ خصوصاً جن شماروں میں ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب کا مقالہ ''کنزالایمان کا لسانی جائزہ'' قسط وار شائع ہوا ہے، وہ کافی اہم ہے۔ ڈاکٹر صاحب سے رابطہ کیا تو انہوں نے آپ سے رجوع کرنے کو کہا ہے۔

اجمالی خاکہ برائے مقالہ پی ایچ ڈی بعنوان ''امام احمد رضا بحیثیت مفسرِ قرآن''

باب اوّل: تفسیر قرآن، تعارف، اصول وضوابط

باب دوّم: اردو میں تفسیر قرآن کا آغاز وارتقا

باب سوم: امام احمد رضا کی مفسرانہ حیثیت

باب چہارم: امام احمد رضا کے تفسیری امتیازات

باب پنجم: تفسیرات امام احمد رضا کا تقابلی مطالعہ

باب ششم: محاکمہ

مآخذ ومراجع

☆ **مفتی ولی محمد رضوی**، باسنی، ناگور شریف، راجستھان

بعد سلام سنّت خیریت طرفین نیک مطلوب۔ دیدہ زیب رسالہ نظر نواز ہوا۔ صوری ومعنوی حسن لیے ہوئے دل وجگر کے لیے راحت بخش ہوا۔ آپ نے ہمتِ مردانہ کا ثبوت دیا ہے کہ اس سہ ماہی کا تسلسل قائم کرکے پامردی دکھائی ہے۔ آپ کی ہمت کو ہر قدرداں داد دیے بغیر نہیں رہے گا۔ مسلکِ حقہ کے آپ ترجمان، مشنِ امام احمد رضا کے آپ نگہبان ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کی کاوشوں کو قبول کرے اور ترقی مزید عطا کرے۔ آمین

رضا کا پاکستان کا سفرنامہ خوب تر ہے نیز جدید نعت خوانی مشابہ بموسیقی پر آپ کا تبصرہ وتاثر آپ کے گہرے فکر اور دینی صلابت کی دلیل ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ان جدید نعت خواں حضرات کو ادب واحترامِ نعت شریف کی

توفیق سے نوازے۔ اس پر آپ کو مبارک باد ہے۔ آپ کی بروقت رہنمائی سود مند ثابت ہوگی۔ ٹائٹل پر خواجہ حسن نظامی دہلوی کی امام اہل سنّت کی علم و تحقیق پر تائید و حمایت بڑے زبردست الفاظ میں ہیں۔ ہم ان کو ایک کتاب میں نقل کرر ہے ہیں جو مخالفِ اعلیٰ حضرت کے بے جا اتہامات کا جواب ہوگی۔ ان شاء المولیٰ۔ دعا کریں کہ ہم سب مخلصانہ دین وسُنّیت کی خدمت کریں۔

☆ خورشید احمد سعیدی، اسلام آباد، پاکستان

مجلہ افکار رضا کے ایک شمارے (اپریل تا جون ۲۰۰۶ء/صفر المظفر تا ربیع الآخر ۱۴۲۷ھ) پر مختصر تبصرہ حاضر ہے۔ زبیر بھائی! آپ کی بہت مہربانی اور شکریہ، جـزاک الـلّـہ خیـراً کہ آپ نے اس بار مجھے غلط صحیح کی طویل فہرست بنانے سے بچالیا کیونکہ اب کی بار یہ پہلو نظر انداز کر دینے کی حد تک کم ہے۔ اس لیے آپ اور تمام بے دار مغز معاونین خصوصی مبارک باد کے مستحق ہیں۔ آپ نے مجلّے کے داخلی حُسن کو بھی خارجی حُسن کے ہم پلہ بنا دیا ہے۔ کاغذ اور بائنڈنگ کے اعلیٰ معیار کے ساتھ ساتھ اگر کمپوزنگ اور فکری غلطیوں سے پاکیزگی برقرار رہی تو کئی فوائد سامنے آئیں گے۔ آپ کا مجلہ ان مجلات سے منفرد و ممتاز ہے جو علمی مقالات کو اخبارات کی اتباع میں کالموں کی صورت میں شائع کرتے ہیں۔ الـلّٰھـم زِدْ فـزِد۔ میرا خیال ہے کہ اب اس میں حوالہ دینے کا انداز یکساں ہونا چاہیے۔ مثلاً [۱] اور ۱ کے دو مختلف طریقوں کی بجائے ایک ہی طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ میرے خیال میں مؤخر الذکر انداز بہتر ہے کیونکہ تحقیقی اور علمی اداروں میں اوّل الذکر کا استعمال نہیں ہوتا۔ ان کے ہاں بڑی بریکٹیں کسی اور مقصد کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔

۱۔ آپ نے اداریے میں مسلمانوں کے سلگتے مسائل سے جاندار بحث کی ہے۔ مکالمہ بین المذاہب اور اتحاد بین المذاہب کے بانیوں، داعیوں اور خادموں کو اپنا کام شروع کیے ایک صدی سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے۔ اسلام دشمن ان عصری تحریکات کے سرپرستوں کو کچھ ثمرات بھی ملنے شروع ہوگئے ہیں لیکن ہماری دینی قیادت نے شاید ابھی تک اس سلسلے میں اپنی ذمہ داریوں کا اِدراک نہیں کیا۔ اس لیے نہ تو ان تحریکات کے موجودہ اغراض و مقاصد کا جامع مطالعہ اپنوں کی تحریروں کی شکل میں سامنے آیا ہے اور نہ ہی اس کے متاثرین کی نجات و بحالی کے بارے میں کوئی منصوبہ سُنا گیا ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ میرے دوست طیب خان کا ترجمہ کردہ اسی سلسلے میں ایک مقالہ آپ کو ارسال کیا گیا تھا جسے بہت تاخیر سے افکار رضا (جولائی تا ستمبر ۲۰۰۵ء، ص 51-66) کے صفحات میں جگہ ملی لیکن اس کی اہمیت اور افادیت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ محترم ڈاکٹر نور احمد شاہتاز صاحب نے کراچی سے اپنے مؤقر جریدے ''فقہ اسلامی'' کے ماہ اگست ۲۰۰۶ء کے شمارے میں اس مقالے کو دوبارہ شائع فرمایا ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس سلسلے میں طلبا کی طرف سے تو کچھ نہ کچھ کیا جارہا ہے لیکن اکابرین، قائدین کی جانب سے ابھی تک ہمیں انتظار ہی کروایا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ آپ نے اس سلسلے میں کچھ اظہارِ خیال کیا ہے۔

عصری درس گاہوں میں مسلم طالبات کے حوالے سے بھی آپ نے مسائل کو لائق ستائش انداز میں پیش کیا ہے۔ کاش کہ ہمارے اصحابِ ثروت اعراس، محافل نعت، گیارہویں وغیرہ کو ثانوی حیثیت دیتے اور ان

تقریبات پر اُٹھنے والے اخراجات کو آیندہ نسلوں کی مطلوب تعلیمی تربیت کے لیے استعمال کرنے کا سوچتے اور اپنی پرائیویٹ یونی ورسٹیاں قائم کرتے۔ دُنیا میں اعلیٰ حضرت کے محبین، مریدین اور عشاق کی تعداد کوئی کم تعداد نہیں ہے وہ مل کر آپ علیہ الرحمہ کے تعلیمی اصولوں کے مطابق کم از کم ایک "الجامعہ الرضویہ الاسلامیہ العالیہ" قائم کر دیں جو کسی بھی عصری یونی ورسٹی سے کم نہ ہو، جس میں طلباء اور طالبات کے لیے اعلیٰ تعلیم (ایم اے، ایم فل، پی ایچ ڈی اور پوسٹ ڈاکٹریٹ) کے شعبے علیحدہ علیحدہ ہوں تو یہ ان کے لیے ناممکن نہیں ہے۔ اللہ کرے نصیب یہ سوچ انہیں۔ آمین

میڈیا کی مختلف شکلوں میں سے ایک افلام بھی ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بنائی جانے والی فلموں کا ذکر بھی آپ نے اداریے میں کیا ہے لیکن ہمارے دینی قائدین بد اخلاقی کو پروان چڑھانے والے اس قسم کے اداروں اور ان کی مصنوعات پر کوئی بات کرنے اور مسلمان نسلوں کو دورِ حاضر کی آلودگیوں سے بچانے کا کم ہی سوچتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے ابھی تک اپنے اجتماعی مسائل اور مشکلات کو مجتمع ہو کر حل کرنے کے لیے کوئی مؤثر لائحہ عمل وضع ہی نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ ہم پر کرم فرمائے۔ اللہ کرے آپ کی آواز صدا بصحرا ثابت نہ ہو، آمین۔

۲۔ خلیل احمد رانا زید مجدہٗ اعلیٰ حضرت کے عشاق میں سے ہیں۔ وہ ہر بار کوئی نہ کوئی تحریر نکال لاتے ہیں۔ ان کے مرتب کردہ مضمون سے متعلق دو باتیں عرض ہیں۔ اگرچہ ان کی خدمت میں پہلے بھی بذریعہ تحریر اور فون گذارش کر چکا ہوں لیکن معلوم نہیں کیوں وہ اس غلطی کا بار بار اِرتکاب کرتے ہیں۔ اُن کے مضمون کی پہلی اور آخری سطر میں "شــئــی، شئی" لکھا ہے۔ اگر اس کلمے کے حروف کو الگ الگ اسی ترتیب سے لکھیں تو وہ یوں ہوگا: 'ش ء ی'۔ حالانکہ یہ قرآنی اور عربی کلمے 'شیء' کے خلاف ہے۔ اصل میں ہمزہ آخر میں ہے جبکہ وہ اسے درمیان میں لکھ دیتے ہیں۔ دوسری بات صفحہ 7 پر مذکور حدیث کے ترجمے سے متعلق ہے۔ اس حدیث میں حضور نبی کریم ﷺ کی محبت کے مقابلے میں 'والدہ و ولدہ والناس اجمعین' یعنی والدین، اولاد اور سب لوگوں کا ذکر ہے۔ اس حدیث کے ترجمے میں انہوں نے اولاد کا ذکر چھوڑ دیا ہے۔ معلوم نہیں کیوں؟

۳۔ "محفل نعت میں حاضری کے آداب" شہزاد مجددی صاحب کا مضمون بہت اچھا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہمارے عصری اور فکری مسائل پر اسی طرح مزید رہنمائی کی توفیق عطا فرمائے۔

۴۔ "**وسیلۂ قربِ الٰہی**" مرشد گرامی قدس سرہٗ السامی کا خطاب لاجواب ہے جسے پہلے میرے محترم و مکرم حضرت قاضی محمد غوث زید مجدہٗ (جو اِس وقت مہتمم ہیں مدرسہ انوار القرآن الکریم، بہاولپور کے) نے صفحہ قرطاس کی زینت بنایا تھا اب خلیل احمد رانا صاحب نے ترتیب نو کے ساتھ افکار رضا کے قارئین کے مطالعے کے لیے پیش کیا ہے۔ اس میں 'اولیاء اللہ' کی بجائے 'اولیا اللہ' لکھ کر زیادتی کس نے کی ہے؟ اللہ اعلم بالصواب۔ قرآن مجید کی غالباً ۳۳ آیات میں کلمہ 'اولیاء' ہمزہ کے ساتھ ہے جن میں سے سورۃ یونس: ۶۲ اور الشوریٰ: ۶ میں 'اولیاء اللہ' کی ترکیب بھی ہے۔ حضور ﷺ نے اسے ہمزے کے ساتھ لکھوایا، صحابہ کرام علیہم الرضوان نے یہی سیکھا اور پڑھایا، اولیائے کرام کے فیضان نے سُنیوں ہی کو اپنی محبت کے خصوصی جام پلائے، عرفانِ قرآن سے نوازا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں عطا کردہ لقب 'اولیاء اللہ' کے ساتھ اب کیا ہو رہا ہے؟ "افکار رضا" میں نہ صرف اس لقب میں

تحریف کا ارتکاب کیا گیا ہے بلکہ یہ قرآنی ترکیب کے بھی سخت خلاف روش کا آغاز ہوسکتا ہے۔

۵۔ ''تعلیم و تعلم اور امام احمد رضا'' کے عنوان سے محترم جناب غلام مصطفیٰ قادری زید علمہٗ کا مقالہ ایک شاندار مقالہ ہے۔ انہوں نے اچھے طریقے سے علوم آلیہ اور علوم عالیہ دونوں کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر صابر صاحب زید مجدہٗ کا مقالہ بعنوان ''مولانا فضل حق خیر آبادی اور ۱۸۵۷ء کا فتوائے جہاد'' بہت معلوماتی ہے لیکن بعض جگہ انتخابِ الفاظ میں احتیاط کی ضرورت کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا گیا۔ مثلاً صفحہ 55 پر مولانا عرشی کی تیسری دلیل کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اس میں شک نہیں کہ مولانا فضل حق از اوّل تا آخر اپنی بے گناہی ثابت کرنے میں لگے رہے۔ وہی کیا ہر مجرم یہی کرتا ہے۔'' گویا مولانا فضل حق رحمۃ اللہ علیہ ڈاکٹر صابر کی نظروں میں بھی مجرم تھے!

۶۔ انٹرنیٹ سے متعلق محمد شریف عطاری کا مضمون بہت معلوماتی ہے مگر اس میں چند ویب سائٹس کے ایڈریس غلط درج ہو گئے ہیں۔ صحیح اس طرح ہیں: ,www.yarasool.net www.noorenabi.net اور www.ziaetaiba.net نام سے ویب سائٹ کام نہیں کر رہی ہے۔

۷۔ تبصرۂ کتب کے تحت جن کتب کا تعارف کروایا گیا ہے وہ بہت اچھی محسوس ہوئی ہیں۔ یہ ایک خوش آیند بات ہے کہ سُنی علما بھی معاصر مسائل اور سلگتے ہوئے قضایا پر غور کرنا اور اپنا حاصل مطالعہ پیش کرنا شروع ہو گئے ہیں۔

۸۔ ''میرے رضا کا پاکستان'' کی دوسری قسط میں آپ نے بڑے خوبصورت انداز میں معلومات اور اپنے تاثرات کو پیش کیا ہے۔ آپ خود تو مختلف جگہوں پر ذاتی طور پر گھومے پھرے مگر اپنے دلکش انداز بیان سے قاری کو بھی ان مقامات کی سیر کرا دیتے ہیں۔ بارك الله فيك

۹۔ محمد صادق رضا مصباحی صاحب زید علمہٗ کا تبصرہ مجموعی طور پر ذرا مناسب ہے مگر ابھی انہیں بہت سے تجربات کرنے ہیں پھر کہیں جا کر وہ اپنی اُن فروگزاشتوں پر غلبہ پاسکیں گے جو اُن سے آغاز کار ہی سے سرزد ہونا شروع ہو گئی ہیں۔ ان کی نظر میں مزید ہوشیاری اور تیزی پیدا کرنے کے لیے چند مثالیں پیش ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: ''محمد طیب خاں نے ڈاکٹر احمد بن عبدالرحمٰن القاضی کی ایک کتاب کا اردو ترجمہ کیا ہے'' (ص86)۔ برادرم طیب خان نے میرے ہی کہنے پر اس مقالے کا اردو ترجمہ کیا تھا جسے میں نے ایک عربی رسالے میں دیکھا اور انہیں بتایا، انہوں نے یونیورسٹی جا کر اس کی فوٹو کاپی لی، ترجمہ کیا اور مجھے دکھایا۔ پھر میں نے ان کے ترجمے پر نظر ثانی بھی کی اور کمپیوٹر میں کمپوزنگ کے لیے مدد بھی کی۔ کسی غلط فہمی سے بچانے کے لیے ترجمے کے شروع میں ایک باکس میں میرے لکھے تعارف میں صراحۃً یہ مذکور ہے کہ مضمون کہاں سے لیا گیا ہے۔ اس کے باوجود محمد صادق زید علمہٗ مندرجہ بالا محولہ جملہ لکھیں تو تعجب ہوتا ہے کہ افکار رضا کے مشمولات کے مطالعے کے وقت وہ اپنی توجہ ایک مضمون کے آغاز سے اختتام تک برقرار کیوں نہ رکھ سکے؟

محترم محمد صادق صاحب زید علمہٗ نے اپنے تبصرے میں سب سے زیادہ طویل تبصرہ مجھ فقیر کی معروضات پر کیا ہے۔ ان کی ہر بات کو زیر بحث لانا شاید مفید نہیں ہوگا مگر تین باتوں کی طرف ان کی توجہ مبذول کروانا چاہوں گا۔

ا۔ وہ فرماتے ہیں: ''خورشید صاحب نے ایسی بہت سی غلطیوں کو جو کمپوزنگ کی مرہون منت ہوتی ہیں بڑی آسانی

سے مضمون نگار کے کھاتہ میں ڈال دی ہیں۔اس لیے ان کو مضمون نگاروں کے سر منڈھنا قطعی طور پر غلط ہے۔" (ص 88-87)

اس سلسلے میں صادق بھائی سے ایک گذارش ہے۔وہ اس سوال کا جواب عطا فرمائیں کہ غلطیاں کس نے کیں؟ مضمون نگار نے، یا کاتب نے، یا کمپیوٹر نے جیسے کہ نعیم صاحب فرمایا کرتے ہیں، یا کمپوزنگ نے جیسے کہ آپ فرماتے ہیں؟ آخری دو میں سے کسی کا نام لینا قطعاً درست نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں مضمون نگار یا کاتب کے کنٹرول میں ہوتے ہیں۔ باقی رہے دو۔ ان میں سے کون ذمہ دار ہے؟ اس کا یقینی علم تو محترم مدیر صاحب کو ہوگا۔ اس لیے کسی کا نام لیے بغیر میں نے کالم میں غلط اور صحیح کا ذکر کر دیا۔اس لیے ان کا یہ فرمانا "قطعی طور پر غلط ہے" (ان کے یہ الفاظ واپس ان کی خدمت میں حاضر ہیں) کہ اس فقیر نے انہیں "مضمون نگاروں کے سر منڈھ" دیا ہے۔آیندہ اگر وہ تھوڑا سا غور فرما لیا کریں گے تو ان کے تبصرے میں وقعت پیدا ہوگی۔

ii- انہوں نے مجھ فقیر کے تبصرے میں سے دو اردو جملوں میں غلطیوں کی نشاندہی فرمائی ہے۔ مجھے یہ تو علم نہیں کہ اردو صادق بھائی کی مادری زبان ہے یا نہیں لیکن اُن کی اس نشاندہی سے یہ واضح ہے کہ انہیں اردو سے محبت اور ہمدردی یقیناً ہے۔اسی لیے میرے جملوں میں وارد غلطیوں سے انہیں کچھ نہ کچھ تکلیف ضرور پہنچی ہے۔لہٰذا وہ خاموش نہیں رہ سکے۔میرے یہ جملے نہ تو قرآن کے کلمات ہیں اور نہ ہی حدیث نبوی کے۔اردو میں واقع ہونے والی غلطیوں پر وہ خاموش نہیں رہ سکے لیکن اگر میں فقیر قرآن اور حدیث کے کلمات کے ساتھ جاری زیادتیوں کی نشاندہی کروں اور خاموش نہ رہوں تو انہیں "سخت حیرت" (ص 88) ہوتی ہے!!! اللھم ھدایة الحق و الصواب۔ایسا لگتا ہے کہ انہیں نبی کریم، قرآن اور اہل جنت کی زبان عربی سے اتنی محبت اور ہمدردی نہیں ہے جتنی اردو زبان سے ہے ورنہ وہ توازن برقرار رکھتے۔

صادق بھائی! یہ صرف زبان کی بات نہیں محبتِ رسول اور اساسِ محبتِ رسول کی بات بھی ہے۔آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: احبوا العرب لثلاث، لأني عربي والقرآن عربي و كلام أهل الجنة عربي"۔

(المستدرک علی الصحیحین؛ شعب الایمان للبیهقي؛ المعجم الكبير، المعجم الأوسط للطبراني)

جاتے جاتے سیدی اعلیٰ حضرت کا ارشاد ملاحظہ فرماتے جایئے۔آپ فرماتے ہیں: "ہیأتِ نظمِ قرآنی کو نہ بدلا جائے، ممدود کا مقصور مقصور کا ممدود نہ بنایا جائے۔" (فتاویٰ رضویہ، رضا فاؤنڈیشن لاہور، فروری ۲۰۰۳ء، ج ۲۳، ص ۳۵۵)

اسی بات پر مزید زور دینے کے لیے آپ علیہ الرحمۃ تیسیر شرح جامع صغیر' سے ایک عبارت نقل فرماتے ہیں۔اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں: "مسلمانوں میں فاسق وہ لوگ ہیں جو قرآن مجید کی تلاوت اور ادائیگی میں کمی وبیشی کرتے ہیں یعنی الفاظ وحروف گھٹا یا بڑھا دیتے ہیں اور ایسا کرنا بالاتفاق حرام ہے۔" (حوالہ مذکور، ص ۳۶۱)

آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ تو تلاوت قرآن سے متعلق بات ہے۔ ہاں مگر آپ کی بات صرف اس وقت درست ہوگی جب زیر بحث کلمات کو اردو میں استعمال کے وقت ان کی قرآنیت اور عربیت کو نظر انداز کرتے ہوئے ان کے اصل معنوں میں استعمال نہ کیا جائے۔محولہ کلمات ممدود ہیں جن میں سے بعض قرآنی ہیں۔ ان کا ہمزہ گھٹا کر وہ کام کیا جا رہا ہے جو اعلیٰ حضرت کی نظر میں بالاتفاق حرام ہے۔ہاں، مگر اس قلب ونظر کا کیا علاج جو علمائے حق مثلاً

اعلیٰ حضرت کی اتباع کی بجائے فقط 'اردو ادبا' کی اتباع کو ترجیح دے؟؟؟

iii۔ صادق صاحب نے قرآنی اور عربی کلمات کے مسئلے کو جائز ثابت کرنے کے لیے اپنے موقف کی صحت پر صدر الشریعۃ علیہ الرحمۃ اور آپ کی کتاب بہار شریعت کا حوالہ بھی دیا ہے کہ اسے ''حضرت نے خود اپنے اہتمام سے شائع فرمایا تھا''۔ مگر میں انہیں مزید دعوت فکر دیتا ہوں۔ پہلے تو وہ سیدی اعلیٰ حضرت کے محولہ بالا ارشاد پر غور فرمائیں۔ امید ہے ان کا شرح صدر ہو جائے گا۔ اگر ایسا نہ ہو سکے تو پھر وہ اس بات پر بنظر عمیق توجہ فرمائیں کہ کیا صدر الشریعۃ علیہ الرحمۃ نے بہار شریعت کی کمپوزنگ کی آخری تصحیح کے بعد پریس میں جانے سے پہلے اس کے ایک ایک لفظ پر خود غور فرما لیا تھا؟

اپنی تنقید میں محترم صادق صاحب نے ''وسیع المطالعہ'' اور ''انگریزی زبان وادب میں خاصی مہارت'' کے الفاظ سے جو میری تعریف وتوصیف بیان فرمائی ہے وہ بھی مبنی بر مبالغہ ہے۔ علمائے دین متین کو یہ رویہ زیب نہیں دیتا۔ میں فقیر تو صرف ایک ادنیٰ طالب علم ہوں اور بس۔ ہاں موت سے پہلے اللہ کریم نواز دے تو یہ محض اس کا کرم ہوگا۔

۱۰۔ رضا ناموں میں شامل میرے تبصرے سے متعلق کچھ باتیں قابل ملاحظہ ہیں۔ زبیر بھائی! آپ نے اپنی طرف سے لکھا: ''خورشید احمد سعیدی، اسلام آباد انٹرنیشنل یونی ورسٹی، اسلام آباد، پاکستان''۔ آپ کو یہ نہیں لکھنا چاہیے تھا۔ اگر آپ نے لکھنا ہی تھا تو صرف ''خورشید احمد سعیدی، اسلام آباد'' لکھنا کافی تھا تاکہ قارئین تک غلط معلومات نہ پہنچیں۔ مثلاً اسلام آباد میں ''اسلام آباد انٹرنیشنل یونی ورسٹی'' نام کی کوئی یونیورسٹی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ایک غلطی بھی سامنے آئی ہے اور اس کا سبب مجھے معلوم نہیں۔ صفحہ 97 پر نیچے سے چوتھی سطر میں الـکـلـمـۃ 'الکلمتہ' بن گیا ہے جو کہ غلط ہے۔ اسی طرح صفحہ 98 کی دوسری سطر میں 'آخری' کو آپ نے 'É□خری' لکھ دیا ہے۔ آپ کو احتیاط کرنی چاہیے۔

۱۱۔ اخبار رضا کا سلسلہ بہت مفید ہے۔ رضویات سے دلچسپی رکھنے والے احباب تازہ ترین تخلیقات وتحقیقات سے متعارف ہو جاتے ہیں۔ ہندستان سے شائع ہونے والے سُنّی جرائد کے ذکر سے آپ نے اسی سلسلے کے اِفادے کو وسعت دے دی ہے۔ ہاں ان میں سے جن کی ویب سائٹس اور ای میل ایڈریس ہیں کو بھی اگر آپ پیش کرتے تو بہت ہی اچھا ہوتا۔

۱۲۔ تنظیم اَبنائے اشرفیہ کے زیر اہتمام میڈیا سیمینار کا ذکر بہت خوش کن ہے۔ اللہ کرے اس میں پیش کیے گئے مقالات کسی مؤثر لائحہ عمل کی بنیاد ثابت ہوں۔ کیا یہ مقالہ جات شائع بھی ہوئے ہیں؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو ان کا حصول کیسے ممکن ہے؟ هذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

○ **محمد شریف رضا عطاری**، کراچی، پاکستان

آپ کا رسالہ افکار رضا بمع دیگر کُتب کے موصول ہوا۔ پچھلے شماروں کی مانند اس بار بھی آپ نے قارئین کے ذوقِ مطالعہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے خوب سے خوب تر مقالات کا انتخاب کیا ہے، جو کہ واقعی قابلِ تحسین ہے۔ اداریہ واقعی شاندار ہے، جس میں نہایت ہی ضروری نکات کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔ اس بار مقالوں کا

آغاز محترم خلیل رانا صاحب کے ترتیب کردہ مضمون ''اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے دل کی آواز اور درود شریف کے متعلق ایک نفیس نکتہ'' سے کیا گیا ہے جو کہ واقعی دل موہ لینے والا مختصر مگر جامع اقتباس ہے۔ موصوف (محترم خلیل رانا صاحب) ایک کہنہ مشق ماہر لکھاری ہیں، ان کا ہر مضمون چاہے وہ ان کا اپنا لکھا ہوا، یا ترتیب کردہ یا تخریج شدہ ہو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ موصوف اگر اس اقتباس میں عبارات کی توضیح کردیتے مثلاً مشکل الفاظ کی بریکٹ یا حواشی ہی میں وضاحت کردیتے تو ایک عام قاری کے اس تحریر کو سمجھنے میں آسانی ہو جاتی۔ ویسے موصوف کی یہ کاوش بھی قابلِ تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو مزید ہمت عطا فرمائے۔

o اسی طرح صفحات پلٹتے ہوئے ایک جگہ نظر رُک گئی جی یہ اخبار رضا کی ایک خبر جس میں کمپوزنگ کی غلطی سے ''یادگار رضا'' کے متعلق ایک لفظ کا اضافہ کردیا گیا ہے ''یعنی کیا جاسکتا ہے'' کی بجائے ''کیا جاسکتا رہے'' ہوگیا ہے۔

o کمپوزنگ کی غلطیوں کے متعلق میرا نظریہ واضح کردیتا ہوں، کہ یہ بشری تقاضے کے مطابق ممکن ہے، فی زمانہ اکثر بار پروف کرنے کے بعد بھی کچھ نہ کچھ غلطی رہ ہی جاتی ہے، پھر بھی کمپوزنگ کی غلطیوں سے حتی الوسع بچنا چاہیے۔ کہ یہ پڑھنے والے پر اچھا تاثر نہیں۔ راقم سے بھی سابق مضامین میں بیشتر اغلاط ہوئی ہیں، راقم کی کوشش یہی ہے کہ اس سے بچا جائے جتنا ممکن ہو، اور اس کے لیے بھرپور کوشاں ہیں۔

o محترم جناب خورشید احمد سعیدی صاحب کا مضمون ''فتاویٰ رضویہ (جدید) سے استفادہ) قابلِ ستائش ہے، یہ واقعی محنت کا کام ہے، موصوف نے ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ ''قرآنی آیتوں کی اغلاط'' اور ''دیگر فاحش غلطیوں'' سے احتراز ضروری ہے۔ اس کے انسداد کے لیے فتاویٰ رضویہ (جدید) کے اشاعتی ادارے (رضا فاؤنڈیشن، لاہور) کو جلد سے جلد کوئی لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے۔ افسوس تو اس بات کا ہے صرف فتاویٰ رضویہ ہی نہیں بلکہ کئی کتب اغلاط سے پُر چھپ رہی ہیں۔ بالخصوص، بہارِ شریعت جسے پاکستان میں بیشتر مکتبوں نے شائع کیا ہے مگر ہر نسخے میں کہیں نہ کہیں کوئی نہ فاحش غلطی ''جزو لاینفک'' بن گئی ہے۔ سوائے ایک دو چند ''مطابع'' کے اس سلسلے میں دعوتِ اسلامی کے ادارے ''المدینۃ العلمیہ'' جو علمی و تحقیقی کاموں میں پیش پیش ہے نے اس عظیم کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ الحمد للہ عزوجل، اب بہارِ شریعت کے دو حصے مع مکمل تخریج و تسہیل شائع ہو چکے ہیں۔ جس میں اس نکتہ پر بھی بھرپور توجہ دی گئی ہے۔

o محترم جناب قطب الدین صاحب کا بے حد شکریہ کہ انہوں نے راقم کے حاشیہ کردہ رسالہ کو غور سے پڑھا، اسی طرح جناب ساجد دیناج پوری صاحب کا بھی بے حد شکریہ کہ انہوں نے میرے مقالے ''درسی کتب اور خدماتِ علمائے اہلسنت'' کو نہایت ہی غور وفکر سے پڑھ کر اغلاط کی نشاندھی کے ساتھ ساتھ اپنی رائے سے بھی نوازا۔ جزاکم اللہ خیراً کثیرا۔

موصوف نے نہایت ہی درست فرمایا کہ فی زمانہ بدمذہبوں نے علمائے اہلسنت کی تصنیف کردہ شروحات و حواشی پر اپنے نام چڑھا دیے ہیں۔ ہمارے پاک میں تو اس کی مثال بیشتر دیکھی جاچکی ہے۔ جیسا کہ مفتی غلام سرور قادری صاحب کی شرح کردہ ''مصباح المعانی شرح ملا جامی'' میں موصوف کا نام ہٹا کر اپنے ''مولوی حسن'' کا نام ڈال دیا۔ الحمد للہ پاکستان میں بھی اس کے انسداد کے لیے سُنّی اداروں نے کام شروع کردیا ہے، خصوصاً دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے ''المدینۃ العلمیہ'' نے اس نہج پر قابلِ داد کام کیا ہے اور مزید ترقی و تیزی سے کام جاری و ساری ہے۔

o محترم جناب خورشید احمد سعیدی صاحب نے بھی راقم کے مقالہ پر خامہ فرسائی کی ہے۔ اس لیے وہ میرے شکریہ کے مستحق ہیں۔ موصوف نے "بالفعل" کے حاشیہ پر نادرستی کا اظہار فرمایا ہے۔ دراصل "بالفعل" کے لغوی و اصطلاحی معنی ہیں "بذاتِ خود" اور خود ساختہ" وغیرہ وغیرہ لیکن یہاں سیاق وسباق کے پیش نظر لغوی واصطلاحی معنی کی بجائے ایسا معنی کرنا مناسب تھا، جو عبارت کی تفہیم سے زیادہ قربت رکھتا ہو، حاشیہ پر" ان دنوں" لکھنے کا مقصود یعنی "فی زمانہ اہل روافض نے اپنے طور پر یہ رائج کیا ہے"، بتلانا تھا، چونکہ ان کے اماموں سے تو یہ ثابت ہے ہی نہیں تو یہ فی زمانہ یعنی انہی دنوں میں رائج ہوا ہے۔

o راقم الحروف کے مضمون" انٹرنیٹ اور مسلک اہل سنت وجماعت کی نشرو اشاعت "میں بشری تقاضے کے مطابق چند کمپوزنگ کی غلطیاں لاحق ہوگئی ہیں۔

☆ جن میں صفحہ نمبر ۶۵ پر "مسلک" کی جگہ "مسالک" درج ہوگیا ہے۔

☆ اسلامی جامعات کی سائٹس میں ،www.jamiatulmadina.com درج کردیا گیا ہے، جبکہ درست ایڈریس ،www.jamiatulmadina.net ہے۔ اسی طرح مضمون کے آخر ایک جگہ "Pal Talk" کے رومز درج کرنے کے متعلق لائن درج کی گئی ہے۔ جبکہ اُن رومز کے نام درج نہیں کیے گئے ہیں۔ تو اس کی بھی وضاحت کردیتا ہوں کہ یہ لائن ہمارے "مشفق مدیر محمد زبیر قادری صاحب" کی اضافہ کردہ ہے۔ موصوف نے اس مسینجر messenger کے دینی رومز کی افادیت کے پیشِ نظر اس کا تعارف شامل کرنا مناسب سمجھا، مگر چونکہ "Pal Talk" میں اسلامی رومز کی تعداد بیشتر ہے اور اکثر کے Online ٹائمز متعین بھی نہیں، اس وجہ سے موصوف نے سوچا کہ یوزر User خود ہی دیکھ لے گا ،اسی طرح وہ جملہ یوں کا یوں ہی رہ گیا۔

o مزید آگے چل کر مدیر محترم محمد زبیر قادری صاحب کا "میرے رضا کا پاکستان" بھی قابل تحسین ہے۔ اگرچہ اس میں چند باتیں ایسی ذکر کی گئی ہیں، جو کہ سفر نامے سے ربط نہیں رکھتی، اور جن کا ثمرہ صرف اختلاف در اختلاف ہی ہے۔ البتہ اس میں بھی کمپوزنگ کی چند اغلاط رہ گئی ہیں، جن میں سفر نامے کے شروع میں "قسط نمبر۳" کی بجائے قسط نمبر۲، اور صفحہ نمبر ۹۷ میں پروگرامز کی بجائے انگلش تلفظ کے طور پر پروگرام کی جمع کو "پروگرامس" کردیا گیا ہے۔ اسی طرح "سیلانی ویلفیئر" کو موصوف نے "سیلانی سینٹر" تحریر کردیا ہے۔

o ناصر رام پوری کی ترتیب کردہ رپورٹ "تنظیم ابنائے اشرفیہ کے زیر اہتمام دو روزہ بین الاقوامی سیمنار" نہایت ہی معلومات افزا ہے۔ اس میں صفحہ نمبر ۱۱۴ پر " دعوتِ وفکر" تحریر ہوگیا ہے۔ صحیح جملہ یوں ہونا چاہیے، "دعوتِ غور و فکر"۔ اسی طرح صفحہ نمبر ۱۱۷ پر نیچے سے دوسری لائن میں" جانکار افراد تیار کیے جائیں" کی بجائے "جانکار افراد تیار کیا جائیں" درج ہوگیا ہے۔ اسی طرح صفحہ نمبر ۱۱۸ میں نیچے سے تیسری لائن میں "ہماری تحریریں سنجیدہ ہونی چاہیئں۔" کی بجائے "ہماری تحریریں سنجیدہ ہونا چاہیئں۔" ہوگیا ہے۔

+++++++

ہندوستان میں شائع ہونے والے سُنّی جرائد

افکار رضا کے سابقہ شمارے میں ہم نے سنّی جرائد کی نا تمام فہرست پیش کی تھی۔ علامہ عبدالمبین صاحب نعمانی اور مولانا محمد شمیم احمد نوری مزید کچھ جرائد کی نشان دہی کی ہے۔ ہم نئے اضافوں کے ساتھ اس فہرست کو دوبارہ شائع کر رہے ہیں تا کہ زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جاسکے۔ (ادارہ)

اسمائے جرائد	اسمائے مدیر	رابطے کا پتے
○ ماہ نامہ "اعلیٰ حضرت"	علامہ سبحان رضا خان سبحانی میاں	رضا نگر، ۸۴، سوداگراں، بریلی شریف، یوپی فون: ۰۵۸۱_۲۴۱۰۵۹۵
○ ماہ نامہ "اشرفیہ"	مولانا مبارک حسین مصباحی	مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی_۲۷۶۴۰۴ فون: ۰۵۴۶۲_۲۵۰۴۱۹
○ ماہ نامہ "سنّی دنیا"	مولانا شہاب الدین رضوی	۸۲، سوداگراں، بریلی شریف، یوپی
○ ماہ نامہ "کنز الایمان"	علامہ یٰسین اختر مصباحی	۴۲۳، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی_۶ فون: ۰۱۱_۲۳۲۶۴۵۲۴
○ ماہ نامہ "جامِ نور"	خوشتر نورانی علیگ	۴۲۲، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی_۶ فون: ۰۱۱_۲۳۲۸۱۴۱۸ / ۹۳۱۳۷۸۳۶۹۱
○ ماہ نامہ "ماہِ نور"	سید ابوالحسن اشرفی	۴۱۹، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی_۶ فون: ۰۱۱_۳۲۶۱۴۴۱۳
○ ماہ نامہ "اہلِ سنّت"	مولانا فروغ احمد اعظمی مصباحی	دارالعلوم علیمیہ، جمدا شاہی، ضلع بستی، یوپی فون: ۰۵۵۴۲_۲۷۸۶۵۳
○ ماہ نامہ "اسلامک ٹائمز"	مولانا عبدالنعیم عزیزی	۱۰۴، جسولی، بریلی شریف، یوپی
○ ماہ نامہ "القدس"	محمد عطاء المصطفےٰ حبیبی قادری	جامعہ فیض العلوم، حبیب آباد، پکسرانواں رائے بریلی۔ یوپی فون: ۰۵۳۱۱_۲۷۵۳۴۵
○ ماہ نامہ "سیارگان"	محمد اقبال عثمان میمن	ملکانی اسٹیٹ، بان ڈونگری، اشوک نگر، کاندیولی (مشرق)، ممبئی_۱۰۱ ○ فون: ۰۹۳۲۴۶۲۶۱۱۴
○ ماہ نامہ "المصباح"	سید محمد اشرف اندرابی	شاہ ہمدان میموریل ٹرسٹ، پانپور، کشمیر ۱۹۲۱۲۱ فون: ۰۱۹۳۳_۲۲۳۲۶۷
○ ماہ نامہ "البرکات"	علی احمد سیوانی	مکان نمبر ۴۰۱، گلی نمبر ۲۰ اے، عقب رضا مسجد، ذاکر نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۲۵ ○ فون: ۰۱۱_۵۵۶۸۸۷۰۱

ماہنامہ "الجامعہ"	مولانا جنید نعیم بستوی	الجامعۃ الاسلامیہ، قصبہ روناہی، فیض آباد، یوپی فون: ۰۵۲۷۸_۲۵۵۰۴۶
ماہ نامہ "پیام مظہر حق"	محمد حنیف قادری	مدرسہ قادریہ مولوی محلہ، بدایوں شریف، یوپی فون: ۰۵۸۳۲_۲۴۶۹۵
ماہ نامہ "ضیاء الصمد"	سید مظہر چشتی	جامعہ صمدیہ، پھپھوند شریف، ضلع اوریا، یوپی فون: ۰۵۶۸۳_۲۴۰۳۱۱
ماہ نامہ "سنّی دنیا"	مولانا سید محمد حسینی	گانجہ کھیت، ناگپور، مہاراشٹر
سہ ماہی "رفاقت"	مولانا غلام رسول بلیاوی	ادارۂ شرعیہ بہار و جھارکھنڈ، سلطان گنج، پٹنہ
سہ ماہی "فیضان"	ڈاکٹر غلام زرقانی	مدرسہ فیض العلوم، دھتکِڈھیہ، جمشید پور، جھارکھنڈ فون: ۰۶۵۷_۲۲۳۸۲۷۷
سہ ماہی "امجدیہ"	مولانا فیضان المصطفیٰ اعظمی	جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی، ضلع مئو، یوپی
سہ ماہی "تبلیغِ سیرت"	محمد مجاہد حسین حبیبی	۶ رتال تلا لین، کول کاتہ۔۱۴ فون: ۰۳۳_۲۲۱۶_۷۱۵۱
سہ ماہی "جامِ شہود"	سید رُکن الدین اصدق	مدرسہ اصدقیہ مخدوم شریف، پکّی تالاب، بہار شریف (نالندہ)۸۰۳۱۰۱ فون: ۰۶۱۱۲_۲۲۳۴۶۲
سہ ماہی "برکاتِ غازی"	شبیر مسعودی	محلہ نورالدین چک عید گاہ، درگاہ شریف، بہرائچ۔۲۷۱۸۰۱ (یوپی)
سہ ماہی "سنّی دعوتِ اسلامی"	مولانا محمد زبیر مصباحی	فرسٹ فلور، ۱۲۸، شیدا مارگ، چارنل، ڈونگری، ممبئی۔۹ فون: ۲۳۴۳۴۳۶۶
سہ ماہی "مفتیِ اعظم میگزین"	مفتی عبدالحکیم نوری مصباحی	علامہ فضلِ حق اکیڈمی، پلاٹ ۲۱، گیٹ ۷، مالونی ملاڈ (مغرب)۔ممبئی موبائیل: ۹۲۲۴۲۱۲۸۵۵
سہ ماہی "جامِ حضوری"	مولانا طارق حسین مصباحی	دارالعلوم حضوریہ، سریا شریف، پوسٹ اماری کوٹلہ، ضلع اعظم گڑھ (یوپی)
سہ ماہی "پیام نظامی"	مولانا ضیاء المصطفیٰ نظامی	جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی، پوسٹ ہٹوا، ضلع سنت کبیر نگر (یوپی) فون: ۰۵۵۴۸_۲۷۶۴۵۳
سہ ماہی "اسلامی آواز"	مولانا عبداللہ عارف فیضی	مقام بگولہوا، پوسٹ شہرت گڑھ، ضلع سدھارتھ نگر، یوپی
سہ ماہی "غوث العالم"		جامع اشرف، کچھوچھہ شریف، امبیڈکر نگر، یوپی

تحریک فکر رضا

ہمارے مقاصد :

☆ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے افکار و نظریات کو زیادہ سے زیادہ متعارف کرانا۔

☆ علماء اہل سُنّت و جماعت کی رہنمائی میں مفکرین اور محققین کی ایک ٹیم کا فکر رضا کی ترویج و اشاعت میں دن رات کوشاں رہنا۔

☆ امام احمد رضا کی تصانیف کو سہل انداز میں جدید اسلوب کے ساتھ شائع کرنا۔

☆ امام احمد رضا کی تصانیف کو ملک کی مختلف اور بین الاقوامی زبانوں میں شائع کرانا۔

☆ اربابِ فکر و دانش کو امام احمد رضا کی تحقیقات کی طرف متوجہ کرنا۔

☆ ہر اُٹھتے ہوئے سوالوں کا امام احمد رضا کی تحقیقات کی روشنی میں جواب دینا۔

فکر رضا کو عام کرنے کے لیے آپ ہمارا تعاون کیجیے۔
آپ کا تعاون جہاد بالقلم میں ہمارا مددگار ہوگا۔

AFKAR-E-RAZA (URDU QUARTERLY)

95, Undria Street, Chowki Mohalla, Mumbai - 400 008. E-mail : editor@fikreraza.net

If Undelivered Please return to : M. ISHAQ 45/A, Memonwada Road, 2/6, Mumbai - 400003.